نعت خوانی سے
نعت گوئی تک

حامد امروہوی

نعت خوانی سے نعت گوئی تک

مصنف

حامدؔ امروہوی

مرتب

سردار خانم مخفیؔ امروہوی

© جملہ حقوق بحق مصنف

NAAT KHWANI SE NAAT GOI TAK
By : **Hamid Amrohvi**
Ist Edetion : 2016 AD/1437 AH
ISBN : 978-93-810-20-

نام کتاب	:	نعت خوانی سے نعت گوئی تک
مصنف	:	حامد امروہوی
مرتب	:	سردار خانم مخفی امروہوی
سن اشاعت	:	۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء
مطبع	:	ڈائمنڈ پرنٹرز، نئی دہلی 09313780743

ملنے کے پتے:

□ امریکہ میں

- Zeenat Empurium
6348. W. Campbell Av.
CHICAGO- IL - 60659
Phone (773) 430-8055

- Hamid M. Husain
6057-N.LINCOLN Av., Apt- 315
CHICAG0- IL- 60659 U.S.A

- 135. S. COMMONWEALTH DR
BOLINGBR00K- IL- 60440
E.Mail: h.husain@att.net
Phone: 773 - 733 - 0860
773 - 870 - 9453
630 - 226 - 5756

□ ہندوستان میں

- مرزا ساجد حسین ساجد امروہوی
محلہ سدو، امروہہ۔۲۴۴۲۲۱ (یوپی)

- ڈاکٹر زیبا جلیل
عبداللہ مینشن، 4/1325 نیو سرسید نگر، علی گڑھ۔۲۰۲۰۰۲ (یوپی)

فہرستِ مضامین

○ انتساب 5

○ کوائف 7

○ پیش لفظ 9

1. ''خیابانِ ارم'' کا اجرا: ایک رپورٹ 11

2. حامد امروہوی حمد باری تعالی اور نعت رسولؐ میں ڈوبے ہوئے ہیں: قمر علی عباسی 15

3. نعت رسالت مآبؐ اور حامد امروہوی — سید محمد حنیف اخگر ملیح آبادی 17

4. شعری وراثت کا ایک خانوادہ — محمد قمر الحسن قادری قمر بستوی 21

5. نعت نبیؐ، نعت گو شعرا — ڈاکٹر توفیق انصاری احمد 28

6. تذکرہ کتابوں کا... جوئبارِ بخشش — عقیل دانش 36

7. حامد امروہوی: نعت پسند عقیدت گزاروں کی آرا — دلنواز صدیقی 39

8. جناب حامد حسین حامد امروہوی کا خاندانی علمی وفنی تعارف: — ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی 60

9. حامد امروہوی — آصفہ نشاط 71

10. شکاگو میں محفل نعت — سردار خانم مخفی امروہوی 74

11. شکاگو میں ایک عظیم الشان نورانی محفل — پروفیسر اقبال احمد نواز 78

12. حامد امروہوی اوران کی شاعری کا پس منظر — جنید اکرم فاروقی 81

13. خانوادہ حامد امروہوی کی تین نعتیہ کتابوں کا اجرا 86

14. زیمس ہوپ Zam's Hope اجمالی تعارف واجد ندیم 89

15. اجراء کتاب "اِس پار سے اُس پار تک" عرضِ حال حامد امروہوی 95

16. "نعت خوانی سے نعت گوئی تک" حامد امروہوی 100

خطوط:

نثار احمد فاروقی، قمر علی عباسی، سید محمد حنیف، محمد علی صدیقی
افتخار نسیم، دل نواز، چمن، عرفان مرتضیٰ، خالد خواجہ، اقبال راہی 143

دعوت نامے:

155

تصاویر:

171

حامد امروہوی اور مخفی [illegible]

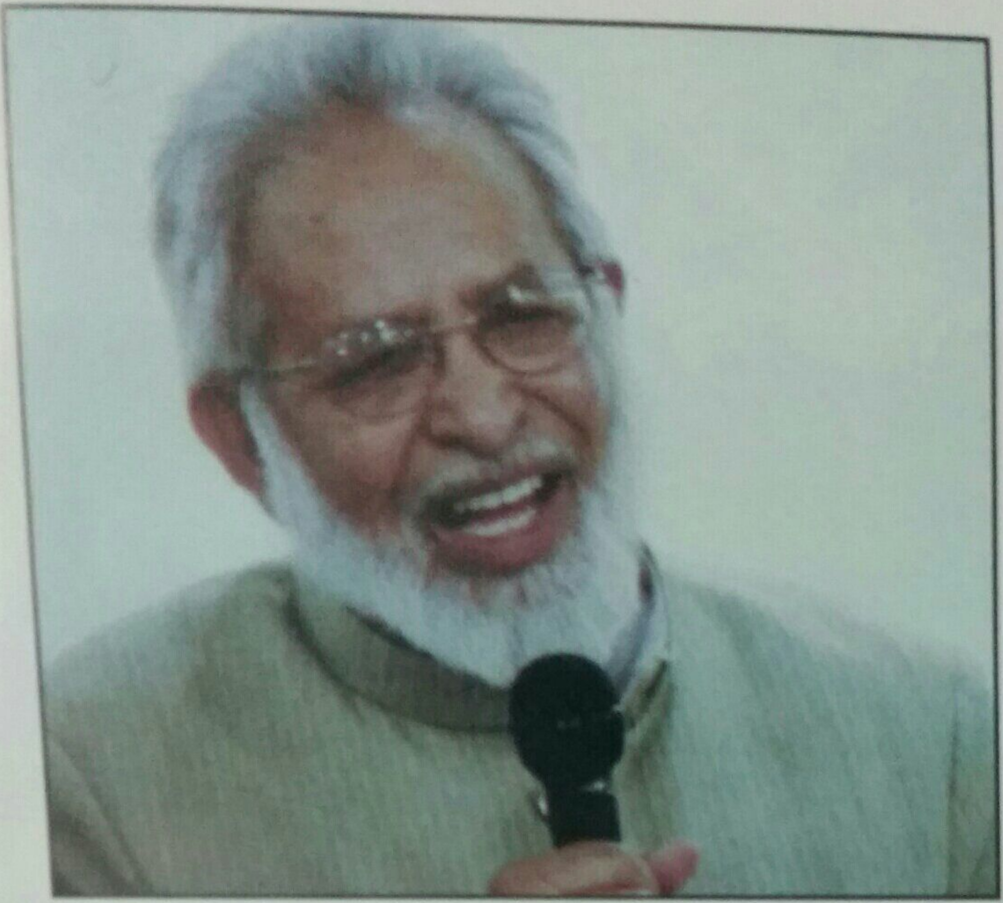

حامد امروہوی نعت پڑھتے ہوئے۔

(دائیں سے) پروفیسر جگن ناتھ آزاد اور حامد امروہوی

انتساب

حمد و نعت کہنے والوں، پڑھنے والوں
سننے والوں اور حمد و نعت کی
محفلوں کو سجانے والوں
کے نام

حامد امروہوی

کوائف

نام : حامد حسین مرزا
تخلص : حامد امروہوی
والد کا اسمِ گرامی : الحاج (ماسٹر) حافظ محمد عبدالرؤف رؤف امروہوی
پیدائش : ۲۰ر جنوری ۱۹۳۶ء، امروہہ، یوپی، ہندوستان
ملازمت : ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۹ء
اتر پردیش کے محکمۂ شوگر کین سے وابستہ رہا اور ۱۹۶۹ء سے ۱۹۹۶ء تک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے غیر تدریسی عملے سے منسلک رہا۔ ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۶ء تک چھٹی پر امریکہ رہا۔
ہجرت : ۱۹۹۱ء سے شکاگو، امریکہ میں قیام
شاعری کا آغاز : غالبًا جب نویں کلاس میں تھا اپنے شفیق استاد مولانا صفی مرتضی صاحب مرحوم کے دیے ہوئے ایک مصرعے پر پہلی غزل لکھی۔
تلمذ : حضرت الحاج کوثر القادری مرحوم
برادرِ گرامی : حضرت سیفی امروہوی
تصانیف : (1) مدحت کے پھول نعت ومناقب پہلا ایڈیشن (۱۹۹۵ء)
دوسرا ایڈیشن (۲۰۰۱ء)
(2) خیابانِ ارم حمد ونعت ومناقب (۲۰۰۰ء)
(3) جوئبار بخشش حمد ونعت ومناقب (۲۰۰۳ء) (اردو اور رومن میں) مدحت کے پھول اور خیابانِ ارم کی منتخب نعتیں اور ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۳ء تک کا کلام۔
(4) متاعِ مخفی: مرتب حامد امروہوی، اہلیہ سردار خانم یوسف زئی کا کلام
(5) سرمایۂ رؤف امروہوی: والدِ محترم کے دیوان ''لخلخۂ محامد''، ''گلرنگ تخیل''، اور ''کوثرِ رحمت'' اور سوانح ''اپنی زباں سے میں'' کا انتخاب

(6) وسیلۂ بخشش: حمد اور نعت (۲۰۰۸ء)

(7) ذریعۂ بخشش، انجمنِ یادگارِ رؤف امروہوی کے زیرِ اہتمام ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۹ء میں منعقدہ سالانہ مشاعروں کا انتخاب

ارادت : حضرت الحاج سید قربان علی شاہؒ ڈبائی

اعزازات : (الف): ''شرف ملا ہے مدینے میں حاضری کا مجھے
مجھے ہے ناز کہ سرکارؐ کی نگاہ میں ہوں''

(ب): تاعمر ادبی خدمات کا اعزاز: (الف) ایوارڈ امریکن اردو رائٹر سوسائٹی، ۱۰ر مئی ۲۰۰۲

(ت): ادارہ تبلیغ الاسلام، نیویارک تاعمر ادبی خدمت کا اعزاز ۲۰۱۲ء

گھر جنت : اہلیہ: سردار خانم مخفی امروہوی

جگر گوشے: ڈاکٹر زیبا جلیل اہلیہ ڈاکٹر جلیل احمد خاں مرحوم، ڈاکٹر ضیاء شمسی اہلیہ فرقان شمسی، زہرہ قادری، محمد عامر مرزا دلہن ہما کریم محمد بابر مرزا اہلیہ انا مرزا

نواسے نواسیاں: تزئین خاں اہلیہ محمد مشہر صدیقی، فرحین خان اہلیہ سید مدثر علی، یشفین خان اہلیہ سید مجتبیٰ علی، محمد طلحہ خان، محمد نبیل شمسی، منال شمسی، عائشہ قادری اہلیہ ڈاکٹر کامران شیروانی، مریم قادری اہلیہ ڈاکٹر احمد عبداللہ

پوتے پوتیاں: رباب مرزا، محمد صارم مرزا، علینا مرزا، علی یاور مرزا

پَر نواسے پرنواسیاں: ہمزا علی صدیقی، یحیٰ علی صدیقی، سیدہ خدیجہ علی سید عبداللہ، ایان خاں شیروانی، نور شیروانی رحمہ یوسف

رابطہ:
Hamid Husain :
6057-N.LINCOLN Av., Apt-315
CHICAGO-IL-60659
E.mail: h.husain@att.net
Phone:773-733-0860
773-870-9453

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہٗ و نُصلی علیٰ رسولہِ الکریم، امّا بعد!

22 اگست 2016ء کو میری کتاب ''اس پار سے اُس پار تک'' کا اجراعمل میں آیا۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں میں نے عرض کیا تھا کہ اس کتاب کا دوسرا حصہ ''نعت خوانی سے نعت گوئی تک'' زیرِ ترتیب ہے جس کو جلد ہی پیش کروں گا مگر اپنی بیماریوں اور تکالیف کے باعث اُس میں تاخیر ہوتی رہی۔ یادداشت ساتھ نہیں دے رہی۔ واقعات میں ترتیب نہیں ہو پا رہی ہے۔ لکھے ہوئے کاغذات ادھر اُدھر ہوتے رہتے ہیں اور اکثر نہیں ملتے۔ زیادہ تاخیر مناسب نہیں تھی۔ میں نے عجلت میں اس کو مرتب کیا۔ امریکہ اور کینیڈا اور بہت سے دیگر مقامات کے مشاعروں کی تفصیلات چھوڑ دیں اور صرف مقامات کے ناموں پر اکتفا کیا۔ میں نے ان شہروں کے مشاعروں اور جلسوں کے دعوت ناموں کی کاپی لگادی ہے جس سے امریکہ میں نعت کے فروغ کا اندازہ ہوگا۔ اب ان حضرات کے نام ہی یاد نہیں آرہے۔ امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ عجلت میں جیسا بن پڑا حاضر ہے۔

اس کتاب کے اجراء کی ذمہ داری میرے ہمشیر زادگان انور خورشید، کامران خورشید اور عدنان خورشید نے لے لی۔ اللہ اپنے حبیب پاکؐ کے صدقے اُن کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور خوش و خرم رکھے۔ میں اپنی اہلیہ، اپنے بیٹوں، بیٹیوں، بہوؤں، پوتے پوتیاں

اور نواسوں نواسیوں، اُن کے شوہروں کے لیے دعا گو ہوں، اللہ سب کا بھلا کرے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین!

ایک بار پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

حامؔد امروہوی

"خیابانِ ارم" کا اجرا

(ایک رپورٹ)

حامدؔ امروہوی امروہہ کے ایک علمی، ادبی اور مذہبی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کے والد محترم عبدالرؤف صاحب بڑے متقی، پرہیز گار اور دیندار انسان تھے۔ ان خیالات کا اظہار 12 جنوری 2001 کو اُردو گھر میں حامدؔ امروہوی کے مجموعہ کلام "خیابانِ ارم" کی تقریبِ رونمائی میں پروفیسر نثار احمد فاروقی نے تعارفی تقریر کرتے ہوئے کیا۔ اس تقریب کا اہتمام بابا فرید ایجوکیشنل سوسائٹی امروہہ اور انجمن ترقی اردو (ہند) نے کیا تھا۔ تقریب کی صدارت پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے کی جب کہ نظامت کے فرائض جناب ابوالفیض سحرؔ نے انجام دیے۔

پروفیسر نثار احمد فاروقی نے مزید کہا کہ حامدؔ امروہوی صاحب (جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہو رہا ہے) امروہہ کے رہنے والے ہیں۔ برسوں تک وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایڈمنسٹریٹو آفس میں تھے۔ بعد میں شکاگو، امریکہ چلے گئے اور اب اپنی پوری فیملی کے ساتھ وہیں مقیم ہیں۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی نے حامدؔ امروہوی کے گھرانے سے وابستہ کئی غیر معمولی دینی واقعات اور کرامات کا ذکر کیا اور بتایا کہ ان کا پورا خاندان ادبی ماحول سے مالا مال ہے۔ ان کے والدِ محترم خود ایک بہت اچھے نعت گو شاعر تھے اور ان کے چار مجموعہ کلام بھی شائع ہوئے۔ وہ اپنی کتابوں کو لوگوں میں مفت تقسیم کردیتے تھے۔ انھی کا اثر ان کے بچوں میں بھی ہے۔ حامد صاحب شکاگو میں نعت خوانی کی محفلیں منعقد کرتے ہیں اور اس کے سارے انتظامات بھی اپنے ذمے لیتے ہیں۔

تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا اور حامد صاحب کے مجموعہ کلام ''خیابانِ ارم'' کی رسم اجرا خواجہ حسن ثانی نظامی نے انجام دی۔

ڈاکٹر خلیق انجم نے انجمن ترقی اردو (ہند) کی تابناک تاریخ اور اس کے اغراض ومقاصد سے مختصر طور پر حامد امروہوی اور حاضرینِ جلسہ کو واقف کرایا اور بتایا کہ پچھلے پچاس سال سے ہندوستان میں اردو کی بقا اور ترقی کے لیے انجمن نے جتنا کام کیا ہے اُتنا کسی دوسرے ادارے نے نہیں کیا۔ ڈاکٹر انجم نے حامد امروہوی صاحب کو نعتوں کے مجموعے کی اشاعت پر مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں آنحضرتؐ پر نثر اور نظم دونوں میں جتنا کام کیا گیا ہے اُتنا کسی اور دوسرے مذہبی رہنما پر نہیں کیا گیا۔ ہمیں پوری تاریخ میں آنحضورؐ سے بڑی کوئی ایسی قدآور شخصیت نہیں ملتی جس نے پوری انسانیت کو متاثر کیا ہو۔

پروفیسر اختر الواسع نے کہا کہ اللہ اور بندے میں کوئی قدرِ مشترک نہیں ہے لیکن ایک قدرِ مشترک ہے وہ یہ کہ دونوں محمدؐ کے ثنا خواں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مجھے عبدالرؤف صاحب کو دیکھنے اور سننے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ انہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ ان کے گھر کا ہر فرد نعت گوئی سے معمور ہے۔ نعت خوانی کوئی عام صنفِ سخن نہیں ہے بلکہ نعت کہنے کے لیے میرے نزدیک لفظوں کا باوضو ہونا ضروری ہے۔

اس موقع پر وقار مانوی صاحب نے منظوم خراجِ تحسین پیش کیا۔

ڈاکٹر نفیس حسن نے اس موقع پر اپنے مضمون کی تلخیص پیش کی جس میں انھوں نے حامد امروہوی کی شخصیت اور نعت گوئی پر اظہارِ خیال کیا اور کہا کہ حامد امروہوی کی نعتوں میں غزل کا سا انداز اور رچاؤ ہے۔

جناب شریف الحسن نقوی نے کہا کہ امروہہ کی سرزمین پر میں نے چھ سال گزارے ہیں۔ میں بھی عبدالرؤف صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور ان کی علمی، ادبی اور مذہبی شخصیت سے بہت متاثر ہوں۔ انھوں نے امریکہ میں حامد صاحب کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہاں کی اکثر محفلوں کا آغاز حامد صاحب کی نعت خوانی سے ہوتا

ہے۔ امریکہ میں حامد صاحب کے مکان پر بہت جلی حروف میں 'نعت کدہ' لکھا ہوا ہے جو ان کی نعت سے بے پناہ وابستگی کا ثبوت ہے۔

ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے نعت کی اہمیت اور فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب کوئی نعت کہتا ہے اور سنتا ہے تو گویا وہ ذکر مقدس میں شریک ہوتا ہے۔ یہ بہت مسرت اور شادمانی کی بات ہے کہ عبدالرؤف صاحب نے جو سلسلہ قائم کیا تھا ان کے بیٹوں نے اس کو آگے بڑھایا ہے۔

جناب متین امروہوی نے منظوم خراج تحسین پیش کیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سلسلہ حمد وثنا کا چلتا رہنا چاہیے
اور بندے کا خدا سے واسطہ کوئی نہیں

دوستو پڑھ کر خیابانِ ارم کو دیکھیے
راستہ خلدِ بریں کا دوسرا کوئی نہیں

جناب خواجہ حسن ثانی نظامی نے کہا کہ میں نے عبدالرؤف صاحب کو دیکھا، سنا اور پڑھا ہے۔ 'خیابانِ ارم' ایک اہم کتاب ہے جو رسولؐ کی مدح پر مشتمل ہے۔ میں اس کی اشاعت کے لیے دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں۔

جناب حامد امروہوی نے مقررین اور حاضرینِ جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور اس موقع پر نعت کے چند اشعار پیش کیے جنھیں بہت پسند کیا گیا:

انؐ کے کرم میں میرا حصہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
منگتا کا داتا سے ناطہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
سایہ نہیں تھا انؐ کا زمیں پر یہ تو دنیا جانتی ہے
لیکن ہم پر انؐ کا سایہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
رنگ بدلتی دنیا میں بھی ہم نے تو یہ دیکھا ہے
ان کا عاشق ان پر شیدا کل بھی تھا اور آج بھی ہے

والد نعت لکھا کرتے تھے میں بھی ہوں مداحِ نبیؐ
حامدؔ میرے گھر میں اجالا کل بھی تھا اور آج بھی ہے

پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے اپنی صدارتی تقریر میں ڈاکٹر خلیق انجم کی جدوجہد اور کارناموں کی ستائش کرتے ہوئے کہا کہ اردو گھر کو ایک باوقار اور فعال ادارہ بنانے میں ان کا غیر معمولی حصہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں امریکہ میں حامدؔ امروہوی سے ملا ہوں وہ ایک بہت ہی اچھے نعت گو شاعر ہیں۔ نعت گوئی کے لیے محبت، عقیدت اور خودسپردگی بنیادی شرائط ہیں اور حامدؔ صاحب کی نعتیں ان شرائط پر پوری اُترتی ہیں۔ بلاشبہ حامد صاحب کے منتخب کلام کے ذکر کے بغیر اردو کی اعلا شاعری کی تاریخ نامکمل رہے گی۔

آخر میں پروفیسر نثار احمد فاروقی نے تمام مقررین اور حاضرینِ جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور اسی کے ساتھ یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

حامد امروہوی حمد باری تعالیٰ اور نعت رسولؐ میں

ڈوبے ہوئے ہیں: قمر علی عباسی

ان کے اشعار میں امروہے کی تہذیب، اپنے رب سے سچی محبت رسول سے عشق ہر لفظ میں نمایاں ہے

حامد امروہوی کا تعلق امروہہ کے ایوان شاعری کے مرکز خانوادہ رؤف سے ہے جس نے سو سال میں تین نسلوں میں اردو ادب کو پانچ شاعر دیے ہیں۔ ان میں مرزا حامد حسین نصف صدی سے زیادہ عرصے سے حامد امروہوی کے نام سے حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبولؐ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ حامد امروہوی امروہہ میں پیدا ہوئے جہاں بچہ پہلی بار بھی روتے ہوئے ردیف کا خیال رکھتا ہے اس لیے حامد بچپن ہی سے امروہوی بن گئے۔ زندگی کے ہر لمحے کو اپنے خالق اور رسالت مآب کی حمد وثنا میں ڈھال دیا۔ ان کے اشعار میں امروہے کی تہذیب روایت اور اپنے رب سے سچی محبت رسول سے عشق ہر لفظ میں نمایاں ہے۔ ان کے مجموعے 'مدحت کے پھول'، 'خیابان ارم'، 'جوئبارِ بخشش' اور 'وسیلۂ بخشش' پڑھنے والوں میں مقبول ہو چکے ہیں۔ مسرت اور خوشی کی بات یہ ہے کہ حامد امروہوی کی بیگم مخفی شاعرہ ہیں۔ امروہہ کے تعلق سے ان کے خون میں بھی شعر گردش کرتے ہیں پچھلے دنوں حامد امروہوی نے ان کی سالگرہ پر دیوان مخفی شائع کرایا۔ اردو کے دامن کو خوش رنگ مہکتے اشعار کا تحفہ دیا ہے۔ حامد امروہوی کا کلام ایک سند کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ ان پر اللہ کا کرم ہے وہ نعت شریف کہتے اپنے خالق کی حمد وثنا کرتے

ہیں۔ بے شک وہی ہر تعریف کا مستحق ہے۔ حامد کے کلام کا تجزیہ مطالعہ کے عنوان سے جو کتاب شائع ہو رہی ہے وہ ایک مکمل دستاویز ہے جس میں حامد امروہوی مخفی امروہوی کے کلام اور فن پر معتبر احباب نے اظہار خیال کیا ہے جو ایک اچھی کتاب کے مطالعے کے شوقین ہیں ان کے لیے ایک نامور تحفہ ہے۔ حامد امروہوی مخفی امروہوی کو اللہ تعالیٰ طویل صحت مند خوشحال زندگی عطا کرے کہ وہ اپنے معبود کی تعریف کرتے رہیں۔

(ہفت روزہ 'اردو لنک' امریکہ)

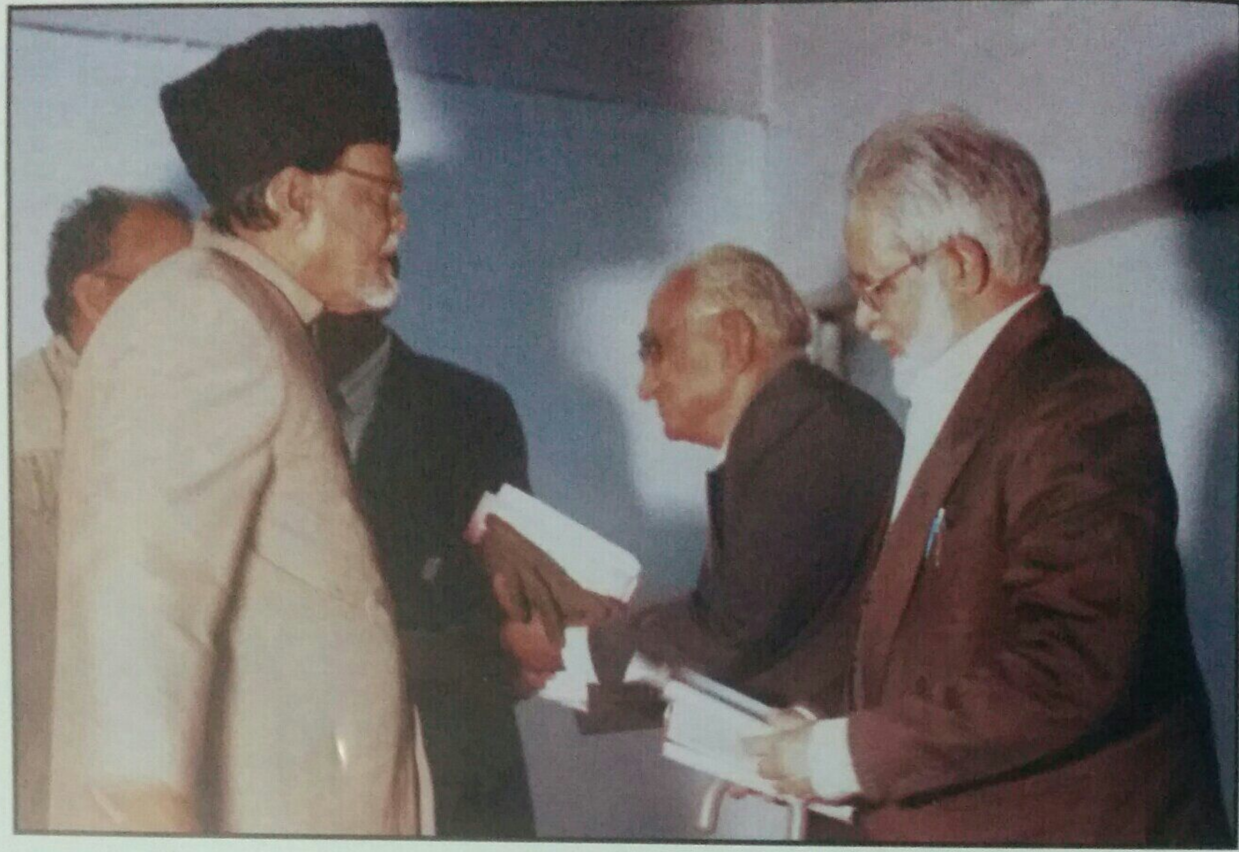

(دائیں سے) حامد امروہوی، پروفیسر جگن ناتھ آزاد اور پروفیسر نثار احمد فاروقی

(دائیں سے) خواجہ حسن ثانی نظامی، ڈاکٹر خلیق انجم اور حامد امروہوی

شکاگو کا ایک یادگار مشاعرہ

اوپر حامد امروہوی کے پانچویں مجموعہ نعت "اس پار سے اس پار تک" کا شکاگو میں رسم اجراء اور مشاعرہ،
ڈاکٹر عبدالحکیم ناظم مشاعرہ، حامد امروہوی، مہمان خصوصی ڈاکٹر اوصاف سعید کونسل جنرل ہندوستان، شکاگو

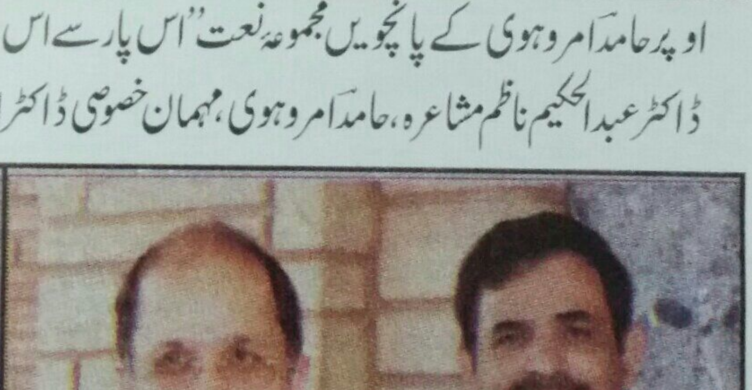

محمد عامر مرزا، ڈاکٹر اوصاف سعید کونسل جنرل ہندوستان، شکاگو

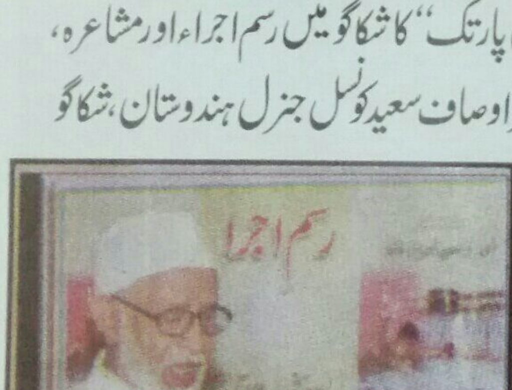

حامد امروہوی

شکاگو کا ایک یادگار مشاعرہ

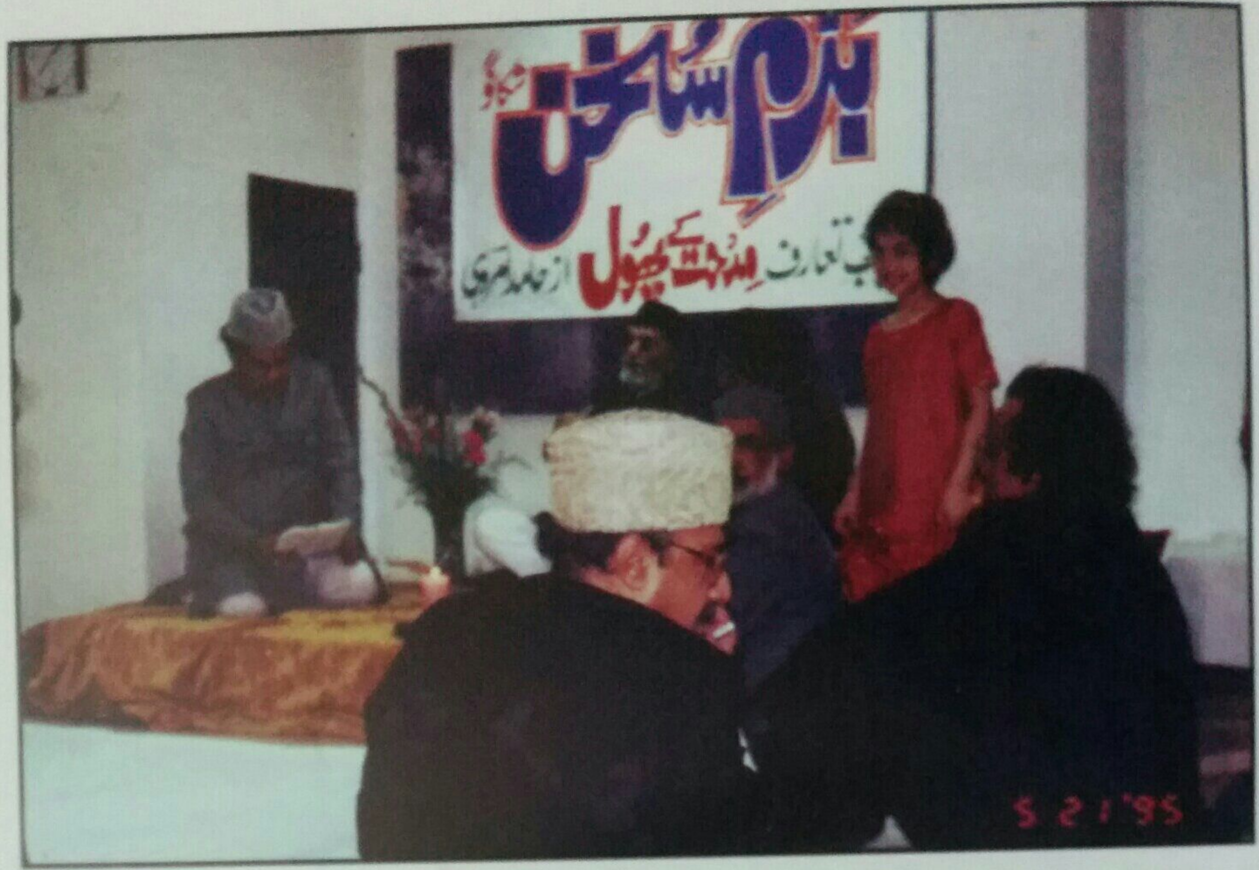

تقریب تعارف ’مدحت کے پھول‘ از حامد امروہوی ’بزم سخن‘ شکاگو
کے زیر اہتمام ایک یادگار نعتیہ مشاعرہ

’بزم سخن‘ شکاگو کی ایک یادگار تصویر

Weekly Urdu Link USA

ہفت روزہ اردو لنک امریکہ

حامد امروہوی حمد باری تعالیٰ اور نعت رسولؐ میں ڈوبے ہوئے ہیں' قمر علی عباسی

ان کے اشعار میں امروہے کی تہذیب، اپنے رب سے سچی محبت رسول سے عشق ہر لفظ میں نمایاں ہے

حامد امروہوی کا تعلق امروہہ کے ایوان شاعری کے مرکز خانوادہ روضہ سے ہے جس نے سو سال میں تین نسلوں میں اردو ادب کو پانچ شاعر دیئے ہیں۔ ان میں وحید مرزا' حامد حسین نصف صدی سے زیادہ عرصے سے حامد امروہوی کے نام سے حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبولؐ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ حامد امروہوی امروہہ میں پیدا ہوئے جہاں بچہ پہلی بار بھی روتے ہوئے ردیف کا خیال رکھتا ہے اس لئے حامد بچپن ہی سے امروہوی بن گئے زندگی کے ہر لمحے کو اپنے خالق اور رسالت مآب کی حمد وثناء میں ڈھال دیا ان کے اشعار میں امروہے کی تہذیب روایت اور اپنے رب سے سچی محبت رسول سے عشق ہر لفظ میں نمایاں ہے ان کے مجموعے مدحت کے پھول خیابان بارم 'جوئبار بخشش اور وسیلہ بخشش پڑھنے والوں میں مقبول ہوچکے ہیں۔ حیرت اور خوشی کی بات یہ ہے کہ حامد امروہوی کی بیگم محسنی شاعرہ ہیں امروہہ کے تعلق سے ان کے خون میں بھی شعر گردش کرتے ہیں پچھلے دنوں حامد امروہوی نے ان کی سالگرہ پر دیوان مخفی شائع کرایا اردو کے دامن کو خوش رنگ مہکتے اشعار کا تحفہ دیا ہے۔ حامد امروہوی کا کلام ایک سند کی حیثیت اختیار کرگیا ہے ان پر اللہ کا کرم ہے وہ نعت شریف کہتے اپنے خالق

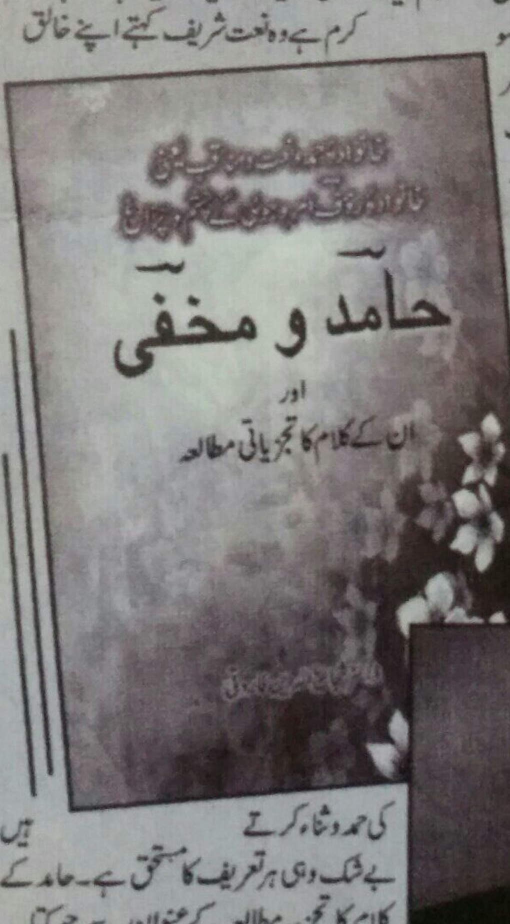

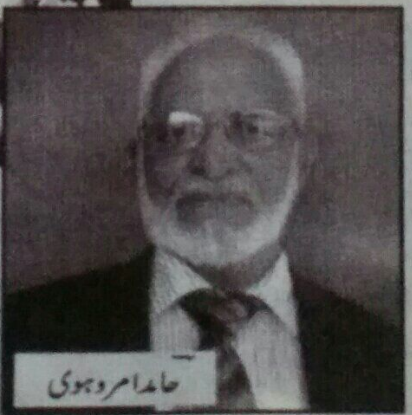

حامد امروہوی

کی حمد وثناء کرتے ہیں بے شک وہی ہر تعریف کا مستحق ہے۔ حامد کے کلام کا تجزیہ مطالعہ کے عنوان سے جو کتاب شائع ہورہی ہے وہ ایک مکمل دستاویز ہے جس میں حامد امروہوی مخفی امروہوی کے کلام اورفن پر معتبر احباب نے اظہار خیال کیا ہے جو ایک اچھی کتاب کے مطالعے کے شوقین ہیں ان کیلئے ایک نامور تحفہ ہے۔ حامد امروہوی مخفی امروہوی کو اللہ تعالیٰ طویل صحت مند خوشحال زندگی عطا کرے کہ وہ اپنے معبود کی تعریف کرتے رہیں۔

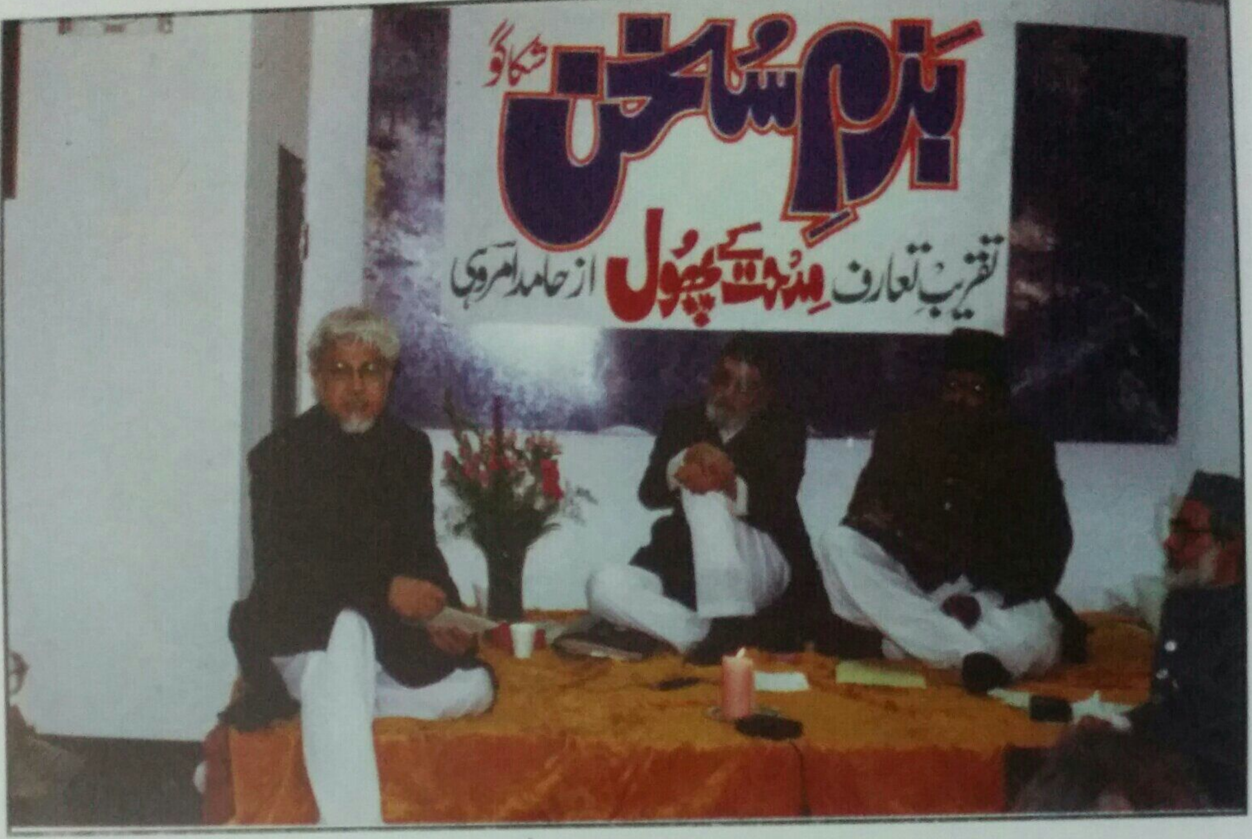

(بائیں سے) عابداللہ غازی، خواجہ ریاض الدین عطش، رشید شیخ (ناظم اعلیٰ "بزم سخن، شکاگو)، حامد امروہوی

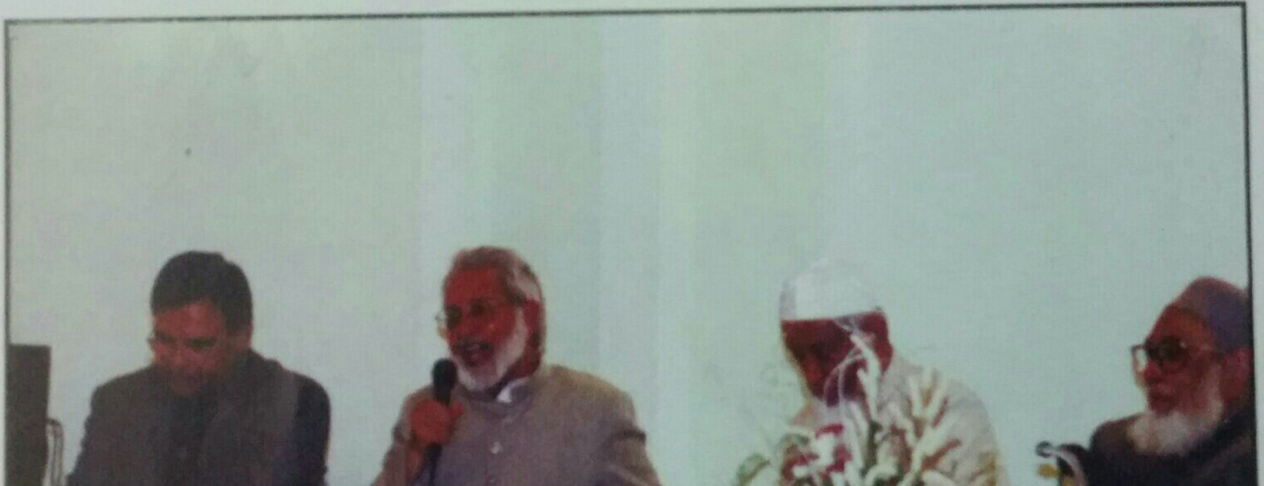

(دائیں سے) حنیف اخگر ملیح آبادی، مولانا جعفر محی الدین قادری، حامد امروہوی اور رند نقوی

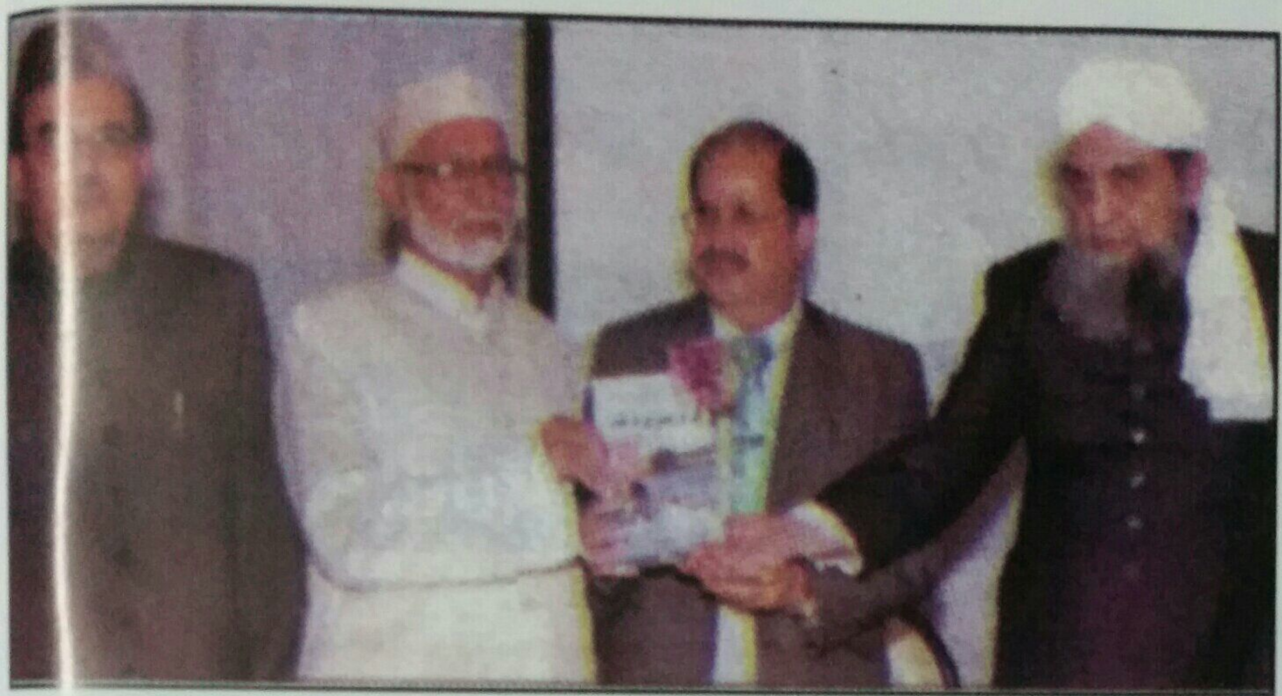

ڈاکٹر اوصاف سعید کونسل جنرل ہندوستان، شکاگو، حامد امروہوی کی کتاب
''اس پار سے اس پار تک'' کا اجراء کرتے ہوئے

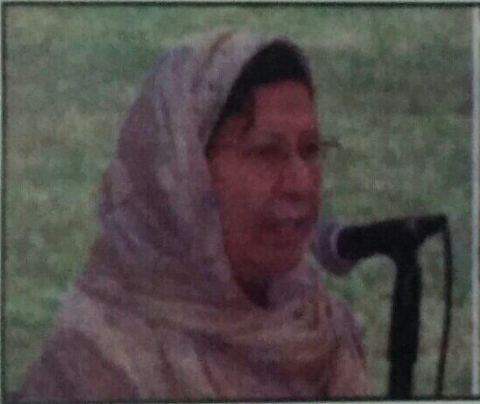

نسیمہ کلثوم صاحبہ

رضیہ فصیح احمد

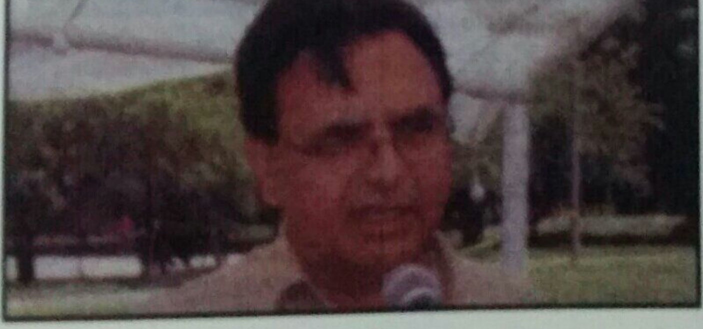

نذر نقوی

سید محمد حنیف اخگر ملیح آبادی
صدر حلقۂ فن و ادب شمالی امریکہ، نیو یارک

نعت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
اور
حامد امروہوی

مرزا حامد حسین حامد امروہوی شعر وسخن کے حلقوں میں نعتیہ کلام کے حوالے سے ایک جانا پہچانا اور معتبر نام ہے۔ ان کا تعلق اودھ کے ادبی مرکز امروہہ سے ہے اور یہ وہاں کے ایک ممتاز و معروف علمی، ادبی اور مذہبی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ اوّل اوّل حامد امروہوی کو اکثر ادبی حلقوں میں غزل گو شاعر کے روپ میں بھی دیکھا گیا لیکن شعر وادب کی دنیا کا یہ سیاح بہت جلد نعتیہ شاعری کی پاک اور مقدس سرزمین میں پہنچ گیا اور یہ سعادت محض حسنِ اتفاق نہیں بلکہ اس کی خاندانی روایت اور میراث ہے۔ اس روایت اور میراث کی تفصیل میں جانے سے یہ مضمون طویل ہو جائے گا لیکن مختصراً یہ کہنا ضروری ہے کہ حامد امروہوی کے والد ماجد حضرت حافظ مرزا عبدالرؤف رؤف امروہوی ایک عاشق رسول اور ایسے نعت گو شاعر تھے جن کے گھر 1923 سے آج تک ہر جمعہ کو نماز جمعہ سے نماز عصر تک محفل نعت بلا ناغہ منعقد ہوتی رہی۔

حامد امروہوی کا پہلا مجموعہ کلام 'مدحت کے پھول' پر جناب شمیم جے پوری، جناب سرفراز عثمانی، پروفیسر نثار احمد فاروقی اور خواجہ ریاض الدین عطش جیسے محترم و مقتدر اہل قلم اظہار خیال کر چکے ہیں کہ ''ان کے کلام میں فن کا پورا التزام ہے۔'' ''زبان و بیان سادہ اور بے عیب ہے'' اور یہ کہ ''انھوں نے نعتیہ شاعری میں بھی ایک جداگانہ طرز کی

بنیاد رکھی ہے جس میں ردیف اور قافیہ کی انفرادیت نمایاں نظر آتی ہے۔'' جن حضرات نے حامد امروہوی کی نعتیہ شاعری کی فنی خصوصیات اور زبان و بیان پر اظہار رائے سے عمداً گریز کیا ہے انھوں نے بھی دوسرے حضرات کی طرح یہ ضرور کہا ہے کہ ان کا کلام دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز اور حب رسولؐ کے جذبات کا مظہر ہے۔ میرے خیال میں نعت کہنے کے لیے بنیادی طور پر یہی جذبات لازم ہیں۔

اکثر یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ اچھے انسان اور اچھے فن کار کی نشاندہی اس کے کلام سے ہوتی ہے۔ میں بہرحال غزل کے معاملہ میں یہ نظریہ رکھتا ہوں کہ انسانی جذبات اور تخیلات کی رو ہمیشہ بحر تغزل میں یکساں طور پر باقی نہیں رہتی بلکہ جذبات، وقت، ماحول، اور مختلف واقعات زندگی، معاشی اور معاشرتی حالات سے متاثر ہو کر تبدیل بھی ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا کسی فن پارے کی بنیاد پر کسی فن کار کے برتر ہونے کا اور بہتر ہونے کا اندازہ ہمیشہ بالکل صحیح نہ ہو ایسا بھی ہوسکتا ہے لیکن جہاں تک نعت کا تعلق ہے کوئی شاعر صرف اُسی وقت اپنی پاکیزگی خیال کو اس معراج تک اللہ کی دی ہوئی توفیق سے پہنچا سکتا ہے جب معبود حقیقی اور خالق کل اس کی شاعرانہ عظمت کو وقارِ انکساری، اس کی فکر کو شرفِ تسلیم و رضا اس کے کردار کو سعادتِ سلامت روی اور حوصلہ کو ثابت قدمی سے ہمکنار کردے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت اس کی دل کی دنیا کو اور ان کا ذکر لفظوں کی سطح اور معانی کو نئی بلندیاں عطا کردے۔

البتہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شاعر کسی عام انسان کی تعریف و توصیف اس کے حق اور اس کے ظرف سے سے زیادہ کردے یعنی ایسی تعریف جس کا وہ عام انسان مستحق نہ ہو تو شاعر کے شعور اور ارادے کے بغیر بھی وہ تعریفِ دربارِ رسالت کا رخ کرتی ہے۔ اس تناظر میں ذرا غالبؔ کا یہ شعر دیکھیے۔ اور بغور پڑھیے:

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں اپنی عقیدت کا اظہار کرنے والا ہر

شخص اس شعر کو نعت کا شعر قرار دے کر پڑھ سکتا ہے حالانکہ غالبؔ نے تو یہ شعر سب جانتے ہیں کہ کس کے لیے کہا تھا۔ لیکن جس شاعر کو عمداً نعت کہنے کی توفیق عطا ہوتی ہو اس کی تو پوری ذات اس کارِ خیر میں پوری لگن اور شوق بلکہ عشق عام سے بھی زیادہ قوی تر جذبۂ حب رسول کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہوتی ہے۔ چنانچہ نعت گوئی اور حمد گوئی سے بہتر شاعری کی عمدگی اور شاعر کی برگزیدگی کا اور کوئی معیار نہیں۔ نعتیہ شاعری میں اگر کہیں عروض کی یا کسی اور قسم کی فنی خامی ہو بھی تو وہ جذبہ کی پاکیزگی اور فکر کی طہارت اور بہ حیثیت مجموعی شاعر کی انسانیت اور اس کی وہ حیثیتِ عالی جو اس کو ختم الرسلؐ کی مدح سرائی نے عطا کی ہوشمہ برابر متاثر نہیں کرسکتی۔ نعت میں اللہ کی سب سے بڑی نعمت یعنی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف ہوتی ہے۔ اور اس میں اس نعمتِ عظمیٰ کے نازل کرنے والے کا شکر بھی بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔ حمد میں تو اللہ کی تعریف بلاشرکتِ غیرے کی جاتی ہے مگر نعت رسولؐ میں اللہ کی حمد شامل ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی کے بندے اور اسی کی طرف سے انسانیت پر سب سے بڑا احسان ہیں۔ حبّ رسول کی نعمت جس سلیم الطبع کو میسر ہوتی ہے وہ شرک کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ وہ حبِ رسول میں سرشار ہونے کے باوجود فاطر العقل نہیں ہوتا وہ شرک سے دامن کو بچاتا ہے اور حبّ رسول کی وجہ سے خاص طور پر بچاتا ہے۔

حامدؔ امروہوی کا یہ دوسرا مجموعہ نعتیہ کلام 'خیابانِ ارم' بھی سراسر حب رسول پر مبنی ہے اور اس معاملہ میں مہارت فن کی تلاش، نقد و نظر کی چناں وچنیں اور پیراہن کی قطع و برید قطعاً غیر اہم بلکہ محض اظہارِ کمزوریِ عقیدت کہلانے کی مستحق ہوگی۔ نعت گو شاعر تو اپنے نذرانۂ عقیدت اور دلی محبت کا اظہار لفظوں کو شعر کی شکل میں مرتب کرکے کرتا ہے۔ حامدؔ امروہوی کے اس مجموعہ کلام کی قبولیت کا تعلق بتوسط نبی آخرالزماںؐ بارگاہِ رب العزت سے ہے اور اسی قبولیت کے صدقے قارئین میں اس کی مقبولیت متوقع ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کس نعت گو کا کون سا نذرانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش کرنا اللہ کو پسند آتا ہے اور وہ اس کو شرف قبولیت بخشتا ہے اس عمل میں ایک نعت گو شاعر کا

دوسرے نعت گو شاعر سے موازنہ کرنا یا ایک کو دوسرے پر فوقیت دینا ہمارے لیے ہرگز ہرگز مناسب نہیں۔ رسول اللہ کی مدح کا ہر لفظ اور ہر شعر خواہ وہ حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ جیسے کسی عظیم شاعر کا کارنامہ ہو، محسن کاکوروی کی کوشش ہو۔ امیر مینائی کی ریاضت ہو یا حامد امروہوی کی جدوجہد سے متعلق ہو لائق تحسین وستائش ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ میرے خیال میں حامد امروہوی نے بڑی محبت اور نہایت احتیاط سے نعتیں لکھی ہیں اور اللہ کی وحدانیت اور یکتائی کو ہمہ وقت مدنظر رکھا ہے۔ بندہ اور رسول کو نعت میں نعوذ باللہ معبود نہیں بنا دیا ہے۔ یہ احتیاط حامد امروہوی کی نعتوں کا بہت اہم وصف ہے۔

میں عمداً یہاں حامد امروہوی کی کسی نعت کا کوئی شعر محض اپنی پسندیدگی کے اظہار یا اپنی رائے کی دلیل میں نقل نہیں کر رہا ہوں۔ اس لیے کہ کسے معلوم کہ بارگاہ رسولؐ اور بارگاہ خداوندی میں کس نعت کے کس شعر کو کیا شرف قبولیت عطا ہو اور کیا منصب نصیب ہو۔ عین ممکن ہے کہ ہم جس شعر کی اہمیت اور اس کے پیچھے جن جذبات عقیدت و محبت کو سمجھنے سے قاصر ہوں وہی دراصل بلند ترین قرار پائیں۔

پس 'خیابانِ ارم' آپ کے سامنے ہے۔ جتنی جتنی نعتیں جتنی جتنی بار چاہیں پڑھیں۔ ثواب حاصل کریں اور مصنف اور ان کے آبا و اجداد، ازواج و اولاد، احباء و اعزاء اور اساتذہ کے حق میں دعائے خیر فرمائیں اور اس حسن عمل میں تمام قارئین کرام زیادہ سے زیادہ احباء و ارفقاء کو شریک کریں۔ راقم الحروف بھی انشاء اللہ آپ کا ساتھ دے گا۔ جزاک اللہ فی الدارین خیراً۔

محمد قمرالحسن قادری قمؔر بستوی
بانی وصدر، بزم حسان انٹرنیشنل نعت اکیڈمی، ہوسٹن، ٹیکساس، امریکہ

شعری وراثت کا ایک خانوادہ!

غالباً یہ میرؔ انیس نے کہا تھا:

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیرؓ کی مداحی میں

حاؔمد امروہوی صاحب کے خانوادے پر یہ شعر صادق آتا ہے۔ اُن کے والد ماجد حافظ عبدالرؤف مرحوم نے ''پرورش لوح وقلم'' کی بنیاد کیا ڈالی کہ چار نسلیں فیضاب ہورہی ہیں۔ پورا گھر کا گھر شعریات میں غرق ہے۔ اور وہ بھی کس صنف سخن میں؟ جو آبروے سخن ہے اور جان سخن ہے:

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں، شرح والشّمس وضحیٰ کرتے ہیں
ان کی ہم مدح وثنا کرتے ہیں، جن کو محمود کہا کرتے ہیں

(امام احمد رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ)

کتنے خوش نصیب ہیں وہ حضرات جن کا قلم وصف رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہوتا ہے اور جن کی فکری ارتقاء گنبد خضریٰ کی مشک بار فضاؤں میں سیاحت کررہی ہوتی ہے۔ میرے ایک دوست کہنے لگے ''میں اس کو شاعر نہیں مانتا جس کے قلم سے کبھی نعت کا کوئی شعر نہ لکھا گیا ہو، بات تو ہے بھی یہی کہ:

دہن میں زباں تمھارے لیے بدن میں ہے جاں تمھارے لیے
ہم آئے یہاں تمھارے لیے اٹھیں بھی وہاں تمھارے لیے

(امام احمد رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ)

جناب حامد امروہوی صاحب نے شکاگو سے ایک بار پھر اپنی محبتوں کے خوشبودار جملوں کی بوچھار کردی کہ اب آپ کو ایک بار پھر زحمت کرنی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے:

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

حافظ عبدالرؤف صاحب رؤف امروہوی کے حالات پڑھنے سے ان کی شخصیت کا اندازہ ہوا۔ حضور سید کونین، جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کرم سے جن کی طلبی یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بہت بڑی بات ہے۔ حافظ صاحب کی زندگی کو نئی ترنگوں سے ہمکنار کرنے والے وہ خدارسیدہ، عارف باللہ جناب حمایت اللہ قطب امروہوی علیہ الرحمۃ ہیں۔ میرے نزدیک اِن کی ساری کامیابیاں حضرت قطب صاحب کی رہین منت ہیں۔ اور پھر بزم نعت کی نوید تو انہیں کا عطیہ ہے:

''جاؤ تمھاری تفریح کا سامان ہوگیا، اور جب تک زندہ ہو تفریح کئے جاؤ۔ اوراب تفریح کے لیے تمھیں کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں''

(سرمایۂ رؤف امروہوی ص 471-470)

شعری نشستوں کا طویل ترین دورانیہ:

یوں تو شعری نشستوں کا انعقاد کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ ایسی نشستیں ہوتی رہتی ہیں۔ مگر اس تسلسل، اہتمام اور دل چسپی کے ساتھ شاید کہیں ہوں۔ میری نظر میں ایسا نہیں ہے۔ اور وہ بھی ہر جمعہ کو۔ یعنی ہر ہفتے۔ جناب حامد صاحب نے بتایا کہ:

''ہفتہ دار نشست کو تقریباً نوے (90) سال ہونے جارہے ہیں''

اگر اس تخمینے کو پھیلایا جائے تو اب تک اس کی چار ہزار تین سو بیس (4320) نشستیں ہوچکی ہیں۔ یہ بذات خود ایک تعجب خیز امر ہے۔

بزم کے ابتدائی مراحل پر نظر ڈالتے ہوئے رؤف امروہوی صاحب خود رقمطراز ہیں:

''جمعہ کے دن جب میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر گھر آیا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت چادر بچھی ہوئی ہے اور وہ دونوں حضرات (محمود علی اور چھدّا) اپنے مشغلہ میں مصروف ہیں۔ چھالیوں کا بٹوہ اور پانوں کی ڈبیہ سامنے رکھی ہوئی ہے اور یہ نعت شریف:

''لو خبر جلد یا نبی دل کی''

زیرِ مشق ہے۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی مصروفیت کے بعد دونوں رخصت ہو گئے۔ اگلے جمعہ کو پھر یہی منظر دیکھا، اس سے اگلے جمعہ کو بھی یہی صورت نظر آئی۔ (سرمایہ رؤف امروہوی ص 472-471)

شوق و لگن اور عشق کی جب فراوانی ہوتی ہے تو منزلیں خود سامنے آجایا کرتی ہیں۔ کل کی ابتدائی بزم کے بارے میں کسی کے سان و گمان میں بھی نہ رہا ہوگا کہ آج شروع ہونے والی یہ بزم تاریخ نعت گوئی و نعت خوانی میں اپنی مثال آپ ہو جائے گی۔ جس کا دورانیہ تقریباً ایک صدی کو محیط ہو جائے گا۔

محترم جناب حامد امروہوی صاحب نے یہ بھی انکشاف کیا کہ والد ماجد سے پہلے ہمارے گھر میں کوئی شاعر نہیں تھا بلکہ یہ روایت والد صاحب مرحوم ہی سے شروع ہوئی۔ گویا رؤف امروہوی صاحب نے اپنے حسن عمل اور جذبۂ صادق سے ایک پودا لگا دیا تھا۔ جو ایک ایسا تناور درخت ہوا جس کے سائے دور دور تک پھیل گئے۔ اور یہ فیض بھی اسی بزم نعت کا ہے جس نے رؤف امروہوی کے پورے کنبے کو شعر فہمی اور شعر گوئی کا شعور عطا کر دیا۔ اور اب تک تین نسلیں اس رودِ کوثر سے فیضاب ہو چکی ہیں۔ بڑی مشہور مثال ہے کہ ''چراغ سے چراغ جلتا ہے:

یک چراغی ست دریں بزم کہ از پرتو آں
ہر کجامی نگری انجمنی ساختہ اندر

اور اس چراغ الفت کا عکس اب تک دیار ہندی کی سرحدوں میں محصور تھا مگر اب اس کی ضو پاشی سے بیرون ملک بھی مستفید ہو رہا ہے۔ اگر ''انجمن یادگارِ رؤف'' کی

صدائے دل نواز وطن مالوف میں گونج رہی ہے تو ''زیمس ہوپ'' (Zems Hope) کی نغمہ ریزیوں سے امریکہ بھی فیضاب ہو رہا ہے۔ اگر ساجد اور سیفی امروہہ کی بزم میں روح پھونک رہے ہیں تو حامد صاحب شکاگو کی بزم میں جان ڈالے ہوئے ہیں۔ ذرا اس سلسلے پر نظر ڈالئے:

(1)	جناب رؤف امروہوی	والد
(2)	جناب سیفی امروہوی	بیٹے
(3)	جناب حامد امروہوی	بیٹے
(4)	جناب ساجد امروہوی	بیٹے
(5)	جناب زبیر بن سیفی امروہوی	پوتے
(6)	جناب اظہر شہاب بن زبیر امروہوی	پرپوتے

اس فہرست پر نظر ڈالنے سے محسوس ہوتا ہے کہ جناب رؤف امروہوی سے لے کر پرپوتے تک کا یہ شعری سفر یقیناً اُسی بزم کی دین ہے جو 1923 میں شروع کی گئی تھی۔ پھر اس کا روحانی فیض وارثِ نسلوں تک منتقل ہوتا رہا''

بزم نعت سے مشاعرہ تک:

پھر 1984 سے اس نعتیہ نشست میں وسعت پیدا کر کے مشاعرے کے اسٹیج تک لایا گیا۔ تو اس کو بھی قائم ہوئے اس وقت 2015 میں کوئی 31 سال ہونے جا رہے ہیں۔ میرے خیال میں نعتیہ اردو شاعری کا یہ بہت بڑا کام ہوا ہے۔ اس کو بھرپور انداز میں شہرت دی جانی چاہئے اور اس کا مہتم بالشان جشن بھی منایا جانا چاہئے۔ یقیناً تاریخ نعت کے حوالے سے اردو زبان کا نہایت عظیم الشان کارنامہ ہے۔

مشاعروں کی تفصیلات تو ان حضرات کے پاس محفوظ ہوں گی جو اس کی ترقی میں شب و روز کوشاں ہیں۔ البتہ میرے سامنے دو مشاعروں کا ایک اجمالی خاکہ ہے جو سن 2005 اور سن 2009 میں منعقد ہوئے۔ اول الذکر مشاعرے میں شرکاء کی تعداد کوئی 29 ہے جبکہ

موٴخرالذکر میں شرکاء کی تعداد 25 ہے۔اس میں نو آموز سے لے کر کہنہ مشق اساتذہ سبھی لوگ شامل ہیں۔لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں زیادہ تر شعراء امروہہ کے ہیں۔ باہر کے بہت کم ہیں۔ جناب حامد امروہوی صاحب نے ''ذریعۂ بخشش'' میں ان دونوں مشاعروں کا ذکر کیا ہے۔اور بقول ''حامد'' صاحب کہ:

''ان شاء اللہ تعالیٰ ہم یکے بعد دیگرے شاعروں اور مشاعروں کا ذکر کریں گے اور اُن کو کتابی مشکل میں لائیں گے'' (گفتگو بذریعہ ٹیلی فون)

چونکہ یہ مشاعرے طرحی ہوا کرتے ہیں اس لیے اس کی افادیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ ایک ہی زمین پر ندرت بیانی کا جوہر جگانا ہوتا ہے۔تو اشعار اچھے ہوتے ہیں۔

میں یہاں تفصیل میں نہ جا کر صرف خانوادۂ رؤف کے شاعروں کے دو دو اشعار نقل کر کے اکتفا کرتا ہوں۔

نمونہ کلام

(1) رؤف امروہوی:

میرے مولیٰ مجھے آنکھیں جو عنایت کی تھیں
اپنے محبوبؐ کا روضہ بھی دکھایا ہوتا

جالیوں کو تھام کر کچھ ہم بھی کرتے عرض حال
ہم بھی اپنا بخت اک دن آزما کے دیکھتے

دیکھتے جس جس طریقہ سے بھی ہوسکتا رؤف
دور جا کر دیکھتے نزدیک آ کر دیکھتے

یہ سوچ کر ہی مدینے مجھے بلا لیتے
کہ خار کی بھی ضرورت ہے گلستاں کے لیے

(2) سیفؔی امروہوی

میں نے سرکار کے بارے میں جو چاہا لکھنا
تو قلم بولا کہ پہلے مرا سجدہ لکھنا

تھک گئی آ کے یہاں لفظوں کی ہمت سیفؔی
غیر ممکن ہی رہا نور کا حلیہ لکھنا

(3) حامؔد امروہوی

انؐ کی رحمت مری بگڑی کو بنا دیتی ہے
اِس سے پہلے کہ مری بات زباں تک پہنچے

بے مثال آپ ہیں بے نظیر آپ ہیں
آپؐ سا اور کوئی کہاں مصطفےٰؐ

(4) ساجؔد امروہوی

ارباب عقل و ہوش کا کعبہ تری گلی
دیوان گانِ عشق کا قبلہ تری گلی

باعث خلقتِ کُل پیکر انوارِ خدا
کتنا دشوار ہے آقا کا سراپا لکھنا

(5) زبیؔر امروہوی (ابن سیفی)

اُن کا رخ کیسا ہے، قد کیسا ہے، زلفیں کیسی؟
ہمیں آتا ہی نہیں اُن کا سراپا لکھنا

نبیؐ ہیں مرکز محور عباداتِ الٰہی کے
رہیں گے مرتے دم تک ہم اسی محور سے وابستہ

(6) اظہر شہاب (ابن زبیر)

نکہتوں کے قافلے آئے تو اندازہ ہوا
آج گزریں گے مرے آقا اِدھر ہوتے ہوئے

عین ممکن ہے کہ آقا کی عنایت کے طفیل
میں پہنچ جاؤں وہاں بے بال و پر ہوتے ہوئے

خانوادۂ رؤف کے یہ وہ افراد ہیں جنھوں نے سخن پروری اختیار کی اور اپنے مورث اعلیٰ کی قدروں کو باقی رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے عشق کی یہ وابستگی کا سلسلہ آگے کی نسلوں تک جاری رہے گا۔

ڈاکٹر توفیق انصاری احمد
شکاگو۔امریکہ

نعت نبیؐ، نعت گوشعراء

شکاگو میں مدحت کے پھول کی رسم اجراء

اَلْحمدُ لِلّٰہِ ربّ العالمین! وَالصَّلٰوۃ اَلسّلامُ علٰی سَیّد اَلانبیاء وَالمُرسَلیِن۔

1. مری انتہائے نگارش یہی ہے ترے نام سے ابتداء کررہا ہوں

2. بَلغَ العُلٰے بِکمالِہ کَشفَ الدُّجیٰ بجمالِہٖ
حسُنت جمیع خِصالہ صَلوّا علیَہ وآلہٖ

(سعدی شیرازیؒ)

یاصَاحِبَ الجمال ویاسّید البشر
من وجھک المنیرِ لقد نُورَّ القمر

لایُمکنَ الثناءُ کَما کَانَ حقّہ
بَعدازخد ا بزرگ، تَوی قصہ مختصر

(حافظ شیرازیؒ)

اَمنتَ مَولائی نِظامُ الکائنَاتِ یا رسَولؐ
اَنتُ رُوحُ القُدس قسّامُ الحیات یا رَسُولؐ

صاحِب المعٰراج، والبُرّاق، وانشَقُ القمرْ
افتخارُ العَبد، مَقصودُ الصِّفاتِ یارَسُولؐ

ھزار بار بشوئم زباں بہ مُشک وگلاب
ھنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی ست

(حضرت قدر عریضیؒ)

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

(غالبؒ)

غالب ثنائے خواجہ ہے اللہ کے سپرد
بس وہ ہی جانتا ہے محمدؐ کا مرتبہ

(مصنف)

بہ مصطفےٰؐ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اونہ رسیدی تمام بولہبی است

(اقبالؒ)

اطاعت ہی میں پوشیدہ ہے سارا راز طاعت کا
اُسی طرح عمل کر، حکم فرماتا ہے رب جیسا

(مصنف)

وَرَفعنَا لَکَ ذِکرک'' کا ہے سایہ تجھ پر''
بول بالا ہے ترا، نام ہے اونچا تیرا

(حضرت رضا بریلویؒ)

کعبے کے بدرالدُجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

(حضرت رضا بریلوی)

نعت کا لفظ، عربی زبان کا اسم مونث ہے، جس کے لغوی معنی، مدح، ثنا، تعریف وتوصیف ہے۔ اور یہ لفظ خصوصی طور پر رسولِ مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ''مدحیہ اشعار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ نعت نبیؐ کا مقصد، آپؐ کی ذاتِ مبارکہ، آپؐ کے حسنِ اخلاقؐ، آپؐ کی صورتؐ وسیرتؐ، آپؐ کی تعلیمات، آپؐ کی حیاتؐ، اور آپ کی شخصیت کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لینا، اور قدم قدم پر احترام واحترام

کے ساتھ، آپؐ سے اپنے قلبی و ذہنی لگاؤ اور سچے عشق و محبت کا اقرار و اظہار ہے۔
نعت گوئی، ایک عطیہ خداوندی ہے، اور پھر اس عطیۂ خداوندی کے طفیل، نعتؐ کا کوئی شعر، کوئی مصرعہ، یا کوئی لفظ بھی، بارگاہ رسالتؐ میں، قبول ہو جائے تو پھر ایسی نعتؐ کا کیا کہنا خوش نصیب ہے وہ نعتؐ گو، جس نے ایسی مقبول نعتؐ گوئی کی اور اُس کو ایسا امتیاز نصیب ہوا۔ شاعر ہونا ایک الگ بات ہے، مگر شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھا اور مقبول نعت گو شاعر ہونا بڑی بات ہے۔ یہ دولت جس کے حصہ میں آجاے وہ یقیناً دولت مند ہے:

سب کو مل سکتی نہیں، نعت نبیؐ کی دولت
نعمتِ خاص ہے، مدَح شہ ابرار کا شوق

(قدر عریفیؒ)

نعت نبیؐ کے شوق کی ابتداء پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شوق ابتداً سرزمین عرب سے شروع ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متاثر ہو کر عربی شعراء نے آپ کی محبت میں نعتیہ اشعار اور قصائد لکھے جو عہد نبویؐ میں مشہور و مقبول ہوئے۔ مدینہ میں، آپؐ کی آمد کے موقعہ پر عورتوں اور بچوں نے خوش ہو کر نعتیہ ترانے گائے اور پھر فتح مکہ کے موقع پر اسی طرح اللہ کی وحدانیت اور آپؐ کی رسالتؐ کے اعتراف میں حمدیہ و نعتیہ اشعار پڑھے گئے۔ عہد رسالتؐ میں، کئی ایک عربی شعراء نے، نعتؐ کے میدان میں طبع آزمائی کی اور اُن کو، اُن کے درجات کے مطابق، دربارِ رسالتؐ میں، باریابی کا شرف حاصل ہوا مگر ان سب میں حضرت حسان بن ثابتؓ کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ حضور اکرمؐ نے آپ کو منبر پر چڑھا کر بہ نفس نفیس خصوصی طور پر، آپ کی لکھی ہوئی نعتؐ سماعت فرمائی۔ ایسی خوش نصیبی، شاید ہی، کسی نعت گو یا نعت خواں کو نصیب ہوئی ہو۔
حضرت حسانؓ کے نقشِ قدم ''نعت کا راستہ متعین کرتے ہیں:

رہبر کی رہِ نعتؐ میں گر حاجت ہو
نقشِ قدمِ حضرتِ حسانؓ بس ہے

(حضرت رضا بریلویؒ)

نعت گوئی کا فن، ایک مشکل فن ہے۔ اس فن میں حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اظہار حقیقت اور جذبۂ عشق و محبت کی ازحد ضرورت ہے۔ کمال احتیاط لازم ہے کہ کہیں غلو اور بے ادبی کا پہلو نہ نکل جائے اور کوئی ایسی ویسی بات زباں پر نہ آجائے جس میں کسی گستاخی کا ہلکا سا عنصر بھی شامل ہو۔

رسالت مآبؐ کا نام مبارک زبان پر لانے سے پہلے، ہزار ہا بار زبان کی صفائی کے ساتھ، دل کی پاکیزگی اور خیالات کی ہم آہنگی بہت ضروری ہے تاکہ جو لفظ آپؐ کی شان میں زبان سے نکلے وہ آپؐ کے شایانِ شان ہو۔ ورنہ خاموشی ہی بہتر ہے۔ اسی بات کو شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ناواقفِ مقامِ ادب بس خموش رہ!
تیری زبان! اور رسولؐ خدا کا نام

(شاہد الیافعیؒ)

نعتؐ، درحقیقت ایک ایسی صنفِ سخن ہے جس میں طبع آزمائی کر کے نعت گوئی کا حق ادا کرنا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب خود اپنے محبوبؐ کی مدحت کی ہے تو پھر کوئی بندۂ بھلا کہاں اس کی برابری کر سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا میدان ہے جس میں بندہ اپنی کم مائیگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی صلاحیت اور توفیق الٰہی کے مطابق کوشش کر سکتا ہے۔ مگر نعتؐ کی حقیقی معراج بہر صورت اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے درمیان مخفی ہے۔ مدحتِ رسولؐ کا حق ادا کرنا حقیقتاً ممکن نہیں۔

حضرت رضا بریلویؒ کیا خوب فرماتے ہیں:

اے رضا، خود صاحبِ قرآں ہے مداحِ رسولؐ
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسولؐ اللہ کی

ایک اور مقام پر شاعر حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعتراف کرتا ہے:

میں نغمہ نعتِ نبی کا گاؤں، زبان ایسی کہاں سے لاؤں؟
سرودِ ذکر رسولؐ چھیڑوں میں تان ایسی کہاں سے لاؤں؟

(سعید صدیقی)

اور ایک دوسرے مقام پر شاعر نعت کہتے ہوئے، نعتؐ اور حمد کی باریک سرحد، یوں متعین کرتا ہے:

خدا تیرا خدا ہے، تو خدا کا پاک بندہ ہے
خدا تو ، تو نہیں، نور خدا ، ظلّ خدا توؐ ہے
تریؐ تعریف میں جتنا پڑھیں، سب تجھ کو شایان ہے
فقط اک ناروا یہ ہے کہ یوں کہیے ''خدا توؐ ہے

(حضرت رضا بریلویؒ)

نعت سرورِ کونینؐ کے سلسلہ میں احتیاط کے ساتھ، ادب کو ملحوظ رکھنا لازم ہے:

نذر یہاں دینی ہے ادب سے' سانس یہاں لینی ہے ادب سے
یہ ہے مقام مدحتِ سرور، صلی اللہ علیہ وسلمؐ

(حضرتِ قدر عریفیؒ)

یاد سرور کائناتؐ کا لطف ہی کچھ اور ہے
یہ اُن سے پوچھیے جنھوں نے اپنے نبیؐ کو دل سے یاد کیا ہے

استادِ محترم، حضرت علامہ قدر عریضیؒ کے عشق نبیؐ سے سرشار اور یاد نبیؐ کی دولت سے مالا مال کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیے:

لیتی ہے خواب میں بھی مزے قلب کی زباں — لذت ہے ایسی یاد رسالت مآبؐ میں
نبیؐ کی یاد کا احساں نہیں تو، کچھ بھی نہیں — حیاتِ قلب کا ساماں نہیں تو، کچھ بھی نہیں
وہ دل نہیں کہ، نہ ہو جس میں دردِ حُبِ رسولؐ — وہ بحر جس میں کہ طوفان نہیں تو کچھ بھی نہیں
جینے میں آرہا ہے مجھے اُس قدر مزہ — یاد آرہے ہیں، آپؐ مجھے جس قدر حضورؐ
میں ہر دم پارہا ہوں زندگانی — نبیؐ کی یاد کا ایسا کرم ہے
تصرف ہے یقیناً یہ نبوتؐ کی نگاہوں کا — عجم میں جو عرب کے دیدہ ورؐ کی یاد آتی ہے

یقیناً یہ حضور رحمت للعالمین کی ذات گرامیؐ کا صدقہ ہے کہ نعتِ نبیؐ عرب سے ہوتی ہوئی ایران پہنچی۔ ایران سے ہندوستان آئی اور پھر ہندوستان سے سارے عالم میں

پھیل گئی۔ فارسی ادب میں کئی ایک نامور نعت گوشعراء شامل ہیں جن میں حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ کا نام قابل ذکر ہے کہ آپ کی لکھی ہوئی نعتیں دربار رسالت میں بہت مقبول ہوئیں اور جامیؔ کو تقرب خاص حاصل ہوا۔

اسی طرح عربی کے قصیدہ بردہ شریف کو نہ صرف عرب بلکہ عجم میں بھی لازوال شہرت حاصل ہوئی۔ قصیدہ کے مصنف حضرت امام بصیریؒ کو حضورؐ سے خلعتِ خاص حاصل ہوئی اور اس قصیدہ کے ورد سے خیر وبرکت کا ایک نیا باب کھل گیا۔

جس طرح حضرت عشقیؒ کا لکھا ہوا عربی کا نعتیہ سلام ''یا شفیع الوریٰ سلام علیک'' بہت مشہور ومقبول ہے اسی طرح حضرت امام احمد رضا خاں فاضلؔ بریلویؒ کا لکھا ہوا اُردو کا نعتیہ سلام: مصطفیٰؐ جان رحمتؐ پہ لاکھوں سلام'' بڑی شہرت ومقبولیت کا حامل ہے۔

اُردو ادب کی نعتیہ شاعری میں، نعتؐ گوشعراء نے نئی نئی ترکیبوں کے ساتھ، نئے نئے مضامین باندھے اور سرکار دو عالمؐ سے اپنے عشق ومحبت کو کچھ اس انداز سے پیش کیا کہ نعتیہ اشعار عقیدتؐ کی سدا بہار خوشبو سے مہکنے لگے۔

میری محدود معلومات وتحقیقات کے مطابق، امریکہ کے ممتاز شہر شکاگو میں 'محافل نعتؐ کا سلسلہ، نعتؐ خوانی نعتؐ کی صورت میں، تقریباً پچھلے بیس سال سے جاری ہے۔ نعتیہ محافل میں' اہل دل واہل عقیدت کی خصوصی شرکت ہوا کرتی ہے اور وہاں تسکین قلب وروح کے سامان میسر آتے ہیں ان مخصوص محافل کے علاوہ، میلاد النبیؐ، سیرت صحابہؓ، اور دیگر مذہبی جلسوں میں نعتؐ گوئی، نعتؐ خوانی اور سلام ومنقبت کا سلسلہ رہتا ہے۔ شکاگو میں نعت گوشعراء اور نعتؐ خواں خواتین وحضرات کی محدود تعداد کے باوجود ان محافل میں کچھ ایسی خیر وبرکت وکیفیت ہوتی ہے کہ اہل عشق ومحبت کو کسی کمی کا احساس نہیں ہوتا۔

آج سے چند سال پہلے شکاگو کی ایک مخصوص محفل میں جناب حامدؔ امروہوی کو سننے کا اتفاق ہوا۔ حامد صاحب کی نعتؐ سنتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ وہ حضورؐ کی خدمت میں اپنی نعتؐ نہیں بلکہ اپنا دل پیش کر رہے ہیں۔ نعتؐ کے اشعار چونکنے پر مجبور کر رہے تھے۔

ہر شعر نپا تلا اور عشق و محبت کے جذبہ سے بھرپور تھا۔ اس محفل میں حامد صاحب کو دل کھول کر داد دی گئی اور پھر اس کے بعد ان کو کئی ایک بار سننے کا سلسلہ رہا۔

جناب حامد امروہوی، خوش گفتار و خوش گلو ہیں اور اسی مناسبت سے بڑی خوش الحانی اور جذب و عقیدت کے ساتھ نعت شریفؐ، خدمت اقدسؐ میں پیش فرماتے ہیں۔ ان کے پاس بیان کی سادگی اور زبان کی چاشنی ہے۔ ان کی نعت، کا منبع حُبّ رسولؐ ہے۔ جس کی وجہ عشق و محبتؐ کی مستی اور سرور و کیف کی والہانہ کیفیت نعتؐ میں شامل نظر آتی ہے۔

یہ وہ عطا ہے جو نعتؐ گو کے حصہ میں بہت کم آتی ہے۔ حمد و نعتؐ اور سلام و منقبت سے اپنی دیرینہ وابستگی کی بنیاد پر، میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جناب حامد امروہوی کی نعتوں میں ایک ایسی کشش اور ایک ایسی تڑپ موجود ہے جو اہل بصیرت کی نظر اور اہل عقیدت کا دل اپنی طرف کھینچنے کے لیے بہت کافی ہے۔ یہ کمال، یہ ہنر اور یہ فن کچھ یوں ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حامد امروہوی کا تعلق امروہہ کے ایک ایسے گھرانے سے ہے جہاں حُبّ نبویؐ کا چراغ برسوں سے برابر جل رہا ہے۔ حامد صاحب کے والد ماجد حضرت رؤف امروہوی مرحوم و مغفورؒ بڑے باکمال نعت گو اور بڑے صاحب دل، عاشق رسولؐ تھے۔ آپ کی لکھی ہوئی نعتیں سادگی، پرکاری اور جذب و عقیدت سے مرصع ہیں۔

''نخلِ محامد'' آپ کا مشہور نعتیہ مجموعہ ہے۔ جناب حامد امروہوی کے گھرانے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے امروہہ گھرانے میں بعد نماز جمعہ پابندی سے محفل نعتؐ کا اہتمام ہوا کرتا ہے اور یہ سلسلہ بلاناغہ پچھلے کئی برس سے جاری ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ یہ سلسلہ اسی طرح پشت در پشت ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے (آمین)

جناب حامد امروہوی کی نعتیںؐ اکثر و بیشتر'' پاکستان لنک'' کی زینت بنتی رہتی ہیں اور ان کی نعت گوئی سے شکاگو کی محافل ہمیشہ سرشار رہتی ہیں۔ اللہ کا شکر اور رسول اللہؐ کا کرم ہے۔ اور ہم سب کے لیے یہ مقام مسرت ہے کہ جناب حامد امروہوی کا نعتیہ مجموعہ کلام ''مدحت کے پھول'' زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ گیا ہے۔ اس مجموعہ میں

طرح طرح کے بیشمار پھول بکھرے ہوئے ہیں۔ اہل ذوق اور اہل عقیدت یقیناً اس کو ہاتھوں ہاتھ لے کر اس کی خوشبو سے اپنے مشام جاں کو معطر کریں گے اور اہل بصیرت اس کتاب کو اک نظر دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ:

تڑپ ہے دِل کو میسر نگاہ کو جلوے
یہ سب تصدقِ افضال مصطفانی ؐ ہے

(حضرت قدر عریضیؒ)

و آخر الّدعوانا اَنِ الحمدُ للہ ربّ اللعالمین.

نوٹ: یہ مضمون ''مدحت کے پھول'' کی رسم اجراء کے موقعہ پر سادات بلڈنگ شکاگو میں پڑھا گیا۔

عقیل دانش
لندن

تذکرہ کتابوں کا...... جوئبارِ بخشش

مدحتِ سرکارِ دو عالم۔ نعتِ رسولِ اکرمؐ چودہ سو سال سے دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں لکھی جارہی ہے۔ سرکارؐ کے زمانے میں بھی حضرت حسّان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زبیرؓ جیسے محمدؐ کے صحابہٌ کرام نے آمنہ کے لال کو بشکل نعت تحفۂ عقیدت پیش کیا ہے اور سرکارؐ نے اسے پسند فرمایا ہے۔ نعت گوئی اور نعت خوانی روح کو سرشارِ کرنے کیف وکم کو دل میں جاگزیں کرنے اور ایمان کو تازہ رکھنے کا ایک سلسلہ ہے جو دل والوں نے مختلف زبانوں میں جاری کر رکھا ہے۔ نعت سرکار دوعالمؐ کہتے وقت اور پڑھتے وقت شاعر اور قاری ایک ایسی دنیا میں گم ہوجاتے ہیں۔ جہاں نکہت زمانہ اور مصائب جہاں پس پشت جا پڑتے ہیں۔ دل گدازی رقّت پذیری اورگلوگیری کا ایک سیل مسلسل انسان کو ایک الوہی عالم میں لے جاتا ہے۔ اِس صدی کی دوسری دہائی میں صدہا نعت گویوں میں ایک بڑے معروف۔ معتبر اور محترم نام حافظ عبدالرؤف امروہوی کا ہے۔ جنھوں نے اپنی سخن گوئی کو نعت کہنے کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اُن کی نعتیں غیرِ منقسم ہندوستان میں بچے بچے کی زبان پر تھیں اِنھیں رؤف امروہوی کے زیر عاطفت جناب حامد امروہوی نے نعت گویائی کی روایت کو حرزِ جاں بنایا اور اپنے والد رؤف امروہوی مرحوم کے تتبّع میں خود کو مدحتِ سرکارِ دو عالم کے لئے وقف کر دیا۔ رؤف امروہوی کے تمام صاحب زادگان بہت خوش فکر شاعر ہیں:

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

خود حامدؔ امروہوی صاحب بہت خوبصورت اور دل آویز غزل لکھتے تھے لیکن اُن

کے حصے میں سعادت آئی کہ انھوں نے سرکارِ دو عالم سے اپنی عقیدت کو نعت کا روپ دے دیا اب نعت گوئی ہی اُن کی زندگی ہے۔ جوئبارِ بخشش اُن کی اِس زندگی کی جھلک ہے۔ ''مدحت کے پھول'' اور ''خیابانِ ارم'' کے بعد یہ اُن کا تیسرا شعری مجموعہ ہے۔ اِس مجموعے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ حامد صاحب نے ہر صفحے پر اُردو نعت کے سامنے اُسے رومن رسم الخط میں شائع کرنے کی سعی کی ہے۔ اِس طرح مغرب میں وہ اصحاب خصوصاً وہ بچے جو اردو رسم الخط سے بوجوہ نابلد ہیں اب یہ نعتیں رومن میں پڑھ سکیں گے۔ مغرب میں بسنے والے برِّصغیر کے افراد کی نئی نسل شاذ ہی اُردو سے واقف ہو۔ اِس نسل کے لئے اُردو سمجھنا شاید اتنا مشکل نہ ہو جتنا اردو پڑھنا۔ حامد صاحب نے اِسی مشکل کو آسان کر دیا ہے۔ ہمارے علم و اطلاع کے مطابق اب تک مغرب میں اس طرح کی کوئی مثال نہیں ملتی حامد صاحب کا یہ کارنامہ صاحبانِ دل سے داد طلب ہے۔

رومن رسم الخط میں یہ نعتیں پڑھ کر ہماری نئی نسل مدحتِ سرکارِ دو عالمؐ کے مفہوم کو اُن لوگوں تک بھی پہنچا سکے گی جو حرف شناسی کی نعمت سے محروم ہیں۔ حامد صاحب نے مغرب میں رومن رسم الخط کی اشاعت کے ذیل میں اوّلیت حاصل کرلی ہے۔ اور مغرب میں نعت گوئی کے میدان میں ایک نمایاں مقام پالیا ہے۔ حامد امروہوی کی نعت کے چند پھولوں سے آپ بھی شامِ جاں معطّر کر لیجئے:

شاہانِ زمانہ کا مقام اپنی جگہ ہے
سرکارِ دو عالم کا غلام اپنی جگہ ہے

نور سے بھرا سینہ، دور ہو گیا کینہ
آ گیا جسے جینا آپؐ کی محبت میں

چاہے کچھ بھی حقیقت میں نہیں کچھ حامدؔ
آپؐ کے نام کی نسبت سے جو مشہور نہیں

آپؐ کے ہوتے کسی اور سے مانگوں آقا
یہ گوارا نہ ہوا ہے نہ گوارا ہوگا

جائے پناہ جب نہ قیامت میں ہو کہیں
دامن میں آپ کے مجھے چھپنا نصیب ہو

حامدؔ امروہوی کی نعت گوئی کی یہ کاوش صاحبان دل سے یقیناً داد پائے گی وہ خوش نصیب ہیں کہ اُنھیں مدحتِ سرکارِ دو عالمؐ کی سعادت نصیب ہوئی:

ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حامد امروہوی

نعت پسند عقیدت گزاروں کی آراء

ا۔ کمال عقیدت: پروفیسر دلنواز صدیقی (مرحوم)، کیلیفورنیا، امریکہ

حامد حسن امروہوی 'ایں خانہ تمام آفتاب است' کی تمثیل کا ایک اہم جزو ہیں۔ ان کے والد بزرگوار جناب عبدالرؤف صاحب رؤف امروہوی میرے محترم استاد اور مشعل راہ تھے۔ جہاں امام المدارس (میرے زمانہ میں ہائی اسکول ہوا کرتا تھا) کالج کے دوسرے اساتذہ نے میری دنیوی تعلیم کی بنیادیں رکھیں وہاں رؤف صاحب علم دین دنیا اور اس میں اعتدل کی عمارت کے بانی تھے۔ ان کی نعت گوئی میں بھی یہی معتدل کیفیت تھی اور غلو سے اجتناب برتتے تھے۔

حامد امروہوی بھی اسی صالح ہستی کے ہونہار سپوت ہیں۔ اپنے بھائیوں اور خاندان کے دیگر افراد کی طرح اپنے والد کی قائم کردہ رسم نعت گوئی اور نعت خوانی کو سات سمندر پار امریکہ میں بھی زندہ رکھا ہے۔

حامد میرے ہم وطن اور استاد زادہ ہی نہیں بلکہ ہم جماعت بھی رہے ہیں۔ بچپن سے میں نے اس سلسلہ میں ان کا انہماک اور مقبولیت دیکھی ہے۔ نعت کی محفلوں میں ان کی خوش الحانی کا لطف اٹھایا ہے۔ اب بحمدللہ مدحت سرائی کا مجموعہ کتابی شکل میں 'مدحت کے پھول' کے نام سے منظر عام پر آ گیا ہے جو حضور پاک ﷺ کی ذات وصفات سے ان کی اٹوٹ محبت اور بے نہایت عقیدت کا مظہر ہے۔ لگتا ہے چھوٹوں کے کلام کی رونمائی ان کے کلام سے پہلے اس لیے ہوگئی کہ:

خواہش ہے آبرو کی نہ شہرت کی جستجو
مدحت کا روزِ حشر صلہ چاہیے مجھے

فطری انکساری بیاض سے کتاب تک کے سفر میں مانع تھی:

حامدؔ کہاں میں اور یہ نعتِ نبیؐ کہاں
ان کا کرم ہوا تو یہ اشعار ہوگئے

اور جب اشعار ہو ہی گئے تو دنیا والوں نے ضد کی کہ یہ منزل بھی سر ہو ہی جائے:

راضی نہ تھے بیاض کی یوں رونمائی ہو
دنیا مصر ہوئی تو یہ تیار ہوگئے
(دل نوازؔ)

جہاں حامدؔ کی ساری ہی نعتیں اور منقبتیں جذبہ کی گہرائی اور سنجیدگی کا ثبوت ہیں وہاں ان کے اسلوب کی سادگی، جوش اور روانی کی خصوصیات بھی اپنی طرف ہماری توجہ مبذول کراتی رہتی ہیں:

صبا کے ناز اٹھانا یہ بے سبب تو نہیں
تمھارے کوچے میں جانے کی بات کی ہوگی

ان کے نعتیہ اشعار میں فکری پرواز عام نعتوں کی طرح مدینہ پہنچ کر روضۂ اقدس کی جالی کو چھو لینے کی تمنا ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ اس فطری خواہش کے ساتھ ساتھ حضور پاک کی بعثت کا مقصد اعلیٰ حیات طیبہ کا عکس اور ان کی سیرت کی علویت کا اظہار بھی بہت سے اشعار میں ملتا ہے۔ امریکہ میں رہ کر حامدؔ کا یہ احساس کہ اس سماج کو خصوصاً ان کی سیرت کے پرتو کی ضرورت ہے قوی تر ہوگیا ہوگا:

بڑھتا ہوا اس دورِ ترقی کا اندھیرا
ان کے رخِ انور کی ضیا مانگ رہا ہے

اس نہج کے تنوع فکر کے چند نمونے اور پیش خدمت ہیں:

میں نے لکھی ہے نعت رسالت مآبؐ کی
فکر رسا کو آج مری بال و پر ملے

'تشریف لاتے ہیں' کی بحث سے قطع نظر ساری مخلوق میں محمد صلوٰۃ والسلام کی لاثانیت کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ:

خدا کے بعد جو افضل ہوئے ساری خدائی میں
وہ جن کا کوئی ثانی ہی نہیں تشریف لاتے ہیں

اور جنھوں نے رسول پاکؐ کے اسوۂ حسنہ کو عملی مقصد بنایا ان کی نجات کا ذریعہ بھی ایسے فراہم ہوتا ہے اور دیکھیے توحید کے پیغام حق کی کیا اہمیت ہے:

نجات نسل آدم ہوگئی جنؐ کے وسیلے سے
وہ بن کر رحمۃ للعالمینؐ تشریف لاتے ہیں
نور حق جو چمکا ہے چوٹیوں سے فاراں کی
کل بھی روشنی ہوگئی آج بھی اجالا ہے
بدلے ہیں زمانے نے بہت ساغر و مینا
لیکن مئے توحید کا جام اپنی جگہ ہے

بے ہدایت کوری عقل کی دنیا نوازی اور زمانہ سازی کے مقابلہ میں پیامِ حق کی ابدیت کو حامد نے مسجۂ شعر میں اس طرح پرویا ہے:

ہر آن بدلتی ہے خر و نظم سیاست
سرکار جو لائے وہ نظام اپنی جگہ ہے
ہزار شمعیں جلائے خرد زمانے میں
حریم دل جو منور نہیں تو کچھ بھی نہیں
سہل ہو ہر مرحلے پر راہ دشوار حیات
ہو اگر سیرت کا آئینہ ہمارے سامنے

انسانی سماج میں درجات سازی اور فرقہ بندی، بے بنیاد احساس برتری و کہتری اور رنگ و نسل کا جھوٹا احساس قبل اسلام کی زندگی کا ہر جگہ خاصہ تھے لیکن، نوع انسانی کی وحدانیت یعنی:

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

کا منظر دنیا میں عام نہیں تھا۔ حامد نے اس خیال کو متعدد انداز میں ادا کیا ہے:

بے نواؤں کو نوا اُنؐ کے کرم نے بخشی
بے سہاروں کا سہارا ہے سہارا اُنؐ کا
کس نے انسان کو جینے کا سلیقہ بخشا
آدمیت پہ یہ احسان ہے کس کا؟ اُنؐ کا
میرے سرکار زمانے میں نہ آئے جب تک
کسی صورت بھی علاجِ غمِ دوراں نہ ہوا

حتیٰ کہ جہاں کہیں بھی آج کی دنیا میں صالح اور صحت مند تہذیب کی روشنی دکھائی دیتی ہے وہ چاہے ہندو اصلاحی تحریکیں ہوں یا امریکہ کا دستوری نظام، اسلامی اقدار کے دریوزہ گر نظر آتے ہیں اور اسلامی انصاف کے 'مشتِ نمونہ از خروارے' کی مثال ہیں:

یہ دربار رسالتؐ ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے
دیکھا تو موڑ موڑ پہ راہ حیات کے
میرے نبیؐ کے نقشِ قدم راہ بر ملے
مٹ گئیں کفر کی ظلمتیں
نورِ کون و مکاں آگئے

ویسے ان اثرات کو پہچان لینے کی بھی شرط ہے:

خیرہ نہ ہو نگاہ فروغ جمال سے
جلوے ملیں تو ساتھ ہی تاب نظر ملے
فہم و ادراک کی انساں کے رسائی معلوم
آج تک کوئی نہ سمجھا جو مقام انؐ کا ہے

حامدؔ تلاشِ یار میں نکلوں گا بعد کو
پہلے تو صرف اپنا پتہ چاہیے مجھے

حضور تو انسانِ کامل تھے ہی لیکن ان کے جاں نثاروں اور تابعین کی مثالیں بھی اپنی جگہ آپ ہیں اور ان کے جیسے ہمسفر بھی کم دیکھنے میں آتے ہیں:

لائے تو کوئی ثانی ان کے جاں نثاروں کا
صدق میں، عدالت میں، حلم میں، شجاعت میں

رسول پاک کے زندہ جاوید نمونہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ پرتو بھی بلاشرطِ مرتبت اعلیٰ کردار کا ایک مستقل مینارہ ٹھہرا:

جو بدل جائے کبھی مصلحت وقت کے ساتھ
مسلک عشق میں ایسا کوئی دستور نہیں
خدا نے انؐ کو مالک کردیا ہے
جسے جو کچھ ملا انؐ سے ملا ہے

جامع بیانی خیال کا دوسرا پیکر ہوتا ہے۔ اس اختصار کی مثال دیکھیے حضور پاکؐ نے اسلام کی مختصر ترین تعریف 'الحیاء' کے لفظ سے کی تھی اور حضرت عائشہؓ نے بھی حضورؐ کے کردار کی عکاسی یہی کہہ کر کی تھی جسے حامدؔ نے نظم کردیا ہے:

جسے کہتے ہیں قرآن معظم
وہ انؐ کا وصف ہے ان کی ثناء ہے
انؐ کی سیرت اور صورت کا تصور جب کیا
آگئے حامد وہیں قرآں کے پارے سامنے

حامدؔ کے قلم سے کون سی بات کب نکلی ہے اگرچہ اندازہ نہیں ہوتا لیکن اس مجموعہ کی اکثر نعتیں ان کی عنفوان شباب کی ہیں اور بعض خیالات کی گہرائی دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دین کا یہ علم شاعر کو کس عمر میں ملا اور اگر یہ کلام بعد کا بھی ہے تو 'لہجہ بذات خود ہی بہت دادخواہ ہے':

اپنی باتیں بھی بیاں کی ہیں زباں سے انؐ کی
حق کو مرغوب بہت طرز کلام ان کا ہے

حدیث قدسی کی اس سے بہتر تعریف میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ اپنی زندگی کی طرح 'مدحت کے پھول' کا بیشتر حصہ بھی حامدؔ نے نعت گوئی کے لیے وقف کیا ہے جو قابل قدر ہے۔ البتہ حامد ہوتے ہوئے حمد کی طرف ان کی توجہ اتنی نہیں ہو سکی جتنی ان کی تمنا ہے:

تمنا ہے لکھتا رہوں مرتے دم تک
کبھی حمد باری، کبھی نعت، ان کی

میرا مشورہ ہے کہ اب وہ حمد باری کی اس کمی کو بھی پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ اس کام کے لیے ان کی عمر دراز کرے۔ گوشۂ منقبت مختصر سہی معنوی اعتبار سے حاصل جامع ہے۔ اواخر کی نمازوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت کی ذمہ داری سونپنے کو خلافت میں ان کی اولیت کا جواز نظم کیا ہے۔ جہاں حضرت عمر فاروقؓ کی مسلمانوں کو دین کی شاہد تاریخ خود ہے وہاں عثمانِ غنیؓ کی قناعت پسندی ان کی وجہ تسمیہ وکنیت ہے اور وہیں حضرت علیؓ کی ذاتِ اقدس پر محبت، شجاعت اور قدوسیت ہی کیا خلافت کا نظریہ اور نظام بھی فخر کرتے ہیں۔ یہ سارے مضامین بڑے سلیقے سے جامعہ نظم میں آ گئے ہیں۔ اہلِ بیت کی جملہ شخصیات اپنے اعلیٰ کردار کے ساتھ 'مدحت کے پھول' کو زینت بخش رہے ہیں اور مہدیٔ اعلیٰ صفات بھی رونق بزم کائنات بن کر اس محفل میں شامل ہیں۔

اگر چہ حامدؔ کی ساری نعتیں ظاہری لباس غزل زیب تن کیے ہوئے ہیں لیکن ان کی غزلیں بھی متن اور مضمون کے اعتبار سے عشق حقیقی اور عشقِ رسول سے خالی نہیں معلوم ہوتیں۔ 'مدحت کے پھول' کی 'خطاطی آرٹ ورک' کتابت اور رنگوں کا انتخاب بھی قابل ستائش ہے۔

مختصراً یہ کہ حامدؔ نے رسول پاکؐ کی ذات مبارک سے گہری عقیدت کا جذباتی اظہار ہی نہیں کیا ہے بلکہ ان کی سیرتِ عظمیٰ کے متعدد پہلوؤں کو اجاگر کر کے قاری کی تعلیم

کا ذریعہ بھی فراہم کیا ہے۔ کاش اس ورثے کو مغربی قارئین و سامعین کے لیے انگریزی میں بھی منظوم کیا جا سکے تا کہ ان کے وہ جاں نثار اور دوسرے جو اردو سے واقف نہیں ہیں استفادہ کر سکیں۔ میں حامؔد امروہوی اور ان کے اقربا اور اعزاء کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ 'مدحت کے پھول' کی خوشبوئیں اب دور دور تک پھیل رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس کارِ ثواب کا صلہ دونوں دنیاؤں میں عطا کرے۔

2۔ حامؔد امروہوی کی نعتیہ شاعری: ڈاکٹر تقی عابدی، ٹورانٹو، کنیڈا

حامؔد امروہوی نے کہا ہے:

کام آتا ہے جذبِ دل حامؔد
نعت ہوتی نہیں کبھی یوں ہی

کسی بھی شاعر کا کلام اس کی فکر و تخیل، علم و دانش اور شعریت کا آئینہ ہوتا ہے۔ یعنی شعر بڑی حد تک شاعر کی شخصیت کی تفسیر اور اس کے جذبات کی تصویر ہوتا ہے۔ ان ہی نظریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم جب حامد امروہوی کے مجموعۂ کلام یعنی 'مدحت کے پھول'، 'خیابانِ ارم' اور 'جوئبارِ بخشش' میں نعتیہ قدروں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں کم از کم تین چیزوں کا اچھی طرح سے علم ہو جاتا ہے۔ پہلی چیز جو قاری کو متوجہ کرتی ہے، وہ موصوف کا قرآن، احادیث اور اسلامی کتب کا مطالعہ ہے۔ دوسری چیز ان کی شاعری پر گرفت ہے۔ سلیس زبان میں اور اکثر چھوٹی بحروں میں آبدار اشعار کہتے ہیں۔ بعض اشعار سہلِ ممتنع بن کر مدتوں دل و دماغ پر سوار رہتے ہیں۔ کہتے ہیں:

لب پہ جب ان کی نعت ہوتی ہے — وجد میں کائنات ہوتی ہے
درِ اقدس کی حاضری حامؔد — صرف قسمت کی بات ہوتی ہے
خوف گمراہیوں کا گیا رہبر کارواں آ گئے

تیسری چیز جس کو محنت، مشقت یا ریاضت سے حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ خون میں وراثتاً حاصل ہوتی ہے، عشقِ رسول کا نام ہے۔ خود فرماتے ہیں:

وراثت میں ملی ہے نعت گوئی
مجھے حامد رؤف امروہوی سے

یہ عشقِ رسول اکرمؐ حامد امروہوی کے ہر شعر سے سورج کی کرن کی طرح پھوٹ رہا ہے۔ حضورؐ کی فکر کا جلوہ ہمیشہ ان کی زندگی میں سحر بن کر ذہن افق پر ابھر رہا ہے:

مری دنیا میں تو ہر وقت سحر رہتی ہے
شام ہونے نہیں دیتا ہے اجالا انؐ کا

اسی جذبۂ عشق کی وجہ سے ہزاروں اشعار مختلف عنوانوں کے تحت ان تینوں عشق کے دفتروں میں اور لب عاشق سے یہ آبدار اشعار چھلکے:

مری دیوانگی عشق نبیؐ میں میری فرزانگی کا آئینہ ہے
محشر میں پھر سوال کسی نے نہیں کیا دیکھا جو عشقِ آل پیغمبرؐ حساب میں

اس میں کوئی شک نہیں کہ حامد امروہوی عشق محمدیؐ میں ڈوب کر نعت کہتے ہیں۔ عشق دراصل جذبات کے طوفان سے پیدا ہوتا ہے جسے لفظوں کی زنجیروں میں قید نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ جب اس زنجیرۂ نظم کو کوئی روشن فکر پڑھتا ہے تو وہ بھی اس عمل کا شکار ہو جاتا ہے جس میں عجز طلب میں بدل جاتا ہے اور خرد، جنوں کی نذر ہو جاتی ہے اور عاشق ہمہ تن معشوق میں گم ہو کر کہنے لگتا ہے:

شیشہ ان کا ہے سبو انؐ کا ہے جام انؐ کا ہے
میرے ساقی ہیں وہ میخانہ تمام انؐ کا ہے

اور اسی طہورہ سے مستانہ وار نعرہ اس رند مصطفوی سے سرزد ہوتا ہے:

محشر میں پہلے دید رسالتؐ مآب ہو
پھر اس کے بعد ہو جو حساب و کتاب ہو

اور اسی حالت میں شاعر حضورؐ کے نام پر مرنے کا سلیقہ، ان کی چاہت میں زلف کا سودا، ان کی دیوانگی میں جنت میں صحرا، تاریکیٔ قبر کو دور کرنے کے لیے رخ انور کا اجالا اور روسیاہی کو چھپانے کے لیے سرکار کے دامن کا پردہ طلب کرنے کا ارادہ کرتا ہے جو

اسے بے مانگے عطا ہو جاتا ہے کیونکہ:

یہ وہ در ہے جہاں ملتا ہے بے مانگے ہوئے سب کچھ
ارے ناداں یہاں دامن کو پھیلایا نہیں کرتے

نعت کے متعلق یہ مشہور ہے کہ نعت کہنا بہت آسان ہے اور بہت مشکل بھی۔ بے شک اگر کوئی شاعر حامدؔ امروہوی کی طرح عشق محمدی کی دولت سے مالا مال ہو اور شاعری کے فن سے آشنا ہو تو وہ کہہ سکتا ہے:

اشعار جو کہے در شہوار ہوگئے
ہم نعت کے طفیل میں فن کار ہوگئے

نعت کہنا مشکل اس لیے ہے کہ اس کی سرحدیں حمد کی حریم سے ملی ہوئی ہیں اور اگر شاعر کا قدم حد سے تجاوز کر کے دوسری طرف چلا جائے تو آئین شریعت میں ثواب کے بجائے عتاب نازل ہوسکتا ہے اسی لیے تو دربار اکبری کے مشہور فارسی شاعر عرفیؔ شیرازی نے اپنی نعت میں کہا تھا:

عرفی متاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است — آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را
شہدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن — نعت شہ کونینؐ و مدح کے و جم را

یعنی اے عرفیؔ جلدی نہ کر یہ نعت کا راستہ ہے کوئی صحرا نہیں، آہستہ قدم اٹھا کیونکہ یہ راستہ تلوار کی دھار کی طرح تیز بنا ہوا ہے تو خبردار رہ کیونکہ ایک ہی ساز میں سلطان کائنات کی نعت اور سلاطین دنیا کے قصائد نہیں بجا سکتا۔

ہمیں اسی لیے تو اس دربار سے وابستہ گداؤں میں بادشاہ نظر آتے ہیں۔ حامدؔ امروہوی نے اس خوبصورت شعر میں صفت تضاد کا عمدہ عمل رکھا ہے اور استعاروں میں گفتگو کی ہے:

دیکھے ہیں ہم نے ان کے گداؤں میں بادشاہ
ان کی گلی کے ذروں میں شمس و قمر ملے

ایک اور مقام پر گداگروں کی استغنا کو یوں ظاہر کرتے ہیں:

جو وابستہ ہیں ان کے دامن دولت سے اے حامد
کسی کے سامنے وہ ہاتھ پھیلایا نہیں کرتے

عشق اور محبت کی زبان میں نعت کو حدیث دلبری بھی کہہ سکتے ہیں۔ عشق اور محبت کے تقاضوں کے تحت عاشق اپنے معشوق سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت اور پیار کرتا ہے۔ معشوق کا گھر اس کے در و دیوار، اس کی گلی کوچے، اس کے شہر کے دشت و بیابان و گلستان و بازار و کوہسار و آب و خاک، بہر حال ہر چیز و محبوب سے نسبت رکھتی ہے، خود محبوب بن جاتی ہے۔ حامد امروہوی نے بھی دیار محمدؐ سے عشق کو طلب کی کشش کی طناب سے کسا ہے۔ کہتے ہیں:

مرا آنا درِ اقدس پہ سلامی کے لیے | میرے امکاں میں نہیں آپ کے امکان میں ہے
صرف جاتے ہیں وہ مدینہ کو | میرے آقا جنھیں بلاتے ہیں
کیوں صبا پھر رہی ہے اتراتی | کیا مدینہ سے ہو کے آئی ہے

عشق مجازی کو عبث جانتے ہوئے اردو کی قدیم ترین نعت میں سید محمد فراقؔ نے کہا تھا:

عبث خوباں کی گلیوں میں نہ کر تو عمر صرف اے دل
مدینہ کی زیارت کو گیا ہوتا تو کیا ہوتا

اور تقریباً دو سو سال قبل مخفی کے شاگرد کرامت علی شہیدی نے کہا:

تمنا ہے درختوں پر تیرے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

لیکن اسی طائر اور قفس کے مضمون کو حامدؔ امروہوی نے یک نیا رنگ یوں دیا:

طائر دل کا کہاں اور ٹھکانہ حامدؔ
انؐ کے کوچے کے درختوں پہ بسیرا ہوگا

نعت گوئی حضورؐ کی زندگی میں شروع ہوئی اور یہ سلسلہ آیت قرآن کے پیش نظر

'رفعنا لك ذکرك' قیامت تک جاری رہے گا۔ حسان بن ثابت سے لے کر حامدؔ امروہوی تک نعت کے میدان میں ہر نعت گو نے تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ نعتیہ مضامین میں اپنے عقیدتی اور جذباتی رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے۔ چند اشعار حامدؔ امروہوی کے ملاحظہ کیجیے:

ندامت کے آنسو بڑی چیز ہیں بس اک اشک پر فیصلہ ہوگیا
موت سے پھر نہ خوف آئے گا زندگی انؐ کے نام کیجیے گا
حامدؔ نظر پڑی جو رخ بوترابؑ پر چھپتا نہیں کوئی نگہ انتخاب میں
حشر کی بھیڑ میں نہ کھو جاؤں رہبر کارواں سلام علیک
ان کی یادوں کے چراغوں کو جلا رکھا ہے اب بھلا کیسے مرے گھر میں اندھیرا ہوگا
آقا مرے ایسے ہیں رسولوں میں کہ جیسے تسبیح کے دانوں میں امام اپنی جگہ ہے

اس گفتگو کے اختتام پر صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ 'جوئبار بخشش' یہ 100 نعتوں کا مجموعہ جو رومن رسم الخط سے بھی مزین ہے، حامد امروہوی کی جانب سے ہمیں 100 دانوں کی ایک ایسی تسبیح کا تحفہ ہے جس کا ہر دانہ اسم محمدؐ کا گراں بہا موتی ہے جو عشق رسولؐ کے دھاگے میں پرویا گیا ہے۔ چنانچہ اس تسبیح کا ورد ہمیشہ ہماری زبان پر ہوگا۔ یہ ہماری نماز عشق کا حرف دعا بھی ہے اور ہماری زندگی کا مدعا بھی ہے:

حامد بس اس سے کھل گیا باب قبولیت
ہم نے درود پڑھ کے جو حرف دعا کہا

3۔ جوئبارِ بخشش حامدؔ امروہوی: ڈاکٹر سکینہ پنہاں، امریکہ

زباں پر شکوۂ رنج و الم لایا نہیں کرتے
نبی کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

اس مشہور عالم نعت کے خالق جناب حامدؔ امروہوی کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں اور ان کی نعت گوئی تو گویا 'خود آپ اپنا تعارف ہی ہے' اس حوالے سے میری یہ

خامہ فرسائی اسی بہارِ جاں فزا سے اپنے ذہن کو معطر اور قلب کو منور کرنے کی بس اک سعیِ حصولِ سعادت ہے۔ اس راہ میں میرے چند معاونین میری رہنمائی فرماتے ہیں:

''نعت گوئی بھی شاعری کی مستقل صنف ہے اور اس کا رواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ عربی فارسی اور اردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی نعتِ رسول کا بیش قیمت سرمایہ ملتا ہے۔ عہدِ حاضر میں جن شعرا نے نعت کی جانب توجہ کی ہے اور امتیاز حاصل کیا ہے ان میں جناب حامد امروہوی کی شخصیت نمایاں ہے۔ وہ آج کل امریکہ میں مقیم ہیں اور وہاں انھوں نے نعتیہ مشاعروں کو بہت مقبول بنایا ہے۔'' (خلیق انجم)

''اپنے والدِ محترم کی طرح حامد امروہوی کی نعت گوئی میں بھی وہ شاعرانہ طمطراق نہیں ہے جو ہماری توجہ فنی قدرت اور کمال فن کی جانب کھینچے بلکہ وہ کیفیت اور تاثر اور رنگ و آہنگ ہے جو محبت کی چنگاری سے پیدا ہوتا ہے۔'' (نثار احمد فاروقی مرحوم)

''حامد امروہوی کی نعتیں ہدایۂ خلوص اور نذرانۂ عقیدت ہیں جن میں اظہار اور خودسپردگی کی کیفیات اکثر نمایاں ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ نعتیں دل کی گہرائیوں سے نکل کر صفحۂ قرطاس پر جلوہ ریز ہوئی ہیں۔''

(خواجہ ریاض الدین عطش)

''حامد امروہوی کا کلام بے ساختگی، جذبوں کی گہرائی، احساس کی تپش، خوبصورت الفاظ اور تراکیب کے استعمال اور فنی پختگی کی وجہ سے بے نظیر ہے۔'' (پاکستان جرنل، لاس اینجلس، امریکہ)

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عقیدت کا اظہار ان کی نعتیہ شاعری میں اس شدت سے ہوتی ہے کہ ہر شخص کے دل پر اس کا تاثر قائم رہتا ہے۔ دل کی گہرائی سے ابلنے والے جذبات کی کیفیت اور ہر

شعر آمد کا ثبوت ہے۔''
(شمیم جے پوری)

ان گراں قدر رائے کی روشنی میں جناب حامد امروہوی کے نعتیہ مجموعے 'جوئبارِ بخشش' کا براہِ راست مطالعہ ایک طرف ان آراء کی صداقت کا اعتراف کرنے پر مجبور کرتا ہے تو دوسری طرف جذبۂ عقیدت سے لبریز یہ نعتیں بارانِ رحمت کی طرح قلب و روح کو شاداب کرتی ہیں۔

اس کتاب کی نعتوں سے بہتر طور پر فیضیاب ہونے کے لیے کتاب کا پیش لفظ جو نثار احمد فاروقی نے تحریر فرمایا ہے اور 'آغازِ سخن' کے عنوان سے دیباچہ جو خود صاحب کتاب کی تحریر ہے۔ دونوں کا بغور مطالعہ ضروری ہے۔ ان تحریروں سے کتاب اور صاحبِ کتاب کے بارے میں بہتر طور پر آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ 'جوئبارِ بخشش' (1224ھ) اس مجموعے کا تاریخی نام ہے یا مثلاً پس منظر کے حوالے سے بہت سی باتیں جیسے کہ نثار احمد فاروقی فرماتے ہیں:

''نعت گوئی حامد امروہوی کی خاندانی روایت ہے۔ ان کی زبان سادہ، شگفتہ، صاف اور بے عیب ہے۔ وہ قواعدِ شعری سے بھی انحراف نہیں کرتے۔ نعتیہ مضامین میں مقامِ رسالت کا ادب ملحوظ رکھنا ہوتا ہے وہ اس کے آداب کا بھی پورا خیال رکھتے ہیں۔ ان کے نعتیہ اشعار محض رسمی روایتی نہیں ہیں۔ ان میں سوز و ساز بھی ہے، رنگ و آہنگ بھی عقیدت و محبت بھی، احترام اور ادب آموز بھی۔ وہ جس پر کیف لحن میں اپنی نعتیں سناتے ہیں اس سے یہ نعتیہ مضامین کچھ اور نکھر جاتے ہیں اور سننے والوں کے دل و دماغ پر ہی نہیں روح پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔''

اسی طرح صاحب کتاب کی تحریر 'آغازِ سخن' کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ان کے دو نعتیہ مجموعے 'مدحت کے پھول' اور 'خیابانِ ارم' شائع ہو چکے ہیں اور یہ زیرِ نظر مجموعہ دراصل ان دونوں مجموعوں اور ان کے بعد کہی گئی نعتوں کا مجموعہ ہے جس کی ایک اور بہت خاص اہمیت یہ بھی ہے کہ اس کتاب میں شامل تمام کلام کو رومن

میں بھی پیش کیا گیا ہے تا کہ پاکستان کے باہر کے وہ حضرات بالخصوص نوجوان نسل جو اردو پڑھنا نہیں جانتی وہ بھی ان نعتوں کے مطالعے اور قرأت کی سعادت حاصل کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہ کرے۔

ان تمام نثری تحریروں سے گزر کر جب کوئی صاحب دل اور محبِ رسولؐ براہ راست ان نعتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو جذبۂ عقیدتِ سرورِ کائنات سے سرشار شاعر حامد امروہوی کے ساتھ ایک ایسے سفر پر چل پڑتا ہے جہاں عالم ہی کچھ اور ہے۔ جہاں زندگی زندگی نہیں ہے صرف عشقِ حبیبِ خدا ہے۔ جہاں کوئی غم نہیں ہے اگر ہے تو صرف غمِ عشقِ مصطفےٰ ہے۔ جہاں کوئی درد نہیں ہے اگر ہے تو بس دردِ لائے حبیبِ کبریا ہے۔ جہاں کوئی آرزو نہیں ہے اگر ہے تو بس روضۂ خضریٰ کی زیارت کی آرزو ہے اور اس در کی جبیں سائی کی تمنا ہے۔ نعت گو حامدؔ امروہوی اپنی نعتوں کے ذریعے ان سب کو بھی اپنے ساتھ اس عبادت میں شریک کر لیتے ہیں جو عشق تو حضور پاک سے اتنا ہی کرتے ہیں مگر اتنی حسین اور دلنشین نعتیں نہیں کہہ سکتے۔ سو یہ نعتیں تمام عاشقانِ رسولِ عربی کے دل کی آواز ہیں اور اس کے لیے مبارک باد کے حقدار ہیں جناب حامد امروہوی جو 'جو نیار بخشش' جیسے خوبصورت اور خوب سیرت مجموعے کے خالق ہیں اور جس کے صلے میں جنت یقیناً ان کی جاگیر ہوگی۔

یہاں ان کی نعتوں سے چند نمونے پیش کرنے کا موقع غنیمت ہے۔ تا کہ آپ بھی اس سعادت میں شریک ہوسکیں:

چاہے وہ کچھ بھی ہوا صاحبِ عرفاں نہ ہوا
جو غلام آپؐ کے در کا شہِ ذیشاں نہ ہوا

آپؐ کے عشق میں جب تک نہ ہوا دل آباد
میرے غم خانۂ ہستی میں چراغاں نہ ہوا

میں بھی طیبہ کو چلاؤں یہ مقدور نہیں
ہاں اگر ان کی عنایت ہو تو کچھ دور نہیں

درِ اقدس پہ میرا سر جھکا ہے
تصور نے کہاں پہنچا دیا ہے

باعثِ ایجادِ عالم آپ پر لاکھوں درود
قصۂ ہستی کے عنواں الصلوٰۃ والسلام

عالمِ امکاں میں آقا آپ وہ تخلیق ہیں
خود ہے خالق جس پہ نازاں الصلوٰۃ والسلام

4۔ مدح رسول کا عاشق شاعر: سلطانہ مہر، امریکہ

حامد امروہوی شکاگو کے ادب حلقوں میں ایک نعت گو شاعر ہیں۔ ان کی نعتوں میں آہنگ و لحن ایک محور پر آملتے ہیں اور اس طرح انھیں ختمی مرتبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بے مثل میں معرف و مدح گو ہونے کی سعادت نصیب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی مدح نگاری سے خوش ہوکر جو یہ دعا فرمائی تھی: ''اے اللہ! جبرئیل کے ذریعے حسان کی مدد فرما'' اس دعا کا دائر اثر قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مدحت نگاروں کے لیے پھیلا ہوا ہے (بشرط: بلطائف الاحسن، بحضور) ورنہ ہم عاجزوں کو نعت گوئی کی کیوں کر توفیق ہوتی اور یہ اسی دعا کی برکت ہے کہ جناب حامد امروہی کی نعت گوئی گام بہ گام ترقی پذیر اور درجہ بدرجہ پسندیدہ خاطر ہوتی چلی جارہی ہے۔ لفظ و معنی تک معتد بہ رسائی جہاں طبعی خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے وہاں زبان کی چاشنی، بندش کی چستی بیان کی تازگی، جدت کی دھنک، ترکیبات وتشبیہات کی ہم آہنگی ان کے اشعار کی شادابی کے آئینہ دار ہیں۔ حامد امروہوی میں اعجاز فن کے وہ ہنر مند نکتے ہیں جو قاری اور سامع کے خوابیدہ خیالوں کو جھنجھوڑ کر بیدار کرتے ہیں اور دل و دماغ کو اپنی آغوش طلسم میں لے لیتے ہیں:

آقاؐ مرے ایسے ہیں رسولوں میں کہ جیسے
تسبیح کے دانوں میں امام اپنی جگہ ہے

جب تصور کرلیا وہ ہیں ہمارے سامنے
بحرِ غم میں آگئے لاکھوں کنارے سامنے

خوشبو جس چیز سے خالق نے بنائی ہوگی
وہ یقیناً مرے آقاؐ کا پسینہ ہوگا

ہر آن بدلتی ہے خرد نظمِ سیاست
سرکارؐ جو لائے وہ نظامِ اپنی جگہ ہے

5۔ نعت گو حامد امروہوی سے مکالمہ: عرفان مرتضیٰ، لاس انجلس، امریکہ

ہم نے کہا: ''حامد صاحب! ابھی ہم جس ٹیکسی میں آپ کے گھر آئے ہیں، اس کے ڈرائیور کا تعلق بھی پاکستان سے ہی تھا، وہ آپ کے گھر بھی ایک دو بار آچکے ہیں نعتیہ محفلوں

کے سلسلے میں۔ ہم نے جب ان سے آپ کا ذکر کیا تو وہ فوراً بولے، اچھا تو آپ 'نعت کدہ' جا رہے ہیں، ماشاءاللہ لوگ آپ کو نعتیہ شاعر کی حیثیت سے ہی جانتے ہیں، حتیٰ کہ آپ کے گھر کی شہرت بھی ذکرِ رسولؐ سے ہے۔'' بولے:

رونقِ کون و مکاں کچھ بھی نہ تھی
ان کے قدموں کی بدولت ہوگئی

اور میں تو ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ:

یہ بھی شرف کچھ کم تو نہیں ہے انؐ کے ہم کہلاتے ہیں
حامدؔ سونے پر ہو سہاگا، ان کے ہم بن جائیں تو

عرفانؔ میاں! ہر وقت یہی کوشش رہی ہے اور رہتی ہے کہ:

نام لیتے ہیں بعدِ حق انؐ کا
بات کرتے ہیں ہم قرینے کی

ہم نے ہنستے ہوئے کہا: ''صاحب! اب اگر آپ قرینے کی بات نہیں کریں گے تو کیا محلے والے کریں گے؟'' مسکرا کر بولے ''عرفان! دراصل بات یہ ہے کہ ہمیں چاہیے کہ:

پہلے آدابِ گفتگو سیکھیں
پھر کریں ہم حضورؐ کی باتیں

ہم نے کہا ''حامد صاحب! ہماری بھی دلی خواہش ہے کہ ہم بھی روضۂ سرکارؐ کے دیدار کرلیں۔'' پوچھا ''تو کب جا رہے ہو؟'' ہم نے کہا ''بس انشاءاللہ دسمبر کے آخر میں ارادہ کرلیا ہے، باقی آگے اللہ مالک ہے۔'' جلدی سے بولے:

تو اگر جائے مدینے تو بتا کر جانا
ہم بھی پیچھے ترے اے بادِ صبا ہولیں گے

یا یہ کہوں کہ:

تو اگر جائے مدینے تو بتا کر جانا
ہم بھی پیچھے ترے عرفان ذرا ہولیں گے

ہم نے کہا ’’جناب یہ تو ہماری خوش قسمتی ہوگی کہ آپ کی ہمراہی میں ہم وہاں جائیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے طفیل ہم پر بھی کچھ نظرِ کرم پڑہی جائے۔‘‘ بولے ’’جانتے ہو، میں جب سے واپس آیا ہوں، بس یہی تمنا دل میں ہے کہ:

میں بھی کبھی مدینے کو جاؤں خدا کرے
جاؤں تو پھر نہ لوٹ کے آؤں خدا کرے

ہم نے ہنستے ہوئے کہا ’’لیکن حامد صاحب! اتنا لمبا ویزا آپ کو کون دے گا، وہاں تو پولیس والے چلتے پھرتے اقامہ مانگ لیتے ہیں۔‘‘ مسکراتے ہوئے بولے ’’میاں! ویزے کی بات کس نے کی ہے، میں تو بس یہی دعا کرتا ہوں کہ:

میرا جینا، میرا مرنا ہو درِ اقدس پر
بجز اس کے کوئی حسرت نہ تمنا ہے مجھے

پھر بولے، ’عرفان! یقین جانو کہ سرکارؐ کے دربار میں جو سکون ہے اس کا اندازہ تمھیں وہاں پہنچ کر ہی ہوگا، ایسا لگتا ہے کہ جیسے آسمان سے نور کی برسات ہو رہی ہو اور لوگ اس نور میں نہائے جارہے ہوں، ڈوبے چلے جارہے ہوں۔‘‘

ہم نے کہا ’’حامد صاحب! دیکھنے میں تو نبیؐ خدا ہم جیسے ہی ایک انسان تھے، لیکن......‘‘ ہمیں ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے جلدی سے بولے، ’’عرفان میاں! توبہ توبہ کیسی باتیں کرتے ہو، ہم بھی کیسے لوگ ہیں کہ:

بہکا دیا خرد نے تو بس کہہ دیا بشر
کی رہبری جنوں نے تو نورِ خدا کہا

دیکھو ایک بات یہ دیکھو..... بلکہ میں تمھیں ایک مثال دیتا ہوں تا کہ جو تم نے

ابھی یہ کہا ہے نا کہ نبیِ کریم ہم جیسے تھے، دیکھو، یہ جو کوئلہ ہوتا ہے نا، یہ %100 کاربن ہوتا ہے اور یہ جو ہیرا ہوتا ہے یہ بھی %100 کاربن ہوتا ہے۔ اجزا دونوں کے ایک ہیں، لیکن جو فرق ایک کوئلے اور ایک ہیرے میں ہے، وہی فرق ہم میں اور نبیِ کریمؐ میں ہے۔ اب دیکھو نا کہ:

کیا مظہرِ نظامِ جہاں ان کے نام ہیں　　شمس الضحیٰ کہا انھیں، بدرالدجیٰ کہا
والیل کہہ کے زلف کی تعریف کی گئی　　والشّمس جب کہا، رُخِ خیرالوریٰ کہا

ہم نے کہا ”حامدؔ صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کو یہ سب کہنے اور لکھنے کی جزا دے، ماشاء اللہ کیا محبت ہے آپ کے دل میں نبیِ خدا کی اور......“ ہماری بات کاٹتے ہوئے بولے، ”سچ کہوں عرفان! دراصل!:

ان سے نسبت ہے غلامی کی تو میں ہوں سرفراز
ورنہ میں کیا، اور حامدؔ کیا مری اوقات ہے

کیونکہ:

میرے لب پر جو ان کی نعتیں ہیں
یہ سب ان کے کرم کی باتیں ہیں

اور اب تک کی زندگی جیسی بھی گزری ہے، پیچھے پلٹ کر اگر نظر ڈالوں تو احساس ہوتا ہے کہ:

میرے اعمال تو محشر میں نہ کام آئیں گے
صرف آقا کی عنایت پہ بھروسہ ہے مجھے

اسی لیے میں نے نعت گوئی اختیار کر لی کہ:

کل سرِ حشر کام آئیں گی
میرے دیواں میں ایسی نعتیں ہیں

ہم نے پوچھا ”حامد صاحب! ویسے یہ آپ کا رجحان صرف نعتیہ شاعری کی جانب

ہی کیوں ہوا، مطلب یہ کہ تمام ہی شعراء حمد و نعت لکھا ہی کرتے ہیں، لیکن آپ تو ماشاء اللہ نجانے کب سے......'' ہماری بات کاٹ کر حامد صاحب بولے'' میاں! بات یہ ہے کہ:

والد نعت لکھا کرتے تھے، میں بھی ہوں مداحِ نبیؐ
حامد میرے گھر میں اجالا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

اور جہاں تک بات ہے کہ یہ رجحان ہوا کب سے، وہ ہوا یہ کہ اپنے والد کے زیرِ اثر ہی کہہ لو کہ میں نعتیں تو لکھا ہی کرتا تھا، لیکن ایک بار بس لکھتے لکھتے میں نے نجانے کیا سوچ کر بے خیالی میں اپنا نام اسی کاغذ پر لکھنا شروع کر دیا کہ جس پر نعت کے اشعار تحریر کرتا جارہا تھا، پھر اپنے نام کے حروف کو آگے پیچھے کر کے الفاظ توڑنا جوڑنا شروع کر دیے تو یقین جانو یوں لگا کہ جیسے سارے بدن میں یک دم رونگٹے کھڑے ہوئے کہ:

جو نام اپنا حامد الٹ کر لکھا
تو مدّاحِ خیرالوریٰ ہوگیا

یعنی کہ پہلے تو میرے نام کی ہجے سے لفظ 'مداح احمد مصطفیٰؐ' ہو تو اپنے سب الفاظ انھی کے نام کیوں نہیں کرتے۔ بس نجانے کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ اس کے بعد سے میرے قلم سے جو بھی حرف نکلا، وہ رسول پاک کی تعریف میں تھا اور رہے گا۔ کیونکہ میری تو یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یومِ محشر مجھے اور ہم سب کو نبیِ کریم کے زیرِ سایہ رکھے کیونکہ:

بھروسا ہے مرا سرکارؐ کی بندہ نوازی پر
مجھے رسوا نہ ہونے دیں گے وہ محشر کے میداں میں

ہم نے کہا، '' حامد صاحب! ہماری اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو نبیِ کریم کے زیرِ سایہ جگہ دے'' بولے، میاں!

دل میں جب تک تڑپ نہیں ہوتی
رنگ لاتی نہیں مناجاتیں

دل میں تڑپ پیدا کرو، دعا کرو اور باقی کا کام اللہ کا۔ کیونکہ میاں! ہمارا تو یہ حال

ہے کہ ہم سے:

پوچھا جو کسی نے، کیا جنت کا تصور ہے
آنکھوں میں مدینے کی تصویر ابھر آئی

تو میں تو تمھیں یہی رائے دوں گا کہ:

غلامو! سلام عرض کرتے رہو
کبھی تو جوابِ سلام آئے گا

وقت کافی ہو چلا تھا، ہم نے حامد صاحب سے اجازت چاہی اور سلام و دعا کے بعد اپنے گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

6۔ مدحت کے پھول: نیر جہاں، لاس انجلس، امریکہ

اردو زبان کے ابتدائی دور ہی سے نعت گوئی کا فن اس زبان کی زینت میں شامل ہو رہا ہے بلکہ غزل کی نوک پلک درست کرنے میں فنِ نعت گوئی کا بڑا احسان ہے۔ چنانچہ قلی قطب شاہ سے لے کر غالب و اقبال، حالی، ماہر القادری اور راغب مراد آبادی تک سبھی اس صنف کی زینت میں اضافہ کرنے کا پورا پورا اور بڑی عقیدت سے حق ادا کرتے رہے ہیں لیکن اگر فنی خوبیوں کو مدنظر رکھا جائے تو یہ حقیقت بہت واضح ہو جاتی ہے کہ جب تک حقیقت شاعر کے دل میں چاہِ رسولؐ گھر نہ بنائے اور ان کی طرف سے پوری توفیق حاصل نہ ہو تو نعتیہ شاعری میں اس محبت کا اظہار فنی مہارت کے ساتھ ناممکن ہے۔

جناب حامد امروہوی کی شاعری کو دیکھتے ہوئے یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ ان کے دل کو گوشے گوشے میں حبِ رسولؐ چراغاں کیے ہوئے ہے اور ان پر حضورؐ کی طرف سے توفیقات کی بارش ہے۔ 'مدحت کے پھول' میں اسی روشنی کے عکس اور اسی الفت کے مظاہر جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اشعار میرے اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں:

پہلے آ جائے تیری عشق میں جینے کا شعور — پھر تیرے نام پہ مرنے کا سلیقہ مانگوں
گھر میں ان کی یادوں کے ہر طرف اجالے ہیں — بزم دل سجا لی ہے ہم نے شام فرقت میں

کرم میں ان کے کمی ہو یہ غیر ممکن ہے — مری طلب میں یقیناً کوئی کمی ہوگی
ہم اہلِ وفا عشق میں اس راہ سے گزرے — جس راہ میں ذرّے نہیں شمس و قمر آئے

مدحت کے پھول کا بڑا حصہ نعتیہ غزلوں پر مشتمل ہے۔ ان غزلوں میں غزل کے تمام اجزاء اپنے روایتی حسن کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ اندازِ بیان میں شیرینی، جاذبیت اور خلوص کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ زبان کی سادگی نے اشعار کے حسن اور دلفریبی کو دونا کر دیا ہے اور عقیدت اور محبت رسولؐ کی حلاوت نے اظہار و فکر میں نرالا پن اور نیا نکھرا ہوا کیف پیدا کر کے مدحت کے پھولوں کا ایک مرصع گلدستہ ترتیب دیا ہے۔

میری ناقص معلومات کے مطابق یہ پہلا نعتوں اور غزلوں کا مجموعہ ہے جو سرزمین امریکہ میں تخلیق ہوا۔ اس حقیقت کے مدنظر اس کتاب نے شمالی امریکہ میں نعتیہ شاعری کو نہ صرف خود اعتمادی بخشی ہے بلکہ نعتیہ شاعری کی تاریخی اہمیت کے سلسلے میں یہ ایک ادبی دستاویز ہے۔

ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی
گھیر مناف، امروہہ

جناب حامد حسین حامدؔ امروہوی کا خاندانی علمی و فنی تعارف

سرزمین امروہہ میں بعض گھرانے اپنی نسبی اہمیت، خاندانی وجاہت اور علمی و فنی وراثت کے سبب خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ ان ہی مایۂ نازصد نازش و افتخار خانوادوں میں ایک دینی و دنیاوی علوم و فنون سے آراستہ گھرانہ الحاج ماسٹر حافظ عبدالرؤف صاحب رؤف امروہوی علیہ الرحمہ کا بھی ہے جو علمی وجاہت اور فنی امتیازات میں خاص اہمیت و سربلندی کا منارہ نور ہے۔ مؤرخ امروہہ علامہ محمود احمد عباسی اپنی مشہور تصنیف 'تحقیق الانساب' میں اس گھرانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''دوسرا خاندان اولاد مرزا زین الدین بیگ ساکنان محلّہ صدو بار پوتیاں کا ہے اان میں مولوی مکھو بیگ و مولوی عظیم اللہ بیگ نامور تھے۔ مرزا عبدالرؤف بیگ ان میں ذی علم ہیں۔'' (تحقیق الانساب: مؤلفہ محمود احمد عباسی، ص 322)

حامد حسین حامدؔ امروہوی صاحب کے اسلاف و اجداد نے کئی صدیوں سے سرزمین امروہہ میں علم و فضل کے مختلف میدانوں میں خصوصی خدمات انجام دے کر امروہہ کا نام روشن کیا ہے۔ آپ کے اجداد میں مولوی حکیم عظیم اللہ بیگ ابن مولوی مکھو اپنے اپنے دور کے ذی علم صاحب فن حاذق طبیب تھے۔ مولانا آل حسن نخشی نے اپنی تاریخ 'نخبۃ التواریخ' میں ان دونوں شخصیات کا بڑے پرستائش الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ مولوی مکھو کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''مولوی مکھو کہ از علمائے روزگار و صلحائے نام دار بودہ۔''
>
> ('نخبۃ التواریخ' ص 103، مؤلفہ مولانا آل حسن نخشی)

یعنی مولوی مکھو جو اپنے زمانے میں نام ور عالم اور مشہور صلحاء (درویش) میں تھے۔

اسی طرح مولوی حکیم عظیم اللہ بیگ کے بارے میں مولانا آل نخشی لکھتے ہیں:

''مولوی عظیم اللہ بیگ بن مولوی مکھو درفن تشریح ابدان و معالجہ جراحات یگانہ روزگار بود و مرتبہ عظیم یافتہ وطبیبے بود نیک تشخیص و بے طمع و عالی طبع۔''
(ایضاً)

ترجمہ: مولوی عظیم اللہ بیگ بن مولوی مکھو تشریح ابدان (اینوٹومی) اور جراحت (سرجری) کے علاج میں اپنے وقت میں یکتا تھے اور بڑا مرتبہ پایا اور عمدہ تشخیص والے، مخلص اور اعلیٰ اخلاق والے حکیم تھے۔

اسی طرح آپ کے دوسرے بھائی مولوی رحیم اللہ بیگ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ ہمہ وقت یادالٰہی میں مصروف رہنے والے درویش انسان تھے، ان کا بیان ہے کہ:

''مولوی رحیم اللہ بیگ بن مولوی مکھو سیرت درویشان داشت و در یادِ الٰہی صرف اوقات می نمود۔''

(نخبۃ التواریخ، مؤلفہ مولانا آل حسن نخشی، ص 103)

یعنی مولوی رحیم اللہ بیگ بن مولوی مکھو درویشوں جیسی سیرت رکھتے تھے اور سارا وقت یادِ الٰہی میں گزارتے تھے۔

مرزا زین الدین بیگ تک محترم حامد امروہوی صاحب کا سلسلۂ نسب اس طرح متصل ہے:

''جناب حامد حسین حامدؔ امروہوی ابن الحاج ماسٹر عبدالرؤف صاحب رؤفؔ امروہوی ابن مرزا شفیع اللہ بیگ ابن حفیظ اللہ بیگ ابن عظیم اللہ بیگ ابن مولوی مکھو ابن مرزا امانی ابن مرزا زین الدین بیگ۔''

(تحقیق الانساب: مؤلفہ محمود احمد عباسی، ص 332)

اس طرح علم وفن کی آبیاری اور درویشانہ خصوصیات اس گھرانے میں وراثتاً آج بھی پورے آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں اور یہ پورے کا پورا گھرانہ مسلسل امروہہ کے علمی وفنی سرمایہ میں افادہ کے لائق اضافہ کر رہا ہے جن میں سرفہرست الحاج ماسٹر حافظ عبدالرؤف صاحب رؤف امروہوی نے اپنی پرسوز اور والہانہ عقیدت واحترام سے لبریز نعت ومناقب کے ذریعہ وہ شہرت وناموری پائی کہ امروہہ تو کیا اگر ہندو پاک کے نعتیہ سرمایہ کی بات کی جائے تو رؤف امروہوی صاحب کا اسم گرامی سرفہرست دکھائی دے گا۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی عشق رسول اکرم کی سرشاری کے ساتھ آقا کی مدحت سرائی میں گزار دی، ماسٹر عبدالرؤف امروہوی، صاحب علم وفضل ہونے کے ساتھ ساتھ زاہد شب زندہ دار حقیقی طور پر صوفیانہ مزاج کی حامل شخصیت تھے۔ آپ نے اپنے پیر ومرشد کے حکم پر 1923 میں اپنے مکان پر ایک ہفتہ وار نعتیہ محفل کا انعقاد کیا جو تا این دم جاری ہے جس کو آج بیانوے سال گزر گئے مگر یہ نعتیہ محفل ناغہ نہیں ہوئی، ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ سے عصر کی نماز کے وقت ختم ہوتی ہے۔ امروہہ کی یہ واحد نعتیہ محفل ہے جو عید، بقرعید یا دیگر کسی بھی وجہ سے ناغہ نہیں ہوتی۔ امروہہ کے علاوہ دیگر دیار وامصار سے آئے ہوئے نعت خواں اور شعراء بھی اس محفل میں شریک ہونا اپنے لیے فخر کی بات محسوس کرتے ہیں۔ ماسٹر عبدالرؤف صاحب کے کئی نعتیہ مجموعے دیدہ ودل کو روشن کر کے ایمانی تازگی بخشنے والے منظر عام پر آچکے ہیں، ان کی نعت ومناقب کے بارے میں پروفیسر نثار احمد فاروقی جیسے محقق بے بدل لکھتے ہیں:

> ''انھیں شعر گوئی کا ذوق بھی خداداد ملا تھا مگر ایام جوانی میں بھی اسے عشقیہ جذبات اور گل وبلبل کے فرسودہ مضامین تک محدود نہ رکھا بلکہ اپنے بے پناہ جذبۂ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کا وسیلہ بنالیا، غزلیں کبھی کبھار فرمائشی کہہ لیا کرتے تھے ورنہ ان کا اصلی ذوق نعت ومنقبت ہی تھا اور وہیں ان کے جوہر کھلتے تھے، ان کی عارفانہ شاعری بھی کم ارز نہیں ہے۔''
>
> (انوار رؤف مرتبہ: ساجد امروہوی، ص 6،7)

الحاج حافظ ماسٹر عبدالرؤف صاحب امروہوی نے ایک طویل زندگی مدحت آقائے دو جہان میں گزار کر 16 دسمبر 1986 کو اپنی جان عزیز بھی نعت گوئی کرتے کرتے مدنی آقا پر صدقے کردی۔ آپ نے چار شادیاں کی تھیں، جن میں پہلی دو بیویاں لاولد انتقال کر گئیں۔ تیسری بیوی سے مرزا محمد حسین اور احمد حسین سیفی دو فرزند ہوئے اور چوتھی زوجہ سے حامد حسین، ساجد حسین اور آصف حسین تین فرزند اور تین صاحب زادیاں حامدہ بیگم (مرحومہ، زوجہ نواب خالد حسین خان صاحب مرحوم ساکن سنبھل)، ساجدہ بیگم (اہلیہ خورشید احمد انصاری مرحوم ساکن محلّہ گھیر مناف، امروہہ) اور تیسری تائبہ بیگم (زوجہ مرزا شجاع الرحمٰن مرحوم)، ماسٹر عبدالرؤف صاحب کے سب سے بڑے فرزند جناب محمد حسین صاحب جو پاکستان چلے گئے تھے اور وہیں 1950 میں لاولد اللہ کو پیارے ہوگئے۔ دوسرے ڈاکٹر مرزا احمد حسین متخلص بہ سیفؔی امروہوی تیسرے الحاج مرزا حامد حسین حامد امروہوی، چوتھے الحاج مرزا ساجد حسین ساجد امروہوی اور پانچویں مرزا آصف حسین ہیں۔ مرزا آصف حسین صاحب انتہائی ذہین شخصیت کے مالک ہیں۔ کاشی پور میں لکچرار رہے، اگرچہ شاعر نہیں ہیں مگر بلا کے سخن شناس و سخن فہم ہیں، ہزاروں کی تعداد میں عمدہ عمدہ اشعار ان کو ازبر ہیں، مانو وہ اردو میں میرزا مظہر جان جاناں کی 'خریطۂ جواہر' ہیں۔ مرزا آصف حسین کی شادی جناب صولت حسین انسپکٹر ابن نظر حسن صدیقی، صدیقیان مناف پوتہ ساکن محلّہ قاضی زادہ مروہہ کی دختر نسیم آرا صدیقی سے ہوئی جن کے ایک بیٹی آرزو مرزا اور ایک بیٹا کاشف مرزا ہے۔ کاشف مرزا (ایم ایس سی) کاشی پور میں ہی کوچنگ سینٹر چلا رہے ہیں، آرزو مرزا کی شادی سالم بیگ سے ہوئی ہے جو نوئیڈا میں ٹیلیفون ایکسچینج میں چیف انجینئر ہیں۔

ان میں جناب ڈاکٹر مرزا احمد حسین سیفؔی پیشہ کے اعتبار سے ایک اچھے معالج اور شعری میدان میں حمد و نعت، مناقب، نوحہ و سلام، مرثیہ و قصیدہ، غزل و تاریخ گوئی کے قادرالکلام استاد شاعر تھے، انھوں نے بعض ناگفتہ بہ آلام و مصائب سے نبرد آزما ہونے کے بعد اپنی زندگی کو غم جاناں اور غم زمانہ کے ملے جلے جذبات کی عکاسی کے لیے وقف

کر دیا۔ ہمہ وقت شعر و سخن کی آبیاری اور پوری جاں کاہی کے ساتھ اردو زبان و ادب کی خدمات کے لیے اپنی زندگی کو نچھاور کر دیا تھا۔ اپنی تخلیقی اپج اور شاعرانہ مزاجی رچاؤ کے سبب وہ نادر مضامین پیش کیے کہ رہے نام اللہ کا۔ اگر کوئی ذہین و قابل نقاد جو پوری طرح شعری نکات اور فنی رموز سے واقف ہو، ان کے شعری سرمایہ کا ایماندارانہ جائزہ لے تو وہ بلاشبہ امروہہ کے نہیں بلکہ اردو شعر و ادب کے ایک اہم ستون ثابت ہوں گے۔ ان کے دو شعری مجموعے 'لہو رنگ' (مجموعہ غزلیات) اور 'دنکھتیں' (مجموعہ نعت و مناقب) شائع ہو چکے ہیں۔ باقی ڈھیر سارا کلام ابھی غیر مطبوعہ آپ کے ورثا کے پاس محفوظ ہے۔ یہاں ان کے مزاج کو سمجھنے کے لیے صرف دو شعر لکھنے پر اکتفا کروں گا:

تسلیم حیات کا تقاضہ
جی لوں گا ابھی تو مر رہا ہوں

دوسرا خالص غزل کا شعر:

تری نگاہ نے محفل میں دفعتاً اٹھا کر
کسی کا حال بگاڑا کسی کا مستقبل

افسوس امروہہ میں شعر و شاعری کا یہ تاجدار 3 مئی 2012 کو عالم جاودانی کو سدھار گیا۔ مگر مسرت کی بات ہے کہ اپنی وراثت اپنے اکلوتے لائق فرزند زبیر ابن سیفی کو سونپ گیا جو آج کل شعر و سخن میں پوری طرح ان کی جانشینی کر رہے ہیں، زبیر ابن سیفی کی شادی نواب احمد جعفری ابن ڈاکٹر بشیر احمد سیف جعفری ساکن دربارِ کلاں کی صاحبزادی مدثرہ بیگم سے ہوئی، ان کے تین فرزند ہیں جن میں دو نعت گوئی و نعت خوانی کے ذریعہ امروہہ کا نام روشن کر رہے ہیں اور دور تک سرزمین امروہہ کی نمائندگی کرتے ہیں جن کے نام ہیں: مرزا محمد عارض (بی اے، بی لب)، دوسرے مرزا اظہر شہاب (بی اے)، تیسرے ظفر مسعود جو ابھی زیر تعلیم ہیں۔ ڈاکٹر مرزا احمد حسین سیفی صاحب کے چار بیٹیاں ہیں جن میں سب سے بڑی ام سلمیٰ بیگم زوجہ صنوبر حسن فاروقی ان کے اکلوتے بیٹے حکیم تنویر کامل فاروقی تھے جنھوں نے نوجوانی ہی میں 21 مارچ 2015 کو رحلت کی۔

دوسری بیٹی اسما بیگم ہیں جو بہترین خوش نویس ہیں۔ فریدی کیلی گرافی سینٹر امروہہ میں خوش نویسی کی استاد رہی تھیں، ان کے ایک فرزند ارشاد میاں ہیں جو ایک اچھے کمپوزیٹر ہیں۔ تیسری بیٹی حفصہ بیگم ہیں جو محفوظ علی صدیقی ساکن بازار گھیر مناف کی اہلیہ ہیں، ان کے دو بیٹے بلال محفوظ اور شجاع محفوظ ہیں۔ سیفی صاحب کی چوتھی صاحب زادی فرح بیگم ہیں جو حکیم واصف اختر ابن الحاج حکیم کلب علی شاہد کی اہلیہ ہیں۔ حکیم واصف اختر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اجمل خاں طبیہ کالج سے بی یو ایم ایس ہیں، پہلے مراد آباد میں اپنے والد کی جگہ مطب کرتے تھے، اب امروہہ میں ہی مطلب کرتے ہیں۔ آپ کے تین بیٹے ارب اختر حافظ محمد طاہر اور اختر ہیں۔

حامد حسین صاحب کے چھوٹے بھائی یعنی ماسٹر عبدالرؤف کے تیسرے فرزند الحاج مرزا ساجد حسین ساجد امروہوی بھی حمد ونعت، مناقب، نوحہ، سلام، غزل ونظم کے لاجواب استاد وکہنہ مشق شاعر ہیں جن کی نعت ومناقب میں ایک خاص قسم کا سوز وگداز اور والہانہ پن پایا جاتا ہے، ساتھ ہی غزل گوئی میں بھی خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ ساجد امروہوی صاحب کو حمد ونعت ومناقب اور غزل پر یکساں استادانہ عبور ہے۔ جہاں انھیں یہ فن اپنے والد گرمی رؤف امروہوی صاحب سے ورثے میں ملا ہے تو دوسری طرف اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر مرزا احمد حسین سیفی کی صحبت وقربت سے انھوں نے اس کو خوب سے خوب تر بنانے کی سعی کی اسی سبب آپ آجکل سرزمین امروہہ کے استاد شعراء میں صف اول بلکہ مصلے پر دکھائی دیتے ہیں۔ علمی اعتبار سے ساجد امروہوی بڑے ذی علم، صاحب مطالعہ اردو، انگریزی، سائنس میں ایم اے، بی ایڈ ہیں کافی عرصے تک امروہہ کے مشہور ومعروف ادارے آئی ایم کالج میں انگریزی وسائنس کے استاد رہے۔ شاعری کے ساتھ نثر نگاری کا اچھا ملکہ ہے، ڈھیر سارے صوفیانہ مضامین بڑی تحقیق وتلاش اور دقت نظر کے ساتھ تحریر کر کے نیشنل سیمیناروں میں پیش کیے ہیں، کئی نعتیہ شعری مجموعوں کے ساتھ ساتھ غزلیات کا بھی ایک مجموعہ 'دسترس' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے، نثر میں 'انوار رؤف' اعلیٰ درجہ کی تصنیف آپ کی یادگار ہے۔ مرزا ساجد حسین ساجد امروہوی صاحب

کی شادی محلہ کٹکوئی کے ذی علم گھرانے یعنی حکیم شفاء الملک ابن حکیم علی بہادر خاں کے ایک مشہور طبیب حکیم حبیب الرحمٰن خاں صاحب مرحوم کی بیٹی قمر سلطانہ سے ہوئی۔ جن کے دو صاحب زادے اور ایک صاحب زادی حنا ساجد ہیں جو ایم اے بی ٹی سی اردو مجاہد علی خاں ابن زاہد عمل خاں لودی کے فرزند جناب نورالزماں خاں کی اہلیہ ہیں۔ ساجد صاحب کے بڑے فرزند خسرو مرزا (بی اے بی ایف اے، ایم اے، فائن آرٹ) دہلی میں آرٹ لکچرار ہیں۔ آپ کی اہلیہ ناہید پروین بنت حکیم خالد حسین جامعی بھی ایم ایف اے ہیں اور دہلی میں بحیثیت استاد سرکاری ملازم ہیں۔ آپ کے دو فرزند فراز مرزا اور احسن مرزا ہیں جو ابھی زیر تعلیم ہیں۔ ساجد امروہوی صاحب کے دوسرے بیٹے خضر مرزا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ڈپلوما ان انجینئرنگ اور بی کام ہیں۔ انھوں نے کمپیوٹر کا بھی ڈپلوما حاصل کیا ہے اور آج کل امروہہ میں 'کے ڈاٹ کام' کے نام سے ایک کمپیوٹر سینٹر چلا رہے ہیں، اس میدان میں ان کی استادی اور مہارت سراہتے ہیں۔

محترم حامد امروہوی صاحب کے دو صاحب زادے اور تین صاحب زادیاں ہیں، ماشاء اللہ پانچوں ہی زیور علم اور اسلامی اخلاق و کردار سے آراستہ ہیں جن میں محمد عامر مرزا ٹیکنیکل انجینئر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ آج کل شکاگو (امریکہ) میں اپنی ذاتی فیکٹری کے مالک ہیں۔ دوسرے فرزند محمد بابر مرزا بھی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تعلیم یافتہ ہیں اور شکاگو کے کسی بینک میں ملازم ہیں۔ صاحب زادیوں میں سب سے چھوٹی بیٹی زہرا قادری امریکہ میں اچھی سماجی و سوشل ورکر ہیں۔ دوسری ڈاکٹر زیبا بی یو ایم ایس علی گڑھ میں سرکاری ڈاکٹر ہیں۔ تیسری بیٹی ڈاکٹر ضیاء مرزا لنگوسٹک میں پی ایچ ڈی ہیں۔

اسی علم و فضل اور جاہ و جاہت بھرے گھرانے میں 20 جنوری 1936 کو جناب مرزا حامد حسین امروہوی نے آنکھ کھولی اور اس دین دار گھرانے میں اپنے والد گرامی ماسٹر رؤف صاحب کے زیرنگرانی تعلیم و تربیت پائی۔ ہائی اسکول کرنے کے بعد 1953 میں شوگر کین ڈپارٹمنٹ میں ملازم ہو گئے۔ 1969 میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ رجسٹرار آفس میں ملازمت اختیار کر لی اور 1991 میں آپ امریکہ چلے گئے اور 1996 میں

ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور مستقل امریکہ میں قیام اختیار کیا۔ آپ کی شادی امروہہ کے ایک ذی علم و ذی وجاہت گھرانے میں محترم سردار احمد خانصاحب کی بیٹی سردار خانم سے ہوئی۔ سردار احمد خانصاحب نسباً یوسف زئی پٹھان تھے مگر انتہائی بردبار، بااخلاق، نیک سیرت، متقی پرہیز شخصیت کے مالک تھے۔ امروہہ میونسپل بورڈ میں ایک عرصہ تک ایگزیکٹیو آفیسر رہے۔ پنجاب وقف بورڈ کے سکریٹری بھی رہے تھے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد تاحیات مدرسہ اسلامیہ عربیہ دارالعلوم چلہ کے مہتمم رہے۔

محترم سردار خانم بھی ذی علم اور ذہین وفطین شاعرہ ہیں، مخفی تخلص کرتی ہیں آپ کا ایک شعری مجموعہ بھی 'متاعِ مخفی' کے نام سے منظرعام پر آ کر سند قبولیت پا چکا ہے۔

اب چند باتیں محترم الحاج مرزا حامد حسین حامد امروہوی کے فن پر، تو یہ مان لیجیے صاحبو! کہ سخن سنجی وسخن گوئی تو ان کا فن خاندانی ہے۔ شعر و شاعری کے رموز و نکات، باریک بینیاں انھیں گھٹی میں گھول کر دی گئی ہیں۔ ولادت کے وقت کانوں میں اذان واقامت کے ساتھ ہی حمد ونعت مناقب، نوحہ وسلام اور غزلیات کے اشعار کی گونج بھی سنائی دی ہے۔ ذرا شعور سنبھالا تو امروہہ جیسی علم پرور بستی میں چاروں طرف علم وفن اور شعروسخن کے چرچے پائے۔ اپنے والد گرامی کی صحبت بابرکت کے ساتھ ہی مولانا مفتی نسیم احمد فریدیؔ، میر افقؔ کاظمی، سلطان سخن علامہ شہباز امروہوی، الحاج حکیم کلب علی صاحب شاہدؔ، مولانا محمد عبادت صاحب کلیم، کوثر القادری جیسے کامل فن اساتذہ کرام کی محفلوں اور صحبتوں میں اٹھنے بیٹھنے اور بہت کچھ سیکھنے کے مواقع ملے۔ گھر میں رات دن کا صاف ستھرا اسلامی پاکیزہ ماحول اور ان قابل اساتذہ کی صحبت وہم نشینی نے ان تینوں بھائیوں یعنی الحاج مرزا ڈاکٹر احمد حسین سیفیؔ، الحاج مرزا حامد حسین حامدؔ امروہوی اور الحاج مرزا ساجد حسین ساجدؔ امروہوی کو علم وفن اور شعر وسخن کے اعلیٰ امتیازات اور بلند معیار سے آراستہ کیا ہے۔ مرزا اسداللہ خاں غالب کو اپنی خاندانی سپہ گری اور انیسؔ لکھنوی کو 'شبیرؑ' کی مداحی میں اپنی پانچویں پشت پر ناز تھا دیکھیے یہاں تو پورا گھرانہ ہی ایک صدی سے سرورکائنات فخر موجودات، باعث تخلیق آدم رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی مداحی وعشق ومحبت، عقیدت واحترام میں ہی سرشار و جاں سپار ہے۔ نعت گوئی و نعت خوانی کے بارے میں گھرانہ کو وہ شان امتیاز حاصل ہے جس کی مثال کوئی نہیں۔ اپنے والد گرامی اور بھائیوں کی طرح الحاج حامد حسین حامد امروہوی بھی حمد ونعت، مناقب اور غزلیات کے عمدہ صاحب فن شاعر ہیں۔ اب تک ان کے چار نعتیہ مجموعے منظر عام پر آ کر عوام وخواص سے داد تحسین وستائش کے ساتھ قبولیت انام کی سند پا چکے ہیں۔ نعت گوئی ان کی زندگی کا ہمہ وقت مشغلہ ہے۔ وہ اپنی زندگی سے وہ لمحات نکال دینا چاہتے ہیں جو یاد مصطفیٰ (ﷺ) میں نہ گزرے ہوں۔ وہ فرماتے ہیں:

منور جو نہ ہوں یادِ نبی سے
نکل جائیں وہ لمحے زندگی سے

عالمی شہرت یافتہ ادیب ومحقق پروفیسر نثار احمد فاروقی آپ کی نعت گوئی کے بارے میں فرماتے ہیں:

''حامد امروہوی کی نعت گوئی میں وہ کیفیت اور تاثیر اور رنگ وآہنگ ہے جو محبت کی چنگاری سے پیدا ہوتا ہے۔ یہی وہ صفت ہے جو سب لوازم سے بے نیاز کر دیتی ہے۔''

(پیش لفظ 'مدحت کے پھول'؛ پروفیسر نثار احمد فاروقی، ص 6,7)

مشہور شاعر جناب شمیم جے پوری لکھتے ہیں:

''حامد صاحب ایک نعت گو شاعر ہیں اور انھوں نے اپنی شاعری کو نعت گوئی کے لیے وقف کر دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عقیدت کا اظہار ان کی نعتیہ شاعری میں اس شدت سے ہوتا ہے کہ ہر شخص کے دل پر اس کا تاثر قائم رہتا ہے۔'' (ایضاً، ص 9)

محترم ڈاکٹر تابش مہدی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حامد امروہوی کی نعتوں میں درد وسوز اور محبت وشیفتگی کی اس کیفیت کی کمی نہیں جو ایک اچھے نعت گو شاعر کے لیے ضروری ہے۔'' (ایضاً)

پروفیسر دل نواز صدیقی مقیم امریکہ لکھتے ہیں:

''حامد نے رسول پاک کی ذات پاک سے گہری عقیدت کا جذباتی اظہار ہی نہیں کیا ہے بلکہ ان کی سیرت عظمیٰ کے متعدد پہلوؤں کو اجاگر کر کے قاری کی تعلیم کا ذریعہ بھی فراہم کیا ہے۔'' (وسیلۂ بخشش)

اسی طرح کئی اور بھی اہم اور بڑے نقادانِ فن نے حامدؔ امروہوی صاحب کے کلام پر اپنے پرستائش تبصرات میں انھیں دادِ تحسین و آفرین سے نوازا ہے جو پوری طرح حقائق پر مبنی ہے۔ احقر بھی اپنے محدود مطالعہ کی بنیاد پر حامد امروہوی صاحب کو نہ صرف ہندوستان بلکہ میدانِ نعت و مناقب کے چند اہم ترین نعت گویوں میں مانتا ہے، بلاشبہ حامدؔ امروہوی صاحب کا فن متاثر کرنے والا ہے جو 'از دل خیزد بر دل ریزد' کی مثال ہے۔ اب چند خوبصورت اور ذہن و دل کو ایمانی تازگی بخشنے والے شعر سن لیجیے:

بھیج کر ان پہ درود اور سلام　　اپنے خالق کا کہا کیوں نہ کریں
ذکر میلاد نبیؐ سے حامدؔ　　اپنے ایماں کی جلا کیوں نہ کریں

جو معترف عظمت سرکار نہیں ہے　　اس آئینہ دل میں ہمیں بل لگے ہے

جس میں میرے آقاؐ کی محبت نہیں ہوگی　　ایمان کی اس دل میں حرارت نہیں ہوگی

جو حبیبِ خداؐ سے دور رہے　　اس پہ فضل خدا نہیں ہوتا

حامد امروہوی صاحب کا اگرچہ اصلی میدان ہمہ وقت اپنے آقا سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کرنا ہے مگر وہ ایک فطری شاعر ہیں اس لیے انھوں نے شعر و سخن کے ہر میدان میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ہیں۔ میں یہاں ان کی غزل سے دو ہی شعر پیش کروں گا جس سے ان کا پرتاثیر غزلیہ مزاج واضح ہوگا، وہ کہتے ہیں:

کس طرح تم کو بے وفا کہہ دوں　　یاد کرتے ہی یاد آئے ہو
اے تصور ہو تری عمر دراز　　فاصلہ فاصلہ نہیں ہوتا

حامدؔ صاحب کا ایک اور اہم کام یہ ہے کہ انھوں نے اپنے والد گرامی کا کلام، ان

کی سوانح حیات 'اپنی زباں سے میں' اور 'انوارِ رؤف' میں شائع شدہ کچھ مشاہیر کے مضامین کے اقتباسات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب 'سرمایۂ رؤف امروہوی' شائع کی ہے اس کے لیے وہ قابل صد ستائش ہیں۔

اور اب آخیر میں اپنے قلم کی عجز بیانی کا اعتراف کرتے ہوئے اس تاثر کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ یہ پورا خانوادہ علم وفن کا سمندر ہے اور سمندر کو جتنا متھا جائے گا آب دار موتی ہاتھ آتے جائیں گے، میاں مصباح سمندر کو آج تک کس نے متھا ہے۔

آصفہ نشاط
لاس انجلس، کیلیفورنیا، امریکہ

حامد امروہوی

آپ لوگوں نے کئی بار یہ محاورہ استعمال تو کیا ہوگا کہ ''سورج کو چراغ دکھانا'' مگر اس بے بسی کا احساس تو شاید کوئی نہ کر سکے جس کا تجربہ مجھے ہو رہا ہے۔ کاش کوئی اس سے زیادہ پر اثر محاورہ بھی ہوتا کیونکہ میں سورج کو چراغ سے بھی کچھ معمولی روشنی دکھانے کی جرأت کر رہی ہوں۔ حامد امروہوی جیسی شخصیت جو اپنی ذات میں ایک چلتی پھرتی بزمِ نعت ہیں۔ جن کے گھر میں تقریباً سو برس سے بلا ناغہ نعتیہ مشاعرہ منعقد ہو رہا ہے جن کے ہاں امریکہ میں سن انیس سو بانوے سے باقاعدہ نعتیہ مشاعرے ہوتے ہیں۔ جن کے گھر کا نام 'نعت کدہ'، جن کا اوڑھنا بچھونا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، نعت گوئی سے وابستہ ہے، وہ خاموش ہوں تب بھی نعت کہتے سنائی دیتے ہیں، وہ سو رہے ہوں تب بھی نعت سوچ رہے ہوتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر نعت خوانی کا خیال آتا ہے۔ ان سے گفتگو کے دوران نعت کہنے کی تمنا جاگتی ہے اور جب وہ محفل سے چلے جاتے ہیں تو حاضرینِ محفل اس بات پر متفق ہوتے ہیں کہ عشقِ رسول کی جو سعادت حامد صاحب کو نصیب ہے وہ بزورِ بازو نہیں ہو سکتی یہ خالص خدائے بخشندہ کا انعام ہے۔ ایسی بے پناہ محبت، ایسا بے ریا خلوص، ایسی انتھک جدو جہد اور اس قدر والہانہ انداز، میں نے کبھی زندگی میں کسی اور جگہ نہیں دیکھا کہ ایک فردِ واحد نے یا کسی ایک شخص کا پورا خاندان اس طرح نعت کی خدمت میں مصروف ہو۔ حامد امروہوی کی ذات میں جس طرح کی معصومیت ہے اور جتنی سادگی اور سچائی سے آپ ایک سچے عاشق کی مکمل تصویر بنے ہوئے ہیں اُسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے وہ تمام افراد اور سلسلے جنھوں نے بڑے تسلسل سے نعت کی خدمت کی ہے، پاک پروردگار ان کے مرتبے میں اضافہ کرے۔ لیکن جس طرح حامد امروہوی کا مزاج نعت کی عقیدت سے

مملو ہے، اس کی نظیر ضرور کہیں ہوگی، میں محروم ہوں، لیکن خوش قسمتی سے میں نے حامد امروہوی سے ملاقات اور گفتگو کا شرف ضرور حاصل کیا ہے۔ حامد امروہوی صاحب کی گہری اور سنجیدہ فکر کو ان کے جذبِ دل سے الگ نہیں کیا جا سکتا، اور پھر اس میں عشق کی وہ نسبت جو صرف انھیں نصیب ہے۔ یہی عشقِ رسول نمازِ عشق کا مدعا ہے اگر آپ فنی پیمانے سے پرکھیں تو ہر ہر لفظ 'آمد' ہے اور اپنے اندر یک والہانہ بے ساختگی لیے ہوئے ہے۔ مجھے ان کی نعتیں پڑھ کر جو تجربہ ہوتا ہے اس میں قبولیت کا احساس بہت نمایاں ہوتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ نعتیں دربارِ نبوی تک پہنچ چکی ہیں ورنہ سو سال سے یہ سلسلہ کیسے برقرار رہ سکتا تھا۔ حامد امروہوی صاحب کو یقین ہے کہ ان کا نام 'حامد' اس لیے ہے کہ وہ دراصل 'مداح' ہیں۔ (سبحان اللہ)۔ آپ کی نعتوں میں کوئی بات خلافِ واقعہ نہیں اور عقیدت محض عقیدت ہے کسی طرح کا تجاوز نہیں۔ کئی شعراء نے عقل سے کام لے کر بھی نعتیں کہی ہیں، مگر عشق اور عشق کا فرق تو بالکل واضح ہوتا ہے۔ کیونکہ میری ادنیٰ رائے میں ادب اور لحاظ کا اپنا مقام اور محبت کا الگ لہجہ حامد صاحب، سیرت کے ہر پہلو کے ساتھ ساتھ، نعت گوئی کی تاریخ، اسلامی تاریخ، حسبِ مراتب، ڈکشن، اور ربانی بیان کے مروجہ قوانین سے اس طرح واقف ہیں کہ یہ سب خصوصیات ان کے وجود میں گندھی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ میں بس محض اپنی ذاتی سوچ کی بنا پر اس بات کو جائز نہیں سمجھتی کہ حامد امروہوی کے اشعار کا مقابلہ کسی اور نعت گو شاعر سے کروں کہ میری نظر میں یہ تقریباً بے ادبی ہے کیونکہ نعت تو اپنے اپنے انداز میں اظہارِ عشق ہے۔ بلکہ میں تو اس بات کی بھی مخالف ہوں کہ جن شعراء نے خال خال ہی نعتیں لکھی ہیں ان کے بارے میں فیصلے کیے جائیں بلکہ میں تو یہ اعتراف کرنا چاہتی ہوں کہ جس نے آغاز کر دیا ہے اللہ جانے وہ اپنے سفر میں اور کتنا آگے بڑھ جائے۔ مجھے کسی کی دعا کے طفیل حامد امروہوی صاحب کی صرف دو کتابیں نصیب ہو سکیں، 'خیابانِ ارم' اور 'مدحت کے پھول' بخدا کوئی نعت ایسی نہیں، جس کو محض ایک بار پڑھ کر آگے بڑھنا ممکن ہو، کوئی ایسا شعر نہیں جسے بصد افتخار سنایا نہ جا سکے۔ ہر شعر جذب و محبت کی کیفیت اور خلوص کی خوشبو ہے۔ میں دانستہ ان کا کوئی

شعر یہاں نہیں لکھ رہی بلکہ آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ اپنے طور پر بالکل کھلے دل و دماغ کے ساتھ اسے پڑھیں۔ اس خزانے کو اس نمبر پر فون کر کے حاصل کریں: 0860-733-773 اور اس کو اپنے سرہانے رکھ کر ادب سے پڑھیں آپ یقین کریں آپ کو عبادت کا سا سکون ملے گا۔ آپ کو اپنے نکتہ نظر میں ایک خوشبو اور خوبصورتی کا احساس ہوگا۔ ماضی میں ایسے کئی اعلیٰ مجموعہ نعت شائع تو ہوئے لیکن آج نہ تو وہ کسی لائبریری میں ملتے ہیں نہ ہی ان شاعروں کا کوئی ذکر کرتا ہے، کیونکہ کسی کو کچھ یاد بھی نہیں ہے۔ لیکن آج کے اس دور میں جبکہ لوگ بہت باشعور ہو چکے ہیں اور خود بھی مستفید ہونا چاہتے ہیں، کتابوں کو محفوظ رکھنا جانتے ہیں، چاہتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس سعادت سے محروم رہیں اور اس بات کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ اگر کوئی اپنی تمام زندگی محنت کر کے ایسا خزانہ آپ تک پہنچاتا ہے تو اُسے اپنے حرفِ دعا میں یاد نہ رکھا جائے۔ (بلکہ ہو سکے تو اپنے جذبات ان تک پہنچانے کی بھی کوشش کرنی چاہیے) خدا آپ کو، آپ کے اہل خانہ کو آپ کے معاونین اور ساتھیوں کو صحت و تندرستی عطا کرے جنھوں نے ہر قدم آپ سے تعاون کیا خصوصی طور پر آپ کی نصف بہتر کو جنھوں نے ہر طرح سے آپ سے تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے، کیونکہ آپ کے وجود سے لوگوں کو یہ دیکھنے کا موقعہ ملتا ہے کہ جس مکان میں تقریباً محفل نعت کی سو سال میں پانچ ہزار بلا ناغہ محافل ہوتی رہیں، اس کے مکین کیسے ہوتے ہیں۔ ان کے وجود میں بسی ہوئی معطر پاکیزگی اور توفیقِ خداوندی سے نعت گوئی کے فن کو کیسی اور کتنی بلندی ملتی ہے۔ جیسے ان کا ذاتی کردار بے عیب ہے اتنی ہی خوبصورتی اور سادگی ان کی نعتوں کا جز ہے۔ خاص طور پر جب آپ کو خیابانِ ارم پڑھنے کا موقعہ ملے گا تو آپ اس میں کھو کر رہ جائیں اا ور ہر شعر اپنے آپ کو بار بار پڑھوائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بابرکت سفر میں پیش آنے والی ہر مشکل کا سامنا کرنے کی بآسانی توفیق دے اور ہر مشکل خود بخود آسان ہو جائے، آمین!

سردار خانم مخفیؔ امروہوی

شکاگو میں محفل نعت

نعت کدے میں نعت کی محفل
سبحان اللہ، سبحان اللہ!

یہ مصرع ہے اس قطعے کا جو جناب احمد عبدالکلیم احمد نے میرے یہاں منعقدہ نعتیہ محفل مشاعرے میں پڑھا۔ یہ مشاعرہ میرے نئے مکان میں منتقل ہونے پر پچھلے دنوں ہوا تھا۔ اس مکان کا نام محترم افضل بیابانی مدظلہ کے ایما پر 'نعت کدہ' رکھا گیا ہے۔ مشاعرے کے لیے طرحی مصرعہ جناب عطش مدظلہ نے شعرا تک پہنچا دیا تھا، مصرعہ تھا:

'یہ دل عشق نبیؐ کا آئینہ ہے'

میں چونکہ یہ چاہتی تھی کہ مشاعرے میں سبھی حضرات شریک ہوں، طَرح کی قید ہٹا دی تھی۔ چنانچہ مشاعرہ دو حصوں میں منعقد ہوا۔ پہلے دور میں جن حضرات نے طرح میں نعت لکھی تھی، انھوں نے بارگاہِ رسالتؐ میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا اور دوسرا دور غیر طرحی ہوا۔

محفل کی ابتدا تلاوتِ کلام پاک سے ہوئی اور محترم خواجہ عطش کی صدارت میں جناب عابداللہ غازی صاحب نے سیرتِ پاک پر ایک مختصر مگر جامع دل آویز تقریر فرمائی۔ میری نواسیوں سیدہ عائشہ قادری اور سیدہ مریم قادری نے حمد باری تعالیٰ پیش کی اور حامد امروہوی نے والدِ محترم حضرت رؤف امروہوی کی نعت پیش کی جس کا مطلع تھا:

ہے دل میں جوشِ مدحتِ سرکارِ مصطفیٰؐ
یہ گھر ہے آج مطلعِ انوارِ مصطفیٰؐ

اس کے بعد طرحی دور ہوا اور وقفے میں حاضرین کی چائے اور دیگر لوازمات سے

تواضع کی گئی۔ دوسرے دور کی ابتدا برصغیر کی ممتاز نعت خواں خاتون ام حبیبہ کی نعت سے ہوئی۔ اس محفل کی یہ بھی خصوصیت رہی کہ محترمہ پہلی مرتبہ بحیثیت نعت گو شاعرہ متعارف ہوئیں اور انھوں نے بہت خوبصورت نعتیں پیش کیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی شعرا نے فرمایا کہ انھوں نے پہلی بار آج نعت لکھی ہے۔ طرحی نعتیہ مشاعروں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے۔

یہ مبارک محفل رات گئے تک جاری رہی۔ جناب کلیم صاحب کا کلام ریکارڈ نہ ہوسکا جس کا افسوس ہے۔ مشاعرے میں پڑھے گئے اشعار کا انتخاب بہت مشکل مسئلہ ہے کیونکہ ہر شعر لاجواب تھا۔ بطورِ نمونہ چند اشعار پیش کررہی ہوں:

جناب محبوب گلبر گوی:

کتاب اللہ کی تفسیر کیا ہے
نبیؐ کی زندگی کا آئینہ ہے

جناب رشید شیخ:

شکستہ ہو نہیں سکتا کبھی بھی
یہ دل عشقِ نبیؐ کا آئینہ ہے

ڈاکٹر خورشید خضر:

اگر پیکر خودی کا دیکھنا ہے
یہ دل عشقِ نبیؐ کا آئینہ ہے

محترمہ سیما عابدی:

محمد مصطفیٰ کی ذاتِ اقدس
مرے رب کی خوشی کا آئینہ ہے

جناب نعمت اللہ حسینی:

خدا بخشے گا اپنی رحمتوں سے
شفاعت تو نبیؐ کا آئینہ ہے

جناب نظر نقوی:

ہے اس میں ابتدا بھی انتہا بھی
کتاب آخری کا آئینہ ہے

حامد امروہوی:

سکوتِ مسجد و محراب و منبر
ہماری بے حسی کا آئینہ ہے

جناب نیاز گلبرگوی:

ہے جنت اس کی رحمت کا تماشا
جہنم برہمی کا آئینہ ہے

جناب عابد اللہ غازی:

وہ اک صبحِ ازل کا نورِ اول
پیامِ آخری کا آئینہ ہے

جناب ریاض الدین عطشؔ:

جو دل عشقِ نبیؐ کا آئینہ ہے
شعورِ زندگی کا آئینہ ہے

محترمہ مظہر حامد:

ہو خدمت اس طرح شعر و ادب کی
کہ سب مدحت کریں محبوبؐ رب کی

محترمہ ام حبیبہ:

پڑھوں میں درود و سلام اور نعتیں
شفاعت کا ذریعہ بنیں میری نعتیں
مدینے کی گلیوں میں رونق ہے ایسی
لگا مجھ کو ایسا کہ ہو عید جیسی

جناب اصغر نقوی:

وہ پیغمبر جنھیں اللہ خود محبوب رکھتا ہے
کروں توصیف کیا ان کی کہاں یہ میری ہمت ہے

ڈاکٹر سیفؔ:

ڈرتے ہیں تو بس حق کے چھپانے سے ہیں ڈرتے
ڈرتے نہیں دنیا میں غلامانِ محمدؐ

جناب زین العابدین حسن:

ہیں شریعت کے مطابق گر ترے یہ روز و شب
وادیِ فکر و نظر ہوتی نہیں شاداب کیوں

پروفیسر نقی اختر:

اے فخر انبیاؑ فوق البشر اے رحمتِ عالم
قلم جو کر سکے مدح نہیں میرے قلمداں میں

سردار خانم یوسف زئی مخفی امروہوی:

دیکھا جو آپ سب کو تو گھر یاد آگیا
پردیس کو بھی دیس بنانے کا شکریہ

محترمہ رضیہ فصیح احمد:

لبوں پہ میں دعا لاؤں نہ لاؤں
مجھے لگتا ہے کوئی سن رہا ہے

ڈاکٹر یوسف اعظمی:

جو نور کے پہاڑ سے ملی ہے روشنی ہمیں
وہ جستجو کی راہ میں یقین ہے ثبات ہے

پروفیسر محمد افضل:

وہ پنہاں ہے ہزاروں صورتوں میں
ہر اک چہرہ اسی کا آئینہ ہے

پروفیسر اقبال احمد نواز

شکاگو میں ایک عظیم الشان نورانی محفل

حامد امروہوی کے پانچویں مجموعہ نعت کی تقریب کا اجرا

حامد امروہوی نے نعت گوئی میراث میں پائی جوان کا سرمایہ حیات ہے، انھوں نے اپنی اولاد اور شاگردوں کی تربیت جیسے کی ہے وہ قابل رشک ہے
ناقدین، شعراء ور دانش وروں کا حامد امروہوی کو زبردست خراجِ تحسین بھارتی قونصل جنرل، سعودی عرب سے محمد طاہر نثار، کیلی فورنیا سے پروفیسر احسان رفیق، ممتاز نعت خوان ام حبیبہ اور شاعر نیاز گلبر گوی مہمانان خصوصی تھے

شکاگو میں گزشتہ روز پیٹرسن پر واقع جولاینہ ریسٹورنٹ میں ایک عظیم الشان روحانی ونورانی محفل کا انعقاد ہوا جو حامد امروہوی کے پانچویں مجموعہ نعت 'اس پار سے اس پار تک' کی تقریب اجرا تھی۔ ناقدین، شعراء اور دانش وروں نے کہا کہ حامد امروہوی نے نعت گوئی اپنے والد محترم رؤف امروہوی سے میراث میں پائی ہے جوان کا سرمایۂ حیات ہے۔ ان کے والد کے ہاں محفل نعت منعقد ہوتی تھی۔ امروہہ سے یہ روایت ان کے ہمراہ شکاگو میں چلی آئی، انھوں نے یہ بتایا کہ گذشتہ 93 برس سے یہ روایت بغیر کسی ناغے اور توقف کے جاری وساری ہے۔

اس تقریب کے چیف گیسٹ بھارتی قونصل جنرل ڈاکٹر اوصاف سید تھے جب کہ دیگر مہمانوں میں شکاگو کے بزرگ شاعر نیاز گلبر گوی، سعودی عرب سے حامد امروہوی کے شاگرد محمد طاہر نثار، کیلی فورنیا سے پروفیسر احسان رفیق، ممتاز نعت خواں ام حبیبہ اور

مولانا جلال الدین قادری شامل تھے۔ امروہوی کی زوجہ محترمہ سردار مخفی، ان کی صاحب زادی معروف سماجی کارکن زہرہ قادری، ان کی اولاد اور شاگردوں کی ایک بڑی تعداد تقریب میں موجود تھی۔ تقریب کی نظامت انتہائی خوبصورت اور شاعرانہ انداز میں ڈاکٹر عبدالحکیم نے اوّل تا آخر نبھائی۔ تقریب کا آغاز حافظ و قاری شکیب بیابانی مدظلہ نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ پاکستانی سفارت خانہ شکاگو کے اسسٹنٹ قونصل جناب غلام مصطفیٰ انجم نے حامد امروہوی کا حمدیہ کلام ترنم سے پڑھا:

کیا کہوں میں کہاں کہاں تو ہے
عقل پہنچے جہاں جہاں تو ہے
تیرے اپنے تو تیرے اپنے ہیں
اپنے دشمن کا پاسبان تو ہے

حسیب بیگ نے انتہائی سلیقے اور عقیدت کے ساتھ ان کا نعتیہ کلام ترنم سے پڑھا:

مجھ کو جنت چاہیے ہاں مجھ کو جنت چاہیے
چاہیے جنت مگر ان کی بدولت چاہیے
اس کی آنکھوں کے تصدق جس نے دیکھا ہے انھیں
مجھ کو ان کے چاہنے والوں کی چاہت چاہیے

حامد امروہوی کو محمد طاہر نثار (سعودی عرب) ڈاکٹر اوصاف سعید، حشمت سہیل، ڈاکٹر انعام الحق قادری، پروفیسر احسان رفیق (کیلی فورنیا) اور دیگر نے خراجِ تحسین پیش کیا۔ بعد میں نعتیہ مشاعرہ منعقد ہوا جس میں پروفیسر اقبال نواز، نذر نقوی، حشمت سہیل، غلام مصطفیٰ انجم، ندیم شرفی، انور علی رومی، نون جاوید، خلیل الزماں خان، واصف مولجی، افتخار ساحل، رشید شیخ، سید زین العابدین حسن، پروفیسر نقی اختر، غوثیہ سلطانہ، شاہد علی، ڈاکٹر افضل رحمان، رحیم طالب اور مہمان خصوصی و دولہائے تقریب حامد امروہوی نے اپنا نعتیہ کلام سنایا۔ نظامت کے فرائض جناب ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے بڑی خوبی سے

انجام دیئے۔ باذوق حاضرین نے اکثر شعرا کی خوب حوصلہ افزائی فرمائی۔ محترمہ ام حبیبہ نے اپنی خوش الحان آواز میں دو مرتبہ نعت رسول مقبولؐ پڑھی اور خوب داد پائی۔ تقریب کے شروع میں جولیانہ ریسٹورنٹ کا ظہرانہ نذر حاضرین کیا گیا۔ اس طرح دوپہر کو شروع ہونے والی یہ روحانی اور نورانی محفل شام کے قریب اختتام پذیر ہوئی۔

جنید اکرم فاروقی
امروہہ، یوپی

حامد امروہوی اور ان کی شاعری کا پس منظر

مرزا حامد حسین حامد امروہوی کی ولادت 20 جنوری 1936 کو محلہ صدو امروہہ میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم حضرت رؤف امروہویؒ (ولادت 1894 وفات 1986) جگر مرادآبادی کے شاگرد تھے۔ وہ عشق رسولؐ میں سرشار دین دار، تقویٰ شعار، صاحب نسبت بزرگ تھے۔ کیف واثر میں ڈوبی ہوئی اُن کی نعتیں بڑی پُرسوز اور اثر انگیز ہیں۔ امروہہ کی فضا میں ان کے نعتیہ نغمات کی گونج سب سے نمایاں ہے۔ اُن کے تین شعری مجموعے لخلخۂ محامد (1940)، گلرنگِ تخیل (1942) اور کوثرِ رحمت (1957) نعت خوانوں کا قیمتی ذخیرہ ہیں۔

حضرت رؤف امروہوی نے 1923 میں اپنے مردانہ مکان پر ہر ہفتے بعد نماز جمعہ نعت خوانی کے پروگرام کی ایسی مبارک داغ بیل ڈالی تھی جو آج تک جاری و ساری ہے جہاں خوش الحان نعت خواں حضرات پرکیف انداز میں نعت خوانی کرتے ہیں۔ یہ عاشقانِ رسولؐ کی کیفیت انگیز محفل ہے جو حامد صاحب کی ولادت سے 13/14 سال پہلے اُن کے گھر پر آراستہ ہو چکی تھی۔

کوشکِ حمد و نعت کی بابرکات فضاؤں میں حامد صاحب کی ولادت ہوئی۔ سنِ شعور کو پہنچنے سے پہلے ہی اُن کے گوش نعت نیوش ہو چکے تھے۔ انھیں گویائی گویا اس کے صدقے میں ودیعت ہوئی کہ کہیں نعتیں پڑھیں، نعتیں سنائیں اور اپنی زبان و بیان کی حلاوت سے دوسروں کو حلاوت آشنا کریں۔

شاعری کے ساتھ ساتھ خوش الحانی بھی حامد صاحب کے گھر کی پہچان ہے۔ اُن

کے بڑے بھائی مرزا احمد حسین سیفیؔ بھی خوش فکر اور خوش الحان شاعر تھے۔ حامدؔ صاحب نے ابتداء محفلوں میں اپنے والدِ محترم کی نعتیں خوش الحانی سے پڑھیں۔ بڑھتے بڑھتے یہ ذوق انھیں نعت گوئی تک لے آیا۔ اصلاح اور حوصلہ افزائی کے لیے گھر پر ہی والدِ محترم اور برادرِ مکرم موجود تھے۔ امروہہ میں اس وقت جناب کوثر القادری کی شخصیت سراپا شعر تھی۔ شہر میں ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد تھی۔ مرزا احمد حسین سیفیؔ بھی اُنھیں کے حلقۂ تلامذہ میں تھے۔ حامد صاحب نے باقاعدہ اُنھیں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

یہی دور ہے جب امروہہ میں مولانا افقؔ کاظمی، مولانا نسیم احمد فریدیؔ، مولانا عبادت کلیمؔ، رئیس امروہوی، حکیم محمد احمد آثرؔ عباسی، حکیم کلب علی شاہدؔ، علامہ سلطان احمد شہبازؔ امروہوی جیسے ذی علم حضرات بساطِ شعر و ادب پر بڑی دھوم دھام سے علم و ادب کی داد دے رہے تھے۔ ان کے دم قدم سے علم و ادب کا ہر گوشۂ بساط دامانِ باغبان و کفِ گل فروش تھا۔

اِسی دوران جواں سال شاعر جون ایلیا ایسے متاثر کن انداز میں امروہہ کی شعری فضا میں نمودار ہوئے کہ دوسرے نوجوان شعراء کی اکثریت یہ کہتی ہوئی:

ہمارا نوجواں یہ پیر ہے

اُن کی حلقہ بگوش ہوگئی۔ مشاعروں اور شعری نشستوں میں اُن کی دھوم رہتی تھی۔

1947 کے نقل آبادی نے سب کچھ درہم برہم کر دیا تھا۔ خاتمۂ زمیں داری 1952 تک امروہہ کی ادبی فضا میں کچھ آب و تاب باقی تھی۔ اس کے بعد بڑی تعداد میں اہلِ علم و ادب کی نقل آبادی نے اسے پوری طرح متاثر کیا۔ رسّی جل چکی تھی لیکن بَل باقی تھے۔ اِسی بل پر خاکستر میں دبی چنگاریاں آہستہ آہستہ فروغ پزیر ہوتی رہیں جنھوں نے آئندہ بدلے ہوئے حالات میں امروہہ کے ادبی ماحول کو پھر جگمگا دیا۔

مولانا افق کاظمی رئیس امروہوی جون ایلیا، نظر امروہوی، کوثر القادری وغیرہ پاکستان ہجرت کر گئے۔ علامہ شہبازؔ، مفتی نسیم احمد فریدیؔ، حکیم کلب علی شاہدؔ، رؤف امروہوی، آسی امروہوی جیسے اساتذہ فن امروہہ کی گلیاں چھوڑ کر نہیں گئے۔ ان نفوس نے امروہہ کی ادبی فضا کو بے جان نہیں ہونے دیا بلکہ اس میں نئی جان ڈال دی۔

انجمن ترقی اردو اور اُس کے متوازی قائم ہوئی۔ انجمن تعمیر اردو کی ماہانہ ادبی شعری اور تنقیدی محفلوں نے گہما گہمی پیدا کردی۔ امروہہ کی شعری فضا کو قائم رکھنے میں یہاں کے سالانہ نعتیہ منقبتی مشاعروں یوم صدیقِ اکبرؓ، یوم فاروق اعظمؓ جن کا آغازِ تحریک مدح صحابہؓ کے زیر اثر 1928 میں ہوا تھا۔ اس سے بھی قبل 1919 سے تا حال جاری خانقاہ بدر چشتؒ کا سالانہ نعتیہ منقبتی مشاعرہ نیز قاضی شہر قاضی عزیز احمد عباسی کے مکان پر منعقد ہونے والے نعتیہ مشاعروں کا بہت بڑا ہاتھ ہے (مؤخرالذکر مشاعرہ اب نہیں ہوتا۔ 30/35 سال سے یوم عثمانِ غنیؓ کا اضافہ ہوا۔ شیعہ حضرات اپنے ائمہ کے کئی منقبتی پروگرام کرتے ہیں) ان مشاعروں کے لیے مصرعِ طرح دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان ایام میں شعری چہل پہل اور گہما گہمی بڑی پُر لطف اور دلچسپ ہوتی ہے جیسے جیسے مشاعرے کی تاریخ قریب آتی ہے اس کی گہما گہمی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ کبھی کبھی طرحی زمین سخت ہوتی ہے۔ ایسے میں جنھوں نے شعر کہہ لیے ہیں وہ مطمئن ہیں جو نہیں کہہ سکے وہ سرگرداں ہیں۔ باہم آمد و رفت بڑھ جاتی ہے اور فکر ہوتی ہے کہ کسی سے کچھ سن گن ملے تو ذہن چلے اور کام بنے لیکن مشاعرے سے پہلے کوئی کچھ سنانے کے موڈ میں نہیں ہے کیونکہ ایک دوسرے کا عندیہ جانتا ہے۔

شاگرد اساتذہ کے دولت کدوں پر چکر لگا رہے ہیں۔ ان میں کچھ وہ ہیں جو خود کہتے ہیں کہ انھیں اصلاح درکار ہے اور کچھ وہ ہیں جن کا ترنم اچھا ہے۔ ان کی آرزو اکثر مشاعرے کے دن ہی برآتی ہے اور وہ اپنا اپنا حصہ رسد پا کر شاعروں کی ہم طرحی کے احساس سے فخر محسوس کرتے ہیں۔

وقتِ مقررہ پر مشاعرہ گاہ میں استاد اپنے اپنے شاگردوں کے ساتھ تشریف لاتے ہیں (اب یہ ماحول نہیں رہا لیکن بالکل ختم بھی نہیں ہوا ہے) حسبِ معمول پہلے نوآموز اپنا کلام سناتے ہیں اور خوب ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ آخر میں اساتذہ اپنا کلام پیش کرتے ہیں۔ یہ طرح کا اثر ہوتا ہے کہ چند کو چھوڑ کر اکثر مضمون آفرینی سے زیادہ قافیہ پیمائی کے کرتب دکھاتے ہیں اور اچھی بندش پر اچھی داد وصول کرتے ہیں۔ بعض اشعار

ایسے بے ساختہ اور برجستہ نکل آتے ہیں کہ داد و تحسین کے شور سے چھتیں اُڑ جاتی ہیں۔ اگلے روز ایسے اشعار کا چرچا ہوتا ہے۔ محفلوں میں مشاعرے کی کامیابی پر تبصرہ ہوتے ہیں۔ یہ ہنگامے نو واردانِ میدانِ شاعری کے سمندِ شوق کو مہمیز کرتے ہیں۔

امروہہ کے اِس شاعرانہ ماحول میں حامد صاحب کے شعری شعور نے آنکھیں کھولیں اور اُسے اپنے گھر کی سازگار آب و ہوا میں پھلنے پھولنے اور پروان چڑھنے کی ارزانی نصیب ہوئی جس نے ان کے مزاج میں عشق رسولؐ کو ایسا آمیز کیا کہ ان کے جوئبارِ تخیل میں مسلسل 'نغمہ ہائے نعت کی لہریں' اٹھا کرتی ہیں۔ حامد صاحب نے اپنے تعارف میں اپنے اس پس منظر کا ذکر کیا ہے:

مختصر سی مری پہچان ہے یہ نام حامد ہے وطن امروہہ
میرے والد بھی تھے مدّاح نبیؐ نعت گوئی میں ہے جن کا شہرہ
ناز کیسے نہ ہو اپنے گھر پر کاش ہر گھر ہو مرے گھر جیسا
محفلِ نعت سجا کرتی ہے خالی جاتا نہیں کوئی ہفتہ
اک زمانے سے یہی ہے دستور اس میں آیا نہیں کوئی وقفہ
نعت خوانی کی تھا صحف میں شامل ہوش میں آکے جو خود کو دیکھا
نعت خوانی کی اسی محفل سے
نعت گوئی کا یہ اعزاز ملا

ناز کیسے نہ ہو اپنے گھر پر — حامد صاحب کے والدِ ماجد اور برادرِ محترم مرزا احمد حسین صاحب سیفیؔ کا ذکر آچکا ہے۔ سیفیؔ صاحب کے دو مجموعۂ کلام مجموعۂ غزلیات 'لہو رنگ' اور مجموعۂ نعت 'دنکھتیں' شائع ہو چکے ہیں۔ تیسرا مجموعہ مناقب پر ہے جسے سیفیؔ صاحب ترتیب دے چکے تھے کہ انھوں نے فالج کے مرض میں مبتلا ہو کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور وہ تا ہنوز شائع نہیں ہو سکا۔

حامدؔ صاحب کے چھوٹے بھائی مرزا ساجد حسین ساجدؔ امروہوی نعت و مناقب و غزل کے بہترین شاعر ہیں۔ اُن کی نعتوں میں بڑا والہانہ پن ہے۔ یہی والہانہ پن اُن کے

پڑھنے میں بھی ہے۔ آپ کے چار شعری مجموعے رازِ بخشش، آرزوئے بخشش اور گہر بخشش (نعت ومناقب) اور دسترس (غزل) شائع ہو چکے ہیں۔

حامد صاحب کے چھوٹے بھائی مرزا آصف حسین کاشی پور گورنمنٹ ڈگری کالج (اتراکھنڈ) میں انگریزی زبان وادب کی کامیاب پروفیسرشپ سے ریٹائرڈ ہوئے ہیں۔ شعر نہیں کہتے لیکن خاندانی اثرات کی وجہ سے موزوں طبع ہیں۔ بلا مبالغہ قدیم وجدید شعراء کے ہزارہا منتخب اشعار آپ کے حافظے میں محفوظ ہیں۔ یہ گویا میرزا مظہر جانِ جاناںؒ کا بولتا ہوا خریطۂ جواہر ہے۔ یہی حال آپ کے لائف وظرائف کا ہے۔ بلا کے بذلہ سنج اور خوش مزاج ہیں۔ اپنے گھر پر ہونے والے سالانہ نعتیہ مشاعرے کی نظامت آصف صاحب ہی فرماتے ہیں اور اس دوران حمد ونعت کے ایسے شاندار اشعار پڑھتے ہیں کہ مشاعرے کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔

حامد صاحب نے اپنے وطن کے اساتذہ بالخصوص علامہ شہبازؔ امروہوی، مولانا مفتی نسیم احمد فریدیؒ، حکیم کلب علی شاہدؔ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اپنے گھر کے پاکیزہ ماحول اور اپنے شہر کی ادبی فضا کا مکمل تاثر ان کی شاعری میں نمایاں ہے۔ انھیں دھاروں نے ان کی کشتِ شاعری کو سیراب کیا ہے۔ اسی فضا کا اثر ہے کہ حمدِ الٰہی اور نعتِ رسولؐ کے ساتھ ساتھ وہ خلفاءِ راشدین اور دیگر بزرگانِ دین کی بارگاہ میں بھی 'مدحت کے پھول' پیش کرتے ہیں۔ ایسے پھول جن میں 'خیابانِ ارم' کے پھولوں کی مہک محسوس ہوتی ہے۔

دعا ہے کہ ارم سے پھوٹنے والی بخشش کی جوئبار ان پھولوں کو ہمیشہ شاداب رکھے اور یہ پھول اپنے مالی کے لیے بخشش کا وسیلہ اور ذریعہ ہوں۔ آمین!

مدحت کے پھول، خیابانِ ارم، جوئبارِ بخشش، وسیلۂ بخشش اور ذریعۂ بخشش حامد صاحب کے مجموعہ ہائے نعت ومناقب ہیں۔

خانوادہ حامد امروہوی کی تین نعتیہ کتابوں کا اجرا

سرمایہ رؤف امروہوی پر ڈاکٹر عابداللہ غازی اور جناب حشمت سہیل نے خیالات کا اظہار کیا۔

مخفی امروہوی کی کتاب 'متاع مخفی' پر تعارفی مقالہ ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی کا تحریر کردہ یاسمین سہیل نے پڑھا اور اجرا نسیمہ کلثوم صاحبہ نے کیا۔

حامد امروہوی کی کتاب 'وسیلہ بخشش' کی رسم اجرا حضرت قاضی محمد افضل بیابانی نے کی۔ محترمہ رضیہ فصیح احمد نے 'اک رنگ کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں'' پڑھا۔

حامد امروہوی کا کلام شاہ علی حسینی اور جناب صلاح الدین سکندر عزیزی، ندا سیف نے خوبصورت انداز سے پڑھا۔

صدارت بزرگ شاعر نیاز گلبرگوی فرما رہے تھے، مہمان خاص حضرت شاہ بدرالدین قادری اور جناب قاضی محمد افضل بیابانی تھے، نظامت کے فرائض ڈاکٹر مجاہد غازی نے انجام دیے۔

شکاگو کے جن شعرا نے نعتیہ کلام پڑھا ان میں عترت حسین عترت، قیصر نقوی، رشید شیخ، ڈاکٹر سید لطیف سیف، واجد ندیم، محبوب علی خاں، شاہد علیگ، شہزاد ہاشمی، نذر نقوی، پروفیسر نقی اختر، حشمت سہیل، نسیمہ کلثوم، حامد امروہوی، ڈاکٹر عابد اللہ غازی شامل ہیں۔

یوں تو عالم اسلام ہر ہر لمحہ اپنے آقا اور مولا سرکار کائنات ﷺ کے حضور عقیدت و محبت کا اظہار کرتا رہتا ہے مگر اس ماہ مبارک میں یہ سلسلہ اپنے عروج پر پہنچ جاتا ہے اور جگہ جگہ جشن، جلوس اور سیرت مقدسہ کی محافل منعقد ہوتی ہیں اور یہ سعادت حاصل کرنے میں

تمام دنیا کی طرح شہر شکاگو بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ ربیع الاوّل کی آمد ہوتے ہی تقاریب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس ماہ مقدس میں خاص طور پر ہر جمعہ، ہفتہ، اتوار کو کئی کئی مقامات پر مصروفیات ہوتی ہیں۔ چنانچہ 15 مارچ کو اسلامک فاؤنڈیشن ولا پارک اور اقراء انٹرنیشنل سکوکی میں دو بڑی تقریبات تھیں۔ ان میں اقراء انٹرنیشنل میں حامد امروہوی کی تین کتابوں کی رسم اجرا اور نعتیہ مشاعرہ تھا۔ جلسہ اپنے وقت پر بعد نماز عصر شروع ہوا۔ تلاوت محترم پیر پاشا صاحب نے فرمائی۔ ان کے بعد دو چھوٹی چھوٹی بچیوں رباب مرزا اور منال شمسی نے کلام پاک کی آیات سنانے کی سعادت حاصل کی۔ ڈائس پر مسند صدارت پر بزرگ شاعر حضرت نیاز گلبرگوی اور مہمان گرامی حضرت شاہ بدرالدین قادری دامت برکاتہ اور جناب قاضی محمد افضل بیابانی مدظلہ اور حامد امروہوی رونق افروز تھے۔ جلسے کی نظامت ڈاکٹر مجاہد غازی نے فرمائی۔

پہلی کتاب سرمایہ رؤف امروہوی کا تعارف کراتے ہوئے محترم عابداللہ غازی نے خانوادہ رؤف امروہوی کی خدمات کا تذکر فرمایا اور حضرت رؤف کی شاعری اور شخصیت پر روشنی ڈالی۔ جناب حشمت سہیل نے اپنے مقالے میں ان کے بارے میں محترم حسن ثانی نظامی، ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر نثار فاروقی، پروفیسر اختر الواسع کے اقتباسات پیش کیے اور ان کی زندگی اور شاعری پر بات کی اور ایک تہنیت نامہ پڑھا جو بہت پسند کیا گیا۔ مخفی امروہوی کی کتاب 'متاعِ مخفی' کا تعارفی مقالہ جو امروہہ کے مشہور محقق جناب ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی نے تحریر فرمایا ہے۔ اس کو محترمہ یاسمین حشمت سہیل نے سنایا اور کتاب کا اجرا شکاگو کی بزرگ شاعرہ محترمہ نسیمہ کلثوم صاحبہ نے کیا اور بہت عمدہ انداز میں محترمہ مخفی کی شاعری اور شخصیت پر روشنی ڈالی۔

حامد امروہوی کی چوتھی کتاب 'وسیلہ بخشش' جو حمد و نعت کا مجموعہ ہے رسم اجرا حضرت قاضی محمد افضل بیابانی مدظلہ کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی اور اردو کی مشہور مصنفہ اور شاعرہ محترمہ رضیہ فصیح احمد صاحبہ نے ایک مقالہ 'اک رنگ کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں' پیش کیا جو بہت پسند کیا گیا۔

بعد نماز مغرب اور ڈنر نعتیہ مشاعرہ ہوا آغاز میں حامد امروہوی کا کلام جناب شاہ علی حسینی، جناب صلاح الدین سکندر اور جناب جاوید بھٹی نے خوبصورت انداز میں پیش کیا۔ ندا سیف نے ایک خوبصورت حمد بہترین انداز میں پڑھی۔ جناب عترت حسین عترت کو ایک ضروری کام تھا اس لیے سب سے پہلے انھوں نے نعت کا نذرانہ پیش کیا۔ شاعروں میں قیصر نقوی، رشید شیخ، ڈاکٹر سید لطیف سیف، واجد ندیم، محبوب علی خاں، شاہد علیگ، شہزاد ہاشمی، نذر نقوی، پروفیسر نقی اختر، حشمت سہیل نسیمہ کلثوم، حامد امروہوی، عابد اللہ غازی وغیرہ نے نذرانہ عقیدت اور جناب صدر حضرت نیاز گلبرگوی نے اپنے سلام ''محمد نام ہے جن کا درود ان پر سلام ان پر'' پیش کیا اور حضرت شاہ بدرالدین قادری کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

اردو ٹائمز، شکاگو، 19 مارچ 2009

واجد ندیم
شکاگو، امریکہ

زیمس ہوپ Zam's Hope۔ اجمالی تعارف

ناقابل فراموش اور ایک انوکھے، مثالی اور یادگار مشاعرے کی روداد

''زیمس ہوپ'' آپ کو یہ نام عجیب لگ رہا ہوگا۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ آخر یہ ہے کیا؟ اس نام کا آدھا جز تو سمجھ میں آجاتا ہے ہوپ HOPE کے معنی ہیں امید یا توقع۔ لیکن زیمس کیا ہے۔ دراصل یہ انگریزی تین حروف ZAM کا مجموعہ ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کی تشریح کی جائے اس کے بانی سے آپ کو متعارف کروانا بہتر ہے اور وہ ہیں ''زہرہ قادری'' یہ ایک بہت ہی فعال، سرگرم اور محرک خاتون ہیں۔ ان کی ابتدائی زندگی کچھ ایسے دور سے گذری کہ انہیں زمانے کی سرد مہری اور بے رخی کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ان کی زندگی کا یہ دور بڑے ہی نشیب وفراز کا رہا جس میں فراز کم اور نشیب ہی زیادہ تھا یعنی امید کم اور مایوسی زیادہ۔ لیکن ان کا عزم اور حوصلے بلند رہے اور ان حالات کا بڑی ہی بہادری اور دلیری سے مقابلہ کیا اور نتیجۂ فتح وکامرانی سے دوچار ہوئیں۔

جب انہوں نے اپنے اِردگرد نظر ڈالی تو انہیں محسوس ہوا کہ ایسے حالات سے وہ اکیلی ہی دوچار نہیں رہیں بلکہ ایسی کئی خواتین ہیں جو ان ہی حالات سے نبرد آزما ہیں لیکن ان کی طرح بہادری استقلال اور پامردی سے مقابلہ نہیں کرسکتیں اور پریشان حال ہیں۔ تو انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو بے سہارا مجبور اور پریشان حال افراد چاہے وہ مرد ہو یا خواتین کی مدد کرے جبکہ ایسے اداروں کی حکومتی سطح پر بھی امداد کی جاتی ہے۔ بس اس خیال کو انہوں نے عملی جامہ پہنایا اور ''زیمس ہوپ'' کے نام سے اس ادارہ کی داغ بیل ڈال دی اور شکاگو کے مشہور ومعروف ''دیوان ایونیو'' پر اپنا کام شروع کردیا۔ اب آیئے اس نام ''زیمس ہوپ'' کی وضاحت ہوجائے۔ جیسا کہ

ہم نے اوپر کہا کہ یہ مجموعہ ہے ZAM کا۔ اس کے بانی کا نام زہرہ قادری ہے اور اللہ کے کرم سے ان کی دو لڑکیاں ہیں ایک کا نام ہے عائشہ AISHA اور دوسری کا نام ہے مریم MARYAM۔ زہرہ قادری نے سوچا کہ یہ ایک فلاحی کام کرنے جا رہی ہیں اور ان کی دونوں لڑکیاں بھی ان کے کام میں ہاتھ بٹائیں گی تو کیوں نہ ایسا نام رکھا جائے جس میں تینوں کے ناموں کی نمائندگی ہو چنانچہ ناموں کے پہلے حروف جوڑ کر ZAM بنایا اور ایک اچھی امید HOPE کے ساتھ کام شروع کیا اور نام رکھا ZAM'S HOPE۔

زہرہ قادری کی شخصیت تو اب شہرت کی بلندیوں پر ہے۔ لیکن جب انہوں نے کام کی ابتدا کی تھی تو بھی گوشۂ گمنامی میں نہیں تھیں۔ ان کے والد بزرگوار جناب حامد حسین (حامد امروہوی) شکاگو کی ایک معروف شخصیت ہیں۔ حمدیہ اور نعتیہ شاعری میں تو ان کا جواب نہیں۔ کوئی مشاعرہ ان کی حمد و نعت کے بغیر شروع نہیں ہوتا۔ حامدؔ امروہوی ایک مذہبی اور دین دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے والد بزرگوار جناب رؤفؔ امروہوی۔ نعت کے ایک بے مثال شاعر تھے۔ امروہہ میں ان کے مکان میں گذشتہ (85) پچاسی برسوں سے ہر جمعہ نماز کے بعد نعت کی محفل سجتی ہے اور اس کا سلسلہ آج تک جاری ہے حالانکہ جناب رؤفؔ امروہوی اس دنیا میں نہیں رہے۔

ادارہ زیمس ہوپ کا اولین مقصد انسانیت کی خدمت ہے اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا ہے۔ بلا تفریق مذہب و ملت۔ قوم و ملت، رنگ و نسل، حسب نسب سب کی مدد اور خدمت کرنا ہی دراصل خدا کی عبادت کرنا۔ بقول فلسفی ''میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا۔'' زہرہ قادری نے محسوس کیا کہ یہاں ایسے کئی افراد ہیں (مرد و زن) جنھیں اس کا علم ہی نہیں کہ یہاں کے حکومتی ادارے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کیا کیا کام انجام دیتے ہیں اور ان سے کس طرح رجوع کیا جائے۔ اس بات کے پیش نظر عوام و خواص کی دلچسپی کے لیے ایک میلے کا اہتمام کر کے ان کو سوشیل سروسز اور سماجی سرگرمیوں سے واقف کروایا جس میں مڈیکل انشورنس۔ فوڈ اسٹیمپ۔ پہلی بار مکان کی خریداری کی سہولت کم کرایہ پر مکان کی فراہمی۔ روزگار فراہم کرنے کے مواقع

اور انگریزی زبان سکھانے کے لیے ESL کلاسز کا انتظام، کمپیوٹر کلاسز کا قیام وعید کے بارے میں معلومات فراہم کی گئیں میلہ بہت کامیاب رہا اور کامیابی کا سہرا زہرہ قادری کے سر جاتا ہے۔ اس میلے میں الی نوائے کے پولیس سینٹر'' ڈکِ ڈرپن۔ کے علاوہ دوسری اہم شخصیتوں نے شرکت کی۔ میلے میں کھانے پینے کے اسٹالس۔ بچوں کے لیے کھیل کود اور تفریح کے سامان مہیا کیے گئے تھے اور بڑوں کے لیے ساز اور آواز کے ساتھ انگریزی موسیقی کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ بچے بڑے مرد اور خواتین کی بڑی تعداد نے شرکت کی

آیئے اب ہم آپ کو ایک ایسے مشاعرے کی روداد سناتے ہیں جو ہماری معلومات کے مطابق نہ اس سے پہلے کہیں ہوا اور نہ کہیں ہوگا۔ زہرہ قادری کے والد جناب حامد امروہوی صاحب نے مشاعرہ کی تحریک پیش کی تو زہرہ قادری نے حامی بھر لی لیکن کہا کہ یہ مشاعرہ صرف دن میں ہوسکتا ہے اور وہ بھی زیر آسماں کیونکہ 5 بجے میلہ ختم ہوجائے گا۔ جناب حامد صاحب تیار ہو گئے اور شکاگو کے سارے شعرا کو مدعو کیا اور صدارت کے لیے شکاگو کے مشہور سماجی کارکن اور شاعر جناب حسن چشتی کا انتخاب کیا۔ لیکن حسن چشتی صاحب اپنی علالت کے باعث شرکت نہ کر سکے۔ اتفاق دیکھئے کہ یہ مشاعرہ مقامی شعرا پر مشتمل تھا لیکن اس کو بین الاقوامی حیثیت مل گئی۔ حیدرآباد دکن کے مشہور شاعر اور ادیب راشد آذر (نے مشاعرے کی صدارت کی) اور ڈاکٹر صادق نقوی اور مانچسٹر سے جناب صابر رضا شریک مشاعرہ رہے۔

یہ مشاعرہ دوسرے مشاعروں کی طرح کامیاب رہا۔ اس کی تفصیل میں جانے کے چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس مشاعرے کو انوکھا بے مثال اور یادگار کیوں کہہ رہے ہیں وہ بتانا چاہتے ہیں پھر بھی اس میں شرکت کرنے والوں کے ناموں سے ہم آپ کو ضرور واقف کروائیں گے۔ تین نام (بیرون ملک) تو پہلے آچکے ہیں باقی ہیں۔ جناب نیاز گلبرگوی۔ عابداللہ غازی۔ واجد ندیم۔ خورشید خضر۔ لطیف سیف۔ رشید شیخ نعیم الدین۔ انجم گوہر۔ شہزاد احمد۔ حشمت سہیل۔ علی قیصر۔ زیڈ حسن، مجاہد غازی۔ شاہد علیگ، مفطر صدیقی، ولی الدین۔ رضیہ فصیح احمد۔ نسیمہ کلثوم۔ صفیہ سمیع احمد۔ مشاعرہ کی ابتدا جناب حامد صاحب نے اپنی مترنم آواز میں حمد اور نعت سے کی اور ایک سماں باندھ دیا۔ مشاعرے کی نظامت

جناب نظر نقوی نے اپنے بہترین انداز میں کی۔

مشاعرہ تقریباً ایک بجے دن شروع ہوا۔ دن میں مشاعروں کے انعقاد کی مثالیں ہیں۔ لیکن کھلے آسمان کے نیچے مشاعروں کے بارے میں ہمیں علم نہیں۔ اور یہ بھی اس مشاعرے کی خصوصیت تھی۔

29 جون ہفتہ کا دن تھا چمکیلی دھوپ نکلی ہوئی تھی اور اس کی تمازت قابل برداشت تھی۔ خوشگوار دن تھا ہلکی ہلکی ہوائیں چل رہی تھیں۔ زیمس ہوپ کا اعلان شدہ پروگرام ''ویرن ہارک'' میدان میں ہو رہا تھا۔ اور مشاعرہ اس میدان کی دوسری طرف ہو رہا تھا۔ سامعین کی سہولت کی خاطر سفید پلاسٹک کے 4 خیمے لگائے گئے تھے۔ ایک عارضی اسٹیج بنا کر اس پر صدر مشاعرہ ناظم مشاعرہ اور مہمانان مشاعرہ کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا۔ ایک کے بعد ایک شاعر اپنا کلام سنا رہے تھے اور سامعین اپنے پسندیدہ اشعار پر شعرا کو بھرپور داد سے نواز رہے تھے۔ 2 بجے کے قریب دیکھتے ہی دیکھتے ہواؤں میں تیزی پیدا ہوگئی اور اس کی زد میں آکر سامعین کا ایک خیمہ گر گیا۔ لوگوں نے پرواہ نہ کی اور سنبھل کر بیٹھ گئے اور مشاعرہ جاری رہا۔ کچھ وقفہ کے لیے ہوا رکی اور پھر اس میں تیزی پیدا ہوگئی اور سامعین کے دو اور خیمہ زمین پر آ گئے۔ لوگ سنبھل گئے اور مشاعرہ جاری رہا۔ اب صرف ایک خیمہ سامعین کے حصے میں تھا۔ اور ایک اسٹیج اور صدر مشاعرہ کے سر پر۔ کچھ دیر کے لیے ہوا تھمی اور 3 بجے کے قریب اس میں اس قدر تیزی پیدا ہوگئی کہ اسٹیج والا خیمہ اڑ گیا اور اسٹیج کو زیر کھلے آسماں کر گیا۔ صدر مشاعرہ، ناظم مشاعرہ اور مہمان گھبرا کر اسٹیج کے نیچے آ گئے لیکن جب ان کو اطمینان ہوگیا کہ ان کے سر پر اب خیمہ نہیں کھلا آسمان اور آسمان کے گرنے کا کوئی امکان نہیں تو وہ لوگ دوبارہ اسٹیج پر آ گئے اور مشاعرہ جاری رہا۔ اب برائے نام ایک خیمہ سامعین کے سر پر بچا تھا لیکن کچھ ہی دیر میں اس کو بھی ہوا اُڑا کر لے گئی۔ اور مشاعرہ جاری رہا۔ اب سارا مشاعرہ کھلے آسمان کے نیچے آ گیا۔ اب تو وہاں موجود ہر شخص کو اطمینان ہوگیا تھا اب نہ کوئی چیز گرنے والی ہے اور نہ اڑنے والی ہے مشاعرہ چلتا رہا اور تقریباً 4 بجے بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا۔

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کیا ایسا مشاعرہ کہیں ہوا ہے؟ یا اب کہیں اور ہوگا؟ یہ اپنی نوعیت کا واحد، منفرد، بے مثال اور یادگار مشاعرہ رہا اور لوگوں کو پتہ چل گیا کہ شکاگو واقعی WINDY CITY ہے خاص طور سے حامد امروہوی، دوسرے منتظمین۔ شعرا اور سامعین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ہم آپ کی معلومات کے لیے نامساعد حالات میں پختہ عزم اور مستقل مزاجی کا ایک واقعہ پیش کرتے ہیں۔ گو کہ وہ مشاعرہ نہیں۔ پھر بھی دلچسپ اور قابل ذکر ہے۔ یہ نظام دکن میر عثمان علی خاں کے دوسرے فرزند پرنس معظم جاہ کے دربار کا واقعہ ہے۔ معظم جاہ رات کے راجا تھے اور ان کا دربار رات میں سجتا تھا۔ جس میں شاعری ہوتی۔ مجرے ہوتے۔ موسیقی وغیرہ کی محفلیں ہوتیں پھر رات کے آخری حصہ میں خاصہ تناول کیا جاتا اور محفل برخواست ہوتی۔ ایسی ہی ایک رات تھی۔ برسات کا موسم اور ساون کا مہینہ۔ آسمان ابر آلود اور بجلی بڑے ہی زور و شور سے کڑک رہی تھی۔ خاصے کا وقت آیا تو جانے پرنس کو کیا سوجھی کہ حکم دیا کہ خاصے کی میز باغ میں لان پر لگوائی جائے۔ حالانکہ گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی اور اندھیرا اس قدر تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا لیکن کیا کیا جائے ''حکم حاکم مرگ مفاجات'' والا معاملہ تھا۔ جب پرنس اور مصاحبین باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ باغ بقعہ نور بنا ہوا ہے۔ درختوں کی ڈالیوں پر رنگ برنگے قمقمے چمک رہے تھے۔ پرنس کے حکم کے ساتھ ہی سروس شروع ہوئی۔ بارش جیسے سروس کا انتظار کر رہی تھی۔ پھوار سے ابتداء ہوئی پھر اس میں تیزی آگئی اور رکابیاں اور کھانے سالن کی پلیٹیں پانی سے بھر گئیں۔ لیکن پرنس آرام سے بیٹھے بھیگتے رہے اور کھانے کا مزہ لیتے رہے، سارے مصاحبین کا برا حال تھا۔ برسات میں سارے کپڑے بھیگ کر تربتر ہو گئے تھے لیکن دم سادھے کھانے کی برائے نام کوشش کر رہے تھے کیونکہ میز پر کے پورے برتن پانی میں تیر رہے تھے۔ لیکن کوئی اٹھنے کی جرأت کیسے کرتا جبکہ پرنس خود بھیگ رہے تھے۔ اس طرح پانی میں شرابور بھیگتے ہوئے ڈنر ہوا (حوالے کے لیے دیکھئے جناب صدق جائسی کی کتاب ''دربار دربار'') بہر حال ہم یہ کہہ رہے تھے یہ ایک انوکھا مثالی اور یادگار واقعہ ہے۔ دوسرا واقعہ یہی زیمس ہوپ کا مشاعرہ ہے۔ وہاں پرنس کی موجودگی کی

وجہ سے لوگ بادل نخواستہ مجبوراً بھیگتے رہے اور اٹھنے کی ہمت نہیں کی۔ بھلا کیسے کرتے۔ اور کیسے پرنس سے پہلے اٹھتے۔ لیکن یہاں معاملہ دوسرا تھا۔ شعروادب سے محبت اور ذوق وشوق کہ سارے لوگ بشمول صدر مشاعرہ، ناظم مشاعرہ مہمان اور میزبان شعرا اور سامعین مشاعرے کے اختتام تک دلجمعی کے ساتھ بیٹھے رہے اور مشاعرہ کو کامیابی سے ہم کنار کیا اور کیا ہم نے غلط کہا کہ ''زیمس ہوپ'' کا یہ مشاعرہ ایک انوکھا، مثالی، منفرد اور یادگار مشاعرہ رہا اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسا مشاعرہ نہ کبھی پہلے ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

حامد امروہوی

اجراء کتاب ''اِس پار سے اُس پار تک''

''عرضِ حال''

تمام حمد و ثنا خالق ارض و سماوات کے لیے اور صلوات و سلام وجہہ وجودِ کائنات محبوبِ پروردگار احمد مختار اور اہل بیتِ اطہار اور صحابۂ کرام کی نذر۔ اللہ کا ہزار ہزار احسان و کرم ہے جس نے اپنے حبیبِ پاکؐ کے صدقے مجھے جان لیوا مرض سے شفا بخشی اور میری اہلیہ بچوں عزیز و اقارب، دوست احباب کی انفرادی و اجتماعی دعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔ دورانِ بیماری مجھ پر کیا گزری مجھ کو کچھ یاد نہیں۔ میری یادداشت بالکل ختم ہوگئی تھی۔ رفتہ رفتہ علاج و تیمارداری بحالی کا سبب بنی اور اِس وقت میں آپ کے سامنے حاضر ہوں۔

میں شکرگذار ہوں اپنی اہلیہ سردار خانم مخفی، اپنے بیٹوں محمد عامر مرزا، محمد بابر مرزا، بیٹیوں: ڈاکٹر زیبا جلیل، ڈاکٹر ضیاء شمسی، زہرہ قادری اور ان کے بچوں، بہنوں (بڑی بیٹی کی بچیوں تزئین، فرحین، یشفین) ہما عامر، انا بابر اور ان کے بچوں اور داماد مشہر علی صدیقی، سید مجتبیٰ علی، سید مدثر علی، زہرہ قادری کی بیٹیاں عائشہ، مریم قادری، ان کے شوہر ڈاکٹر کامران شیروانی (طلحہ، نبیل شمسی، منال شمسی)، ڈاکٹر احمد عبدالکریم اور ان کے بچوں رحمہ، ایان، نور کی خدمت و دعائیں بڑی بحالی کا سبب بنیں۔

کتاب کی طباعت میں خصوصی دلچسپی لی بیٹی زہرا قادری، بیٹے عامر مرزا، فرزند نسبتی عزیزی مشہر علی صدیقی اور خواہر زادہ عدنان خورشید نے دل چسپی لی۔ یہ کتاب جناب فراست علی خان صاحب نے ڈائمنڈ پرنٹرز نئی دہلی نے تیار کی۔ میں ان سب کا شکرگذار ہوں اور ان کے لیے دعا گو ہوں۔

ناسپاہی ہوگی اگر میں شکریہ ادا نہ کروں جناب ڈاکٹر سرور حسین ایم۔ڈی جو 1995 سے میرے معالج ہیں اور خصوصی توجہ دیتے ہیں۔دواؤں کی فراہمی کو آسام بنانے میں Advantage Health mat کے جناب اوم پرکاش ڈینگڑا اوران کی فرم کی ایک رکن ایکتا کا جو مجھے بروقت دوائیں فراہم کرتے ہیں۔دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو آسانیاں فراہم کرے۔

میں شکر گذار ہوں مہمانانِ گرامی ذی مرتبت جناب ڈاکٹر اوصاف سعید قونصل جرنل ہندوستان وگرامی قدر جناب فیصل نیاز ترمذی، قونصل جرنل پاکستان، جناب محترم قاضی افضل بیابانی مدظلہ العالی، ڈاکٹر عبدالرحمان عبؔد نیویارک، جناب طاہر نثار صاحب ریاض،سعودی عربیہ،محترمہ ام حبیبہ صاحبہ اور جناب مسرور جاوید صاحب اورتمام ہی مہمانانِ گرامی، شعراء ارکانِ 'بزمِ سخن' اور وہ سب ہی جن کے مضامین میرے اس دیوان 'اس پار سے اُس پار تک' کی زینت ہیں اورتمام حاضرینِ گرامی جن کی شرکت جلسے کی کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔ مجھے شکریہ ادا کرنا ہے جناب اشرف پٹیل صاحب کا جنھوں نے لذیذ کھانے کا اہتمام کیا۔ میں شکر گذار ہوں جولینا ریستورنٹ کے مالک اور کارکنان کا جنھوں نے تمام آسانیاں دیں۔

مرے تمام جلسوں میں مجھے سرپرستی حاصل رہی حضرت مولانا جعفرمحی الدین قادری، پروفیسر عبدالستار خاں صاحبؔ، حبیب الدین صاحب اور شعراء میں محترمہ نسیمہ کلثوم صاحبہ اور جناب عترت حسین عترت، شؔر رحید رآبادی اور آج یہ میرے ساتھ نہیں۔دعا گوہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے اوراعلیٰ درجات سے نوازے۔آمین۔

ایک دن ایک دوست نے صحت کی مبارک باددی تو ایک شعر موزوں ہوا:

نبیؐ کی یاد بڑھاتی ہے زندگی حامد
نہ ہوتی یہ جو میسر تو مر گئے ہوتے

یہ یادِ نبی تحفہ ہے اس بزمِ نعت خوانی کا جس کو میرے والدِ محترم مہمانِ رسول اکرمؐ نے اب سے 94 سال قبل 1923ء مطابق 1342ھ نے قائم کیا تھا جس کے ساتھ ہی

12 ربیع الاوّل کو عیدِ میلا دالنبیؐ اور 10 محرم کو سیرتِ حسینؓ کے جلسوں کی بنیاد رکھی۔ اللہ کا شکر ہے آج تک ان کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میرے تیسرے دیوان 'وسیلہ بخشش' میں ایک نظم بہ عنوان 'تعارف' ہے جو کچھ اس طرح ہے:

مختصر سی میری پہچان ہے یہ
نام حامد ہے وطن امروہہ
میرے والد بھی تھے مداح نبیؐ
نعت گوئی میں ہے جن کا شہرہ
ناز کیسے نہ ہو اپنے گھر پر
کاش ہر گھر ہو مرے گھر جیسا
محفلِ نعت سجا کرتی ہے
خالی جاتا نہیں کوئی ہفتہ
اک زمانے سے یہی ہے دستور
اس میں آیا نہیں کوئی وقفہ
نعت خوانوں کی تھا صف میں شامل
ہوش میں آ کے جو خود کو دیکھا
نعت خوانی کی اسی محفل سے
نعت گوئی کا یہ اعزاز ملا
نعت میں اُنؐ کی لکھا کرتا ہوں
جو وسیلہ ہیں میری بخشش کا
ذکر سرکارؐ ہے عادت میری
مدحِ سرکارؐ ہے میرا شیوہ
نغمہ صلِّ علیٰ گونج اٹھا
نام کیا اُنؐ کا زباں پہ آیا
اُنؐ کا ثانی کہاں پائے گا کوئی
کوئی آیا ہی نہیں انؐ جیسا
پرتوِ گیسوئے سرکارؐ ہے رات
دن اُجالا ہے رُخِ انور کا
میری قسمت بھی چمک اٹھی تھی
میں بھی اک بار گیا تھا طیبہ
آج تک بھی وہ چمک باقی ہے
ہے تصور میں وہاں کا نقشہ

میری یہ عادت رہی ہے کہ میں زیادہ تر ہر مشاعرے میں نئی نعت پڑھا کرتا تھا۔ میں غزل کے بھی طرحی مشاعروں میں طرحی نعت ہی لکھتا رہا ہوں یہی میرے کلام میں اضافے کا سبب ہوا۔ اس مشاعرے کے لیے بھی میں فکرمند تھا۔ اللہ کا کرم ہے کہ ایک نظم 'بہ عنوان اظہارِ آرزو' وجود میں آگئی یہ ذرا طویل ضرور ہے مگر تمام ہی آرزوئیں طویل ہی ہوتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

''اظہارِ آرزو''

کیا کروں آپ سے میں عرض کہ کیا مانگتا ہوں
اپنے اللہ سے میں اُس کی رضا مانگتا ہوں
سیرتِ پاک سے جینے کی ادا پائی ہے
نامِ سرکارؐ پہ مرنے کی دعا مانگتا ہوں
حمدِ حق لکھنے کی توفیق کرم ہے اُس کا
نعت خوانی کے لیے حسنِ ادا مانگتا ہوں
انؐ کے الطاف و عنایات کی حد کوئی نہیں
جس کو میں اور سوا اور سوا مانگتا ہوں
مجھ کو انعام کی اکرام کی خواہش کب ہے
نعت گوئی کا صلہ روزِ جزا مانگتا ہوں
آبِ زَم زَم سے وہیں پیاس بجھاؤں آقاؐ
وہیں احرام کی پاکیزہ قبا مانگتا ہوں
شہرِ آقاؐ میں ہے جینے کی تمنا مجھ کو
درِ سرکارؐ پہ مرنے کی دعا مانگتا ہوں
وہ تو مل جائے گا جو میرا مقدر ہوگا
میں تو کچھ اُس سے سوا اُس سے سوا مانگتا ہوں
دولتِ فہم و ذکا حضرتِ فاروقؓ سے لوں
اور صدیقؓ سے میں صدق و صفا مانگتا ہوں
چاہیے حلم و حیا حضرتِ عثمانؓ سے مجھے
اور حیدرؓ سے غمِ دل کی دوا مانگتا ہوں
اپنے عیبوں کو چھپانا ہے مجھے محشر میں
حضرت فاطمہ زہراؓ کی ردا مانگتا ہوں

سیرتِ عائشہؓ ہو پیشِ نظر بچوں کے
اور حسینؓ سے جینے کی ادا مانگتا ہوں

میں پہنچ جاؤں سرِ منزلِ عرفان و یقیں
خواجہؒ و غوثؒ کا نقشِ کفِ پا مانگتا ہوں

رہ بری حضرتِ حسانؓ کی حاصل ہے مجھے
نعت لکھنے میں میں اندازِ رضاؒ مانگتا ہوں

لحنِ اخگرؔ میں پڑھوں نعت ملے طرزِ رؤفؔ
حق سے تائبؔ و منورؔ کی نوا مانگتا ہوں

محسنؔ و کیفؔ و عطشؔ کا ہوں میں پیرو حامدؔ
ماجدؔ و سیفیؔ کی میں فکرِ رسا مانگتا ہوں

میرے مذہب نے سکھایا ہے یہی اے حامدؔ
اپنوں کے ساتھ جو غیروں کا بھلا مانگتا ہوں

آپ کی سماعتوں کا شکریہ!

''نعت خوانی سے نعت گوئی تک''

اللہ کا احسان کہ انسان بنایا
اور اُس پہ کرم یہ کہ مسلمان بنایا
مدحت کا شرف بخش کے محبوب کا اپنے
مدّاح کیا صاحبِ دیوان بنایا

صاحبِ دیوان ہی نہیں داد امین بنایا۔ الحمدللہ ثمہ الحمد والصلہ یہ سب کچھ اس بزمِ نعت خوانی کا صدقہ ہے جس میں میں نے اپنے شعور کی آنکھ کھولی اور جو 1923 مطابق 1342ھ کو میرے والد گرامی نے قائم کیا تھا۔

ہمارے اجداد میں مولوی لکھو صاحب نامور علماء اور صلحا وقت میں سے تھے۔ مولوی آلِ حسن بخشی لکھتے ہیں:

''مولوی لکھو کہ از علماء روزگار و صلحائے نامدار بودہ'' مولوی لکھو بیگ کے دو صاحب زادے مولوی کلیم عظیم اللہ و مولوی رحم اللہ تھے۔ مولوی عظیم اللہ صاحب ذی استعداد عالم اور حاذق طبیب تھے ان کے بارے میں صاحب بخشہ کا بیان ہے کہ ''مولوی عظیم اللہ بیگ بن مولوی لکھودا تنِ تشریح ابدان و معالجہ جراحات یگانہ روزگار بود و مرتبہ عظیم یافت وطبیے بود نیک تشخیص و بے طمع و عالی طبع''، یعنی مولوی عظیم اللہ بیگ بن مولوی لکھو تشریح ابدان اور سرجری میں یگانہ روزگار تھے اور اس میں بڑا مرتبہ پایا اچھی تشخیص تھی، بے طمع اور عالی طبع طبیب تھے۔ میرے والدِ گرامی

مرزا عبدالروؤف صاحب امروہہ کے نامور شعرا میں تھے۔''
(شعراء امروہہ، مولف منہاج احمد صدیقی، نخشہ التواریخ مولفہ مولانا آل حسن بخشی،
ص 103)

میرے دادا جناب مرزا شفیع اللہ بیگ مرحوم مجھ سے بڑی محبت فرماتے تھے اور میں انھیں کی گود میں پروان چڑھا اور نعت خوانی میں بھی اُن ہی کے ساتھ ہوتا۔ وہ ایک صاحب نسبت بزرگ تھے اُن کے پاس آبو پہاڑ سے ان کے پیر و مرشد کا بذریعۂ ڈاک خط آتا رہتا تھا اور یہ خط اس طرح شروع ہوتا تھا:

''دوستِ ظاہر و باطن مرزا شفیع اللہ بیگ سلامت رہو!''

آبو پہاڑ پر میرے دادا صاحب بہ سلسلۂ ملازمت رہے تھے۔ نعت خوانی کا جلسہ ختم ہونے کے بعد گھر جا کر نعت خواں حضرات کی پڑھی ہوئی نعتوں کی نقل کرتا اور پھر عمر بڑھنے پر خود بھی جلسے میں نعت پڑھنے لگا اللہ نے اچھا ترنم عطا کیا مقبولیت بڑھتی رہی۔ اپنے گھر کے جلسے کے علاوہ شہر میں منعقد ہونے والے نعت خوانی۔ مختلف عرس کی محفلوں کی تقریبات اور مشاعروں میں مدعو کیا جانے لگا جب میں بطور شاعر اپنا کلام پڑھنے لگا تو میری جگہ والد صاحب کی نیابت میرے چھوٹے بھائی مرزا ساجد حسین ساجد کرنے لگے اور پھر وہ بھی خود شعر کہنے لگا اور ماشاء اللہ اس وقت ان کے چار دیوان شائع ہو چکے ہیں۔

والدِ محترم کی آنکھوں کا آپریشن 1942 میں ہوا اور اس کے بعد وہ مشاعروں میں شرکت سے معذور ہو گئے اور ان کے طرحی کلام کو سنانے کی ذمہ داری مجھے ملی۔ جس طرح نعت خواں حضرات کی نقل کرتے کرتے نعت خواں بنا اُسی طرح مشاعروں میں والدِ گرامی کا کلام سناتے سناتے خود بھی شعر کہنے لگا اور پنے ماحول کے مطابق نعت گوئی کو شعار بنایا۔

بہ حیثیت نعت خواں و نعت گو جو یادگار لمحے زندگی میں آئے ان کا تذکرہ شکرانۂ نعمت کے بطور لکھ رہا ہوں۔ یہ 1945 کا واقعہ ہے۔ والدِ محترم نے اپنی ایک نعت کو تضمین کیا۔ میں نے جب اس کو جلسۂ نعت خوانی میں پڑھا تو بہت پسند کیا گیا اس زمانے میں امروہہ کی مشہور درگاہ، درگاہِ میاں موجؒ کے سجادہ نشین شاہ جمال الدین چشتی عرف منومیاں جن

کے چھوٹے بھائی معرف بابو میاں میرے ہم عمر اور ہم جماعت تھے بہت بیمار اور صاحبِ فراش تھے میں اُس وقت غالباً درجہ پانچ کا طالب علم تھا۔ ایک دن جب میں اسکول میں اپنے کلاس میں تھا اسکول کا ملازم آیا اور اس نے مجھ سے کہا یہ آپ کے والد صاحب آپ کو ہیڈ ماسٹر صاحب کے دفتر میں بلا رہے ہیں۔ میں اپنے کلاس ٹیچر صاحب سے اجازت لے کر جب پہنچا تو والد صاحب نے فرمایا کہ منو میاں کی طبیعت خراب ہے اور وہ تم سے وہ خمسہ سننا چاہتے ہیں جو تم نے اس مرتبہ جلسے میں پڑھا تھا۔ انھوں نے اپنے مرید خورشید قوال کو تانگہ لے کر بھیجا ہے تم ان کے ساتھ جاؤ اور میاں صاحب کو میرا اسلام کہنا اور مزاج پرسی کرنا اور حکم کی تعمیل کرنا۔ میں نے درِ دولت پر حاضر ہو کر بعدِ سلام میاں صاحب کو والد صاحب کا پیام دیا اور ان کے حکم پر خمسہ سنانا شروع کیا۔ جب یہ بند پڑھا:

اب آکر دیکھ لو بیمارِ غم کو مریضِ دردِ فرقت کی دوا ہو
لبِ جاں بخش سے تسکین دے دو خدا کے واسطے جلدی خبر لو
بس اب لبریز ہے پیمانہ دل کا

اس پر میاں صاحب پر رقت طاری ہوگئی اور وہ اس کو سنتے رہے۔ جب دوسرا بند پڑھا:

مجھے دردِ جدائی کی دوا دو مری کشتی کنارے سے لگا دو
نقابِ چہرۂ زیبا اٹھا دو ذرا بیمار کو صورت دکھا دو
اسی پر ختم ہے افسانہ دل کا

یہ بند سن کر رقت میں اضافہ ہوگیا اور بار بار دہرانے کی فرمائش کرتے رہے۔ بہت دیر کے بعد انھوں نے اور ان کی والدہ محترمہ جن کو ہم سب 'بہو جی' کہا کرتے تھے بہت سی دعاؤں کے ساتھ مجھے رخصت کیا۔ دوسرے دن جب میں سو کر اٹھا تو والدِ محترم نے بتایا کہ تمھارے آنے کے بعد بھی شاہ صاحب پر رقت طاری رہی اور اسی حالت میں ان کا وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوسرا واقعہ بھی اسی درگاہ سے وابستہ امروہہ کے ایک بزرگ حضرت صوفی نور اللہ

عیش صدیقی صاحب کا ہے۔ یہ حضرت شاہ قیام الدین چشتیؒ سے متعلق ہے۔

میرے مکان پر جمعہ کا جلسہ ہو رہا تھا۔ حاضرین میں پہلی صف میں والد صاحب کے برابر صوفی صاحب پھر مولانا خلیل احمد خا کی صاحب پھر حکیم عبدالرب صاحب، قاضی محبوب احمد عباسی صاحب اور بہت سے حضرات تھے۔ اپنے نمبر پر میں نے والد صاحب کی ایک تضمین پڑھی اور جب یہ بند پڑھا:

اجل کا جس گھڑی پیغام آئے سر بالیں ہوں سب اپنے پرائے
یہ کہنا اے صبا اُس دل رُبا سے تمنا ہے کہ جب یہ جان نکلے
کھڑے ہوں آپ بھی میرے سرہانے

یہ سن کر صوفی صاحب پر رقت طاری ہوگئی اور وہ اپنی حسب عادت اس کیفیت میں اپنے دونوں ہاتھ یکے بعد دیگرے اٹھانے لگے اور ان کے ہاتھ اُس کارنس سے ٹکرانے لگے جس کے نیچے وہ تشریف فرما تھے۔ رفتہ رفتہ کیفیت میں شدت آگئی اور ہاتھوں سے خون بہنے لگا۔ یہ دیکھ کر مولانا خا کی اور حکیم عبدالرب صاحب نے اپنے اپنے رومال جو یہ بزرگ اپنے کاندھوں پر رکھتے تھے۔ کارنس پر جہاں صوفی صاحب کے ہاتھ لگ رہے تھے رکھ دیے۔ پہلے تو اس جگہ کا صندلہ ٹوٹ کر گرا اور پھر اینٹ نکل گئی مگر صوفی صاحب کی کیفیت میں کمی نہ آئی اور بہت دیر تک یہی حال رہا اور کیفیت ختم ہونے پر بھی میں پڑھتا رہا اور ختم ہونے پر صوفی صاحب نے مجھے گلے لگایا اور دوسرے بزرگوں نے بھی دعاؤں سے نوازا۔

تیسرا واقعہ سماع کی ایک محفل کا ہے۔ حضرت شاہ صوفی راحت علی شاہ صاحب کے دادا حضرت حافظ سخاوت علی صاحب کا عرس تھا۔ پہلی صف میں صوفی صاحب اور ان کے برابر حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے سجادہ نشین ان کے برابر رجب پور کے حضرت معین الدین فریدی، میرے والد صاحب پھر بابو میاں اور بہت سے اہل حال اور قال حضرات کا مجمع تھا۔ میں والد صاحب کے پیچھے بیٹھا۔ قوال نے حضرت امیر خسروؒ کا کلام پڑھنا شروع کیا:

صنمے کہ بر جمالش دو جہاں نثار بادا
چمنِ کہ تا قیامت گلِ اور بہار بادا

عجیب سماں تھا لحن نہایت دل کش، دل آویز تھا کہ سب ہی مسحور تھے کہ یکا یک گنگوہی صاحب نے بہ آواز بلند درود شریف پڑھا اور میرے والد صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا حافظ صاحب حافظ صاحب امیر خسرو علیہ الرحمہ نے درود شریف کی کیا خوب تشریح کی ہے اور یہ کہہ کر پھر بہ آوازِ بلند درود شریف پڑھا محفل میں تمام حاضرین کی آنکھوں سے اشکِ محبت بہہ رہے تھے۔

اُس زمانے میں زیادہ تر مشاعرے طرحی ہوا کرتے تھے۔ سب سے پہلا مشاعرہ جو میں نے پڑھا اس میں والدِ محترم کی نیابت کی تھی یہ حضرت شاہ ابن بدر چشتیؒ کے سالانہ عرس پر منعقدہ محفل تھی۔ مجھے دادا صاحب اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ حاضرین میں مقامی اور بیرونی شعراء کرام بھی تھے جنھیں نمایاں طور پر جناب علامہ انور صابری، محشر عنایتی رامپور، قمر مرادآبادی وغیرہ اسٹیج پر تھے۔ جب میں پڑھنے پہنچا تو مجھے اسٹیج پر کرسی رکھ کر اس پر کھڑا کیا گیا اور میں نے سنانا شروع کیا۔ کیوں کہ میں اپنے گھر اور میلاد کی محفلوں میں سناتا رہا تھا۔ مجھے کوئی جھجک نہیں تھی۔ بے ساختہ پڑھتا رہا اور داد و تحسین سے نوازا جاتا رہا۔ دوسرے دن دادا صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی۔ ان کی عیادت کے لیے عزیز و احباب آئے تو انھوں نے دادا صاحب کو رات کے مشاعرے کی کامیابی کی مبارک باد دی اور ان کے ایک دوست نے فرمایا کہ پوتے کی نظر اتار دینا۔ انھوں نے فرمایا ”فکر نہ کرو میں نے بری نظر اپنے اوپر لے لی ہے۔“ کچھ عرصے بعد اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوا۔

"تشکیل و تکمیل فن میں جو بھی حفیظ کا حصہ ہے
نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں"
(حفیظ جالندھری)

اس شعر کو میں اپنے بارے میں پون صدی کا کہنے میں حق بجانب ہوں۔

امروہہ محلہ صدو میں ہماری رہائش تھی۔ والد صاحب ماسٹر عبدالرؤف صاحب رؤف امروہوی امروہہ کی مشہور درسگاہ امام المدارس میں ٹیچر تھے۔ ہمارے دو مکان تھے۔ ایک میں ہماری رہائش تھی اور دوسرے میں نعت خوانی کی محفل ہوتی تھی۔ اسکول کے بعد اُسی مکان میں بابا لڑکوں کو پڑھاتے تھے۔ تمام شہر ان کو ماسٹر صاحب کے نام سے پہچانتا تھا۔ اسٹاف میں حافظ صاحب کہلاتے تھے۔

میرے بڑے بھائی محمد حسین اور چھوٹے بھائی احمد حسین تھے۔ بڑے بھائی ہائی اسکول پاس کر کے علی گڑھ یونیورسٹی میں داخل ہو گئے اور وہاں یونیورسٹی کی سیاست میں حصہ لیا۔ ہمارے ایک قریبی عزیز مرزا رفیق بیگ صاحب جن کی اولاد میں کوئی لڑکا نہیں تھا وہ بھائی کو بہت عزیز رکھتے تھے اور اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ مرزا رفیق بیگ صاحب مسلم لیگ کے سرگرم کارکن تھے۔ لیگ کے بہت سے رہنما جب امروہہ آتے وہ ان کو ضرور بلاتے اور ضیافت کا اہتمام کرتے اور بھائی ان کی خدمت کرتے۔ ہمارے اس مکان کے سامنے جہاں بابا پڑھاتے تھے جناب ابراہیم خان صاحب کا مکان تھا۔ بیچ میں سڑک تھی۔ بھائی کے دوستوں میں صادقین جیسے آرٹسٹ دوست تھے۔ انھوں نے ابراہیم خانصاحب کی دیوار پر ہندوستان کا نقشہ بنایا جس میں نمایاں طور پر پاکستان کا مجوزہ حصہ دکھایا گیا اور رئیس امروہوی نے ایک شعر کہا جس کو صادقین نے بہت خوبصورت انداز میں لکھا:

یاد رکھنا وقت کا فرمان ٹل سکتا نہیں
موت ٹل سکتی ہے پاکستان ٹل سکتا نہیں

ان ہی دنوں بابا کی آنکھ کا آپریشن دہلی میں ہوا۔ بابا کے خالہ زاد بھائی مرزا علی احمد بیگ صاحب کی پوسٹنگ وہیں تھی۔ بابا نے ان کی صاحب زادی کے ہمراہ بھائی کی منگنی کی رسم ادا کردی۔ دہلی سے ان کا تبادلہ روہتک ہوگیا۔ جب تقسیم کا عمل ہوا تو ملازمین سے ایک فارم کے ذریعہ آپشن مانگا گیا کہ وہ کہاں رہنا چاہتے ہیں تو انھوں نے پاکستان لکھا۔ اور وہ لاہور چلے گئے۔

امروہہ میں حکیم طفیل احمد رضوی صاحب لیگ کے بڑے سرگرم کارکن تھے۔ بھائی کا وہاں بہت آنا جانا تھا۔ B.A کے بعد بھائی امروہہ آگئے۔ جب پاکستان بن گیا تو بہت سے لوگوں نے ہجرت کی اور پاکستان جابسے۔

چچا علی احمد صاحب نے لاہور سے بابا کو خط لکھا کہ اب محمد حسین اپنی تعلیم مکمل کرچکے ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ وہ اپنی امانت کو لینے کے لیے آجائیں تاکہ رخصتی کی تقریب ادا کی جاسکے۔ دونوں بھائیوں میں بہت یگانگت تھی۔ بابا نے بھائی کو کھوکھرا پار کے راستے سے جانے کی اجازت دی۔ مگر وہ ٹرین راستے میں روک لی گئی اور بھائی واپس گھر امروہہ آگئے۔ پھر چچا صاحب کے اصرار پر ان کو ہوائی جہاز سے لاہور بھیجا گیا۔ اتفاق یہ ہوا کہ ان ہی دنوں یہ قانون نافذ ہوگیا کہ جو جس ملک میں ہے وہ اسی ملک کا 'شہری' ہے لہٰذا رخصتی کے بعد بھائی کو لاہور ہی میں رکنا پڑا۔ ہمارے بہت سے عزیز پاکستان میں تھے۔ اُن میں ان کے دوست اور علی گڑھ کے ساتھی بھی تھے۔ وہ بھی راضی ہوگئے۔ ان کو پولیس کے محکمہ میں جگہ ملی جس میں ان کے معاون چودھری خلیق الزماں خان اور حکیم طفیل احمد صاحب تھے۔ ان کا پوسٹنگ اس محکمہ میں تھا جو مہاجرین کی بازیابی اور آبادکاری کے لیے مخصوص تھا۔ بھائی بہت محنتی اور جذبۂ خدمت سے سرشار تھے۔ اپنے کام کو بہت محنت سے انجام دیتے اور وقت کی اور صحت کی پرواہ نہیں کرتے۔ بیماری کی حالت میں بھی کام کرتے رہتے۔ انجام کار موت کو گلے لگالیا۔ بھائی کے انتقال کے بعد بابا نے بھابی صاحبہ کے لیے کچھ رقم کا بندوبست کیا مگر بھابی صاحبہ نے قبول نہ کیا۔ بابا کے اصرار پر کہا کہ میں خود کفیل ہوں آپ آزردہ نہ ہوں۔ بھائی کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ بھائی

کے انتقال کے بعد اُنھوں نے شادی نہیں کی اور اپنے بھائی کی ایک بیٹی کو گود لے لیا اور اس کی پرورش میں مشغول ہوگئیں اور کسی اسکول میں سروس کی۔

بابا سے گھر پر پڑھنے بہت سے بچے آتے تھے۔ ان میں دو بھائی محمد حسین صدیقی اور احمد حسین صدیقی بھی تھے۔ محمد حسین میرے بھائی کے ہم عمر تھے اور احمد حسین صدیقی میرے۔ محمد حسین پاکستان چلے گئے اور پھر ان کے بعد احمد حسین صدیقی بھی چلے گئے۔ احمد حسین صدیقی نے از راہِ محبت ایک مضمون بھی لکھا جو اس کتاب میں شامل ہے۔

بھائی احمد حسین کو میں چھوٹا بھائی کہا کرتا تھا۔ انھوں نے جب پاکستان جانے کا ارادہ کیا تو وہ کھوکراپار کے راستے اپنے دوستوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہنگامہ ہوگیا اور وہ راستے ہی سے واپس آگئے اور امروہہ میں مدرّسی اور بعد میں بحیثیت ڈاکٹر ہومیوپیتھی پریکٹس کرتے رہے۔ شاعری میں سیفیؔ تخلص کرتے تھے۔ ابتدا میں کوثرؔ القادری سے مشورہ کیا۔ ان کی شادی امروہہ کے مشہور حکیم حکیم کلب علی شاہدؔ کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ بھائی بہت اچھے شاعر تھے۔ دو دیوان شائع ہوئے 'لہو رنگ' اور 'نکہتیں' جو غزل اور نعتوں کے مجموعے ہیں۔ سلام و منقبتوں کا مجموعہ زیرِ ترتیب ہے۔ ان کے صاحب زادے زبیرؔ ابن سیفیؔ بہت اچھے اور خوش گلو شاعر ہیں اور مقامی اور بیرونی میں خاندان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ زبیر کے صاحب زادے میں اظہر ابن زبیرؔ بہت اچھا کہنے لگے ہیں اور ہماری چوتھی نسل کے نمائندہ ہیں۔ عارض اور ابن زبیر ظفر اچھے نعت خواں ہیں۔ اللہ ان سب کو مزید ترقی عطا کرے اور عمر دراز فرمائے۔ آمین!

○

نعت خوانی اور میلاد کی محفلوں میں میں نے سامعین پر کیفیت کے عجیب عجیب مناظر دیکھے ہیں۔ مولانا طفیل احمد صاحب، حاجی عبدالحمید عطّار اور ایک نوجوان محلّہ نوبت خانہ بابا کی نعت: ''تم انھیں بے کس و بےنوا میں اسیر دام ملا نبیؐ'' بہت ذوق وشوق سے سنتے تھے اور اُن پر رقت طاری رہتی تھی۔ میں نعت خوانی میں بابا اپنی اور دیگر حضرات خصوصاً مولانا احمد رضا خاں صاحب، مولانا حسن رضا خاں، کیف ٹونکی، منوّر بدایونی وغیرہ کی بھی نعتیں پڑھتا تھا۔ منوّر صاحب کی نعتیں 'آستانہ' میں شائع ہوتی تھیں اور ان کے علاوہ بھی وہ مجھے ڈاک سے بھی نعت بھیجتے تھے۔ میری فرمائش پر انھوں نے بابا کی اس نعت پر مصرعے بھی لگائے تھے۔ بلاری میں میرے گھر بندروں نے جو تباہی مچائی اُس میں میری بیاض کے ساتھ ساتھ خطوط کا اثاثہ بھی تلف ہوگیا۔

ذہن پر زور دینے پر صرف دو بند ہی یاد آسکے جو پیشِ خدمت ہیں:

تم ہی مصطفیٰؐ تم ہی مجتبےٰؐ تم ہی شاہِ ہر دوسرا نبیؐ
تم ہی فرش پر تم ہی عرش پر نہیں کوئی تم سے سوا نبیؐ
نگہِ کرم نگہِ کرم میرے حالِ زار پہ یا نبیؐ
تم انیسِ بے کس و بے نوا میں اسیرِ دام بلا نبیؐ
ذرا سن لو میری بھی التجا ہوں تمہارے دَر کا گدا نبیؐ

سرِ عرش تک جو پہنچ گئی وہ نگاہ کس کی نگاہ ہے
درِ پاک تک نہ پہنچ سکا میرا حال کیسا تباہ ہے
مگر اِس کو کوئی کہے گا کیا مرا حال خود ہی گواہ ہے
مرے سر پہ بارِ گناہ ہے میں ضعیف دور کی راہ ہے
ذرا دستِ لطف بڑھایئے میں گرا نبیؐ میں گرا نبیؐ

کانٹھ میں ٹیچر ٹریننگ کالج کا قیام عمل میں آیا اور جناب قمرالحسن جعفری اُس میں پرنسپل مقرر ہوئے۔ وہ امروہہ کے رہنے والے تھے اور ہمارے عزیز بھی تھے۔ اُن کی بیٹی کی شادی میرے، ہم زلف جناب انیس احمد صدیقی کے چھوٹے بھائی پروفیسر نفیس احمد صدیقی سے ہوئی تھی۔ وہ بھی کانٹھ آتے رہتے تھے اور شام کو میرے کمرے پر جو محفل جمتی تھی اس میں شریک ہوتے تھے۔ وہاں سے واپسی پر انھوں نے میری اہلیہ کو سمجھایا اور انھیں بھی کانٹھ میں رہنے پر آمادہ کرلیا۔ اس طرح اہلیہ اور بیٹی زیبا بھی آ گئیں اور میں نے ایک بڑا مکان کرائے پر لے لیا اور ہر ماہ یک بڑا مشاعرہ ہونے لگا۔ اُس کے علاوہ جامع مسجد سے ملحقہ اسکول میں بھی ایک مشاعرہ ہوتا تھا۔ میرے دفتر میں یک سپروائزر ملک معین الدین صاحب تھے۔ ان کا ہیڈ کوارٹر موضع اکبر پور میں تھا۔ وہ جب مشاعروں میں آتے تو اکبر پور کے خاں صاحبان کے ہمراہ ہوتے اور مشاعروں میں بہت ذوق وشوق سے حصہ لیتے۔ ایک دن خاں صاحب نے مجھ کو بتایا کہ بہت دن پہلے رامپور سے کچھ لوگ اکبر پور آئے تھے اور مصحفی امروہوی کے بارے میں پوچھ گچھ کی تھی وہ بتا رہے تھے مصحفی اکبر پور کے رہنے والے تھے۔ آپ کانٹھ میں مشاعرے کراتے ہیں۔ ایک مشاعرہ ہمارے اکبر پور میں بھی کرادیں اُس وقت تو میں خاموش ہوگیا۔ مگر خاں صاحب کا اصرار بڑھتا گیا۔ اُن ہی دنوں میں امروہہ گیا تو معلوم ہوا کہ رئیس امروہوی کراچی سے آئے ہوئے ہیں۔ میں نے کوثر صاحب سے تذکرہ کیا اور ان سے کہا کہ وہ رئیس صاحب کو کانٹھ چلنے پر آمادہ کریں۔ اُسی وقت وہاں ڈاکٹر دلیر سہسپوری آ گئے۔ وہ رئیس صاحب کے ابتدائی شاگردوں میں تھے۔ ڈاکٹر صاحب اور کوثر صاحب نے رئیس صاحب سے شرکت کا وعدہ لے لیا۔ دن مقرر ہوگیا۔ میں نے محشر عنایتی، قمر مرادآبادی، گوہر مرادآبادی، حبیب بھوپالی، حیات وارثی اور بہت سے شاعروں کو مدعو کرلیا۔ اس زمانہ میں مراد آباد سے ایک بس کانٹھ آتی تھی اور ایک مرتبہ ٹرین کانٹھ اسٹیشن پر رکتی تھی یہ طے ہوا کہ مشاعرے میں آنے والے شاعر کانٹھ اسٹیشن پر جمع ہو جائیں گے اور وہاں سے بیل تانگوں میں اکبر پور جائیں گے۔ امروہہ سے رئیس امروہوی، مولانا شہباز میرے بھائی سیفی امروہوی، کوثر امروہوی

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو بیل تانگوں سے اور چند دوست سائیکلوں سے کانٹھ آئے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو بیل تانگوں سے اکبر پور پہنچے۔ گاؤں میں عید کا سماں تھا۔ خاں صاحب کے ڈیرے پر شامیانے اور قنات لگے ہوئے تھے۔ تندور اور قورمے کی دیگیں پک رہی تھیں۔ آس پاس کے سیوہارہ، سہیس پور، بجنور، اور قرب و جوار سے بہت سے لوگ آگئے تھے۔ راجہ صاحب کانٹھ نے صدارت کی۔ ایس ڈی ایم، تحصیلدار، اور دیگر سرکاری عہدے دار جمع تھے۔ اکبر پور تو کیا قرب و جوار میں بھی ایسا مشاعرہ کبھی نہ ہوا تھا۔ تمام ضلع مراد آباد میں خوب چرچا ہوا۔ لوگ آج تک یاد کرتے ہیں۔ جناب دردؔ نجیب آبادی محکمۂ اوقاف میں آڈیٹر تھے۔ وہ اکثر کانٹھ آتے رہتے تھے اور اپنے قیام کے دوران شام کو ملنے میرے یہاں بھی تشریف لاتے۔ بہت اچھی نشست رہتی۔ بہت اچھی نعت کہتے تھے۔ ان کے اشعار کا انتخاب رئیسؔ نعمانی نے شائع کیا ہے۔ دردؔ صاحب کا ترنم بھی بہت اچھا تھا۔ وہ جب امروہہ جاتے تو جمعہ کی نعت خوانی میں بھی شرکت کرتے تھے۔

حضرت عارفؔ عباسی بلیاوی جگرؔ کے مشہور شاگرد تھے۔ مراد آباد میں جشنِ جگرؔ کے موقعے پر جگرؔ صاحب مراداباد نہ آسکے تھے اور انھوں نے عارفؔ صاحب کو نمائندہ بنا کر بھیجا تھا۔ عارفؔ صاحب نے سہسپور کے مشاعرے کے بعد کانٹھ میں میرے مکان پر قیام فرمایا بہت دل چسپ نشست رہی۔ اسی میں یہ بتایا کہ جگرؔ صاحب نے انھیں مراد آباد بھیجتے وقت یہ بھی ہدایات دی تھی کہ امروہہ جا کر رؤفؔ امروہوی سے ملاقات کرنا۔ بابا نے اپنا کلام جگرؔ صاحب کو دکھایا تھا اور انھوں نے انھیں فارغ الاصلاح قرار دے دیا تھا۔

عارفؔ صاحب نے سہسپور میں مجھے خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ انھوں نے میرے یہاں کلام سنایا۔ مجھے آج تک یاد ہے۔ ایک مطلع ملاحظہ کریں:

رسم و رہِ الفت سے بیگانہ نہیں ہوتا
دیوانہ بہ کارِ خود دیوانہ نہیں ہوتا

رات کچھ نبضِ جہاں رُک سی گئی تھی اے دوست
ہاں تری یاد میں مصروف تھے ہم یاد آیا

کانٹھ میں حاجی اسحاق صاحب کی دوکان کے اوپر ایک کمرہ تھا جس میں میں رہائش پزیر تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد دوست احباب آنے لگتے۔ چائے کے دور چلتے رہتے۔ میں تنہا تھا۔ ننھے میرا کام کرتا تھا۔ پکوڑے بہت اچھے بناتا تھا۔ عشا کی نماز کے بعد مولانا قاسم سہسپوری جو جامع مسجد کے اسکول کے ہیڈ مدرس اور پیش امام تھے شریک ہوجاتے۔ میں بیمار تو تھا ہی لکھنے میں تکلیف ہوتی تھی اور مولانا قاسم لکھتے رہتے تھے۔ میری بہت سی نعتیں ایک ہی نشست کی ہیں۔ بجنور میں ایک مشاعرہ تھا طرح ''لیکن مرا ٹوٹا ہوا جام اپنی جگہ ہے'' تھی۔ میری اُس نعت کا مطلع ہے:

شاہانِ زمانہ کا مقام اپنی جگہ ہے
سرکارِ دوعالمؐ کا غلام اپنی جگہ ہے

یہ نعت ایک ہی نشست میں مکمل کی اور بجنور بھیجی۔ میں اپنی بیماری کی وجہ سے نہ جاسکا تھا۔

مشاعرے میں بہت پسند کی گئی۔ اُس وقت مشاعرے میں ہی ''الجمعیۃ'' اخبار کے نمائندے نے اس کو ''الجمعیۃ'' کے سہ روزہ ایڈیشن میں شائع کیا۔ یہ نعت بابا کو بھی بہت پسند تھی۔ دہلی کی جامع مسجد میں قاری فرید احمد صاحب جو دہلی کے مشہور نعت خواں تھے اور اکثر میری نعتیں پڑھتے تھے انھوں نے مسجد کے جلسے میں اس کو پڑھا۔

قاضی محبوب احمد عباسی صاحب اپنی درگاہ کے سالانہ عرس کے موقعے پر محفل منعقد کرتے تھے۔ اُس میں ہر سال ایک ممتاز عالم کی تقریر اور نعت خوانی کی محفل ہوتی تھی اور دوسرے دن نعت کا طرحی مشاعرہ ہوتا تھا۔ مشاعرے میں امروہہ کے علاوہ بیرونی شعرا بھی ہوتے تھے۔

میری بہت سی نعتیں اسی مشاعرے کی یادگار ہیں۔ ان میں اکثر کی صدارت حضرت روشؔ صدیقی نے فرمائی ہے۔ قاضی صاحب اور حکیم کلب علی صاحب سے ان

کے دوستانہ مراسم تھے۔ مصرعۂ طرح بھی اکثر روشؔ صاحب کے تجویز کردہ ہوتے تھے۔
ایک مشاعرے میں اُن کا مطلع تھا:

ہمیں رسم سفر آئی نہ انداز قیام آیا
نہ جانے ہم کہاں ہوں گے اگر ان کا پیام آیا

اس مشاعرے میں میری نعت کا مطلع تھا:

یہ مانا مشکلوں کا سامنا تو گام گام آیا
مگر اُن کا کرم ہر ہر قدم پر میرے کام آیا
تصور بھی نہیں کرتا کبھی آزاد ہونے کا
غلامی میں تمھاری جو شہرِ عالی مقام آیا

کچھ اور نعتیں جن کے مطلع ہیں:

نشۂ عشق سے سرشار غلام اُن کا ہے
دور میں دیکھئے اس وقت بھی جام اُن کا ہے

اشعار جو کہے دُرِ شہوار ہوگئے
ہم نعت کے طفیل میں فنکار ہوگئے

وغیرہ وغیرہ۔

اسی عرس میں مولانا قمر الزماں خاں اعظمی مولانا نذیر الاکرم نعیمی کو سننے کا موقع ملا۔
مولانا میری نعت شاہانِ زمانہ کا غلام اپنی جگہ ہے کو بہت پسند فرماتے تھے۔ فرمانے لگے:

اِس مصرعہ میں لکھی ہیں کئی میں نے بھی نعتیں
حامد ترا اندازِ بیان اپنی جگہ ہے

یہ اُن کی بزرگانہ شفقت اور محبت کا انداز تھا۔ اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔
آمین!

○

میرے ماموں عقیل احمد صاحب علی گڑھ میں مقیم تھے۔ میرے بڑے بھائی کا بھی آخری تعلیمی سال تھا وہ بھی ماموں کے یہاں ہی رہتے تھے۔ ماموں صاحب نے نانا کو نمائش دیکھنے کے لیے اصرار کیا۔ بھائی نے بھی اصرار کیا کہ میں بھی ان کے ساتھ آؤں۔ بابا نے بھی مجھے نانا میاں کے ساتھ بھیجنے پر آمادگی ظاہر کی اور ہم سب اسٹیشن پہنچے۔ ہم چھ مسافروں کا ایک گروپ بن گیا۔ مراد آباد سے دوسری گاڑی سے علی گڑھ جانا تھا۔ مراد آباد سے بس علی گڑھ روانہ ہوگئی تو معلوم ہوا کہ ہم غلط ڈبے میں بیٹھ گئے ہیں۔ وہ ڈبہ ہندو مسافروں کے لیے تھا ان لوگوں کو ہمارے بیٹھنے پر بہت اعتراض تھا جب راجہ کا سہسپور کا اسٹیشن آیا تو ہم کو اس ڈبے سے اتار دیا۔ جلدی جلدی سب اترے اور برابر کا ڈبہ مسلمانوں کا تھا اس میں بیٹھنے لگے۔ وقت بہت تھوڑا تھا ہم دو مسافر بیٹھنے سے رہ گئے اور گاڑی چل پڑی۔ میں اور نانا صاحب اسٹیشن ماسٹر کے کمرے میں گئے اور سب حال سنایا۔ اس نے بہت ڈھارس بندھائی اور ہم کو اپنے آفس میں جگہ دی۔ چندوسی پہنچ کر ہمارے ساتھیوں نے علی گڑھ کو فون کیا اور پھر بلاری فون کر کے ہماری خیریت معلوم کی۔ اسٹیشن ماسٹر نے اپنے دفتر ہی میں ہمارے لیٹنے کا انتظام کیا۔ صبح کو علی گڑھ جانے والی گاڑی میں بیٹھا دیا۔ علی گڑھ اسٹیشن پر ہمارے بہت سے عزیز اور بھائی کے دوست جمع ہو گئے تھے ہمیں دیکھ کر سب نے اطمینان کا سانس لیا۔

ماموں عقیل صاحب علی گڑھ کے صاحبِ ولایت حضرت شاہ جمال صاحبؒ کے خاندان کے ایک بزرگ صوفی بشیر احمد صاحب سے بیعت تھے۔ صوفی صاحب اور جناب مولانا احمد اللہ صاحب پیش امام جامع مسجد علی گڑھ اور صوفی صاحب کے معتقدین مثلاً جناب عبدالحفیظ شمسی (و:1970)، جناب آفتاب احمد خاں غوری (و:31 مارچ 1997)، جناب محمد مظہر قریشی عرف بندو میاں (و: 1 مارچ 2007)، جناب صدیق بھائی (و:14 جنوری 1984)، صوفی عبدالشکور وارثی (و:24 فروری 1994) آپس میں خصوصی تعلقات رکھتے تھے۔ عرس کی، نعت کی، ذکر و اذکار کی نشستیں سجائی جاتی تھیں جن

میں شرکت کے لیے کبھی کبھی مجھے بھی موقعہ ملتا تھ۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان حضرات کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ درجات عطا کرے، آمین!

ادبی اور تعلیمی سرگرمی بہت اطمینان بخش چل رہی تھی مگر 1950 سے بیماریاں بڑھ گئیں۔ خاص تکلیف دردِ سر، اختلاج اور معدے کی خرابی رہی۔ ایسا لگا کہ کسی کی بری نظر اثر انداز ہوئی۔ 1951 میں ہائی اسکول کا امتحان بہت بیماری کی حالت میں دیا۔ امتحان ہال میں پالکی سے جانا پڑا اور ایک پرچے میں امتحان ہال نہیں پہنچا۔ نتیجہ ظاہر ہے فیل ہوگیا۔ یہ بیماری اور نتیجہ میری ترقی میں بڑی رکاوٹ بنا:

یارانِ تیزگام نے منزل کو جا لیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

جیسے تیسے ہندو ڈگری کالج میں داخلہ لیا۔ بیماری بھی ساتھ ساتھ رہی۔ کالج میں بیماری کے سبب نہیں جاسکتا تھا۔ معالجوں کے مشورے پر داخلے کے کچھ عرصے بعد کالج چھوڑ دیا۔

خورشید احمد میرے ہم جماعت تھے۔ ان کے والد بابو طفیل احمد صاحب گنّے کے محکمہ میں تھے۔ وہ میری عیادت کو آئے کہنے لگے گھر بیٹھے بیٹھے کیا کرتے ہو۔ میرے ساتھ دفتر چلو۔ Cane Development Society کا دفتر محلّہ دانشمندان میں تھا اس محلے میں میرے بہت سے دوست بھی رہتے تھے۔ میں اکثر وہاں جاتا رہتا تھا۔ ان دنوں گنّے کا سیزن شروع ہوا تھا اسٹاف رکھا جارہا تھا۔ طفیل صاحب نے میرا بھی Appointment کرادیا۔ Ledger Section میرے سپرد کیا گیا۔ پڑھائی سے توجہ ہٹی اور کام میں دل چسپی بڑھی تو بیماری میں بھی افاقہ ہوا۔ ہم اپنا کام بہت محنت سے کرتے۔ افسران بھی مطمئن تھے۔ اسٹاف میں ایک گروپ ہمارے مخالف بھی تھا۔ انھوں نے کین کمشنر لکھنؤ کو شکایت بھیج دی کہ ان کو خلافِ قاعدہ ملازم رکھا ہے۔ ان کی عمر کم ہے۔ Cane Commissioner جناب معائنہ کے لیے مرادآباد آئے تو امروہہ کے معائنے میں میری فائل بھی تھی۔ مجھے بلایا میرے سیکشن کا معائنہ کیا میرا کام دیکھا اور عمر کی کمی کو Exempt کر دیا اور میں کام کرتا رہا۔

مسٹر بی ایس بھٹناگر سکریٹری تھے۔ محکمہ میں بہت سینئر اور مقبول آفیسروں میں تھے۔ ان کا تقرر بارہ بنکی بھی رہا تھا وہ حاجی وارث علی شاہ صاحب کے بہت مداح تھے اور ان کی کرامات کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ مجھ پر بہت مہربان تھے۔ ان دنوں روڑ کی کے مسٹر سنہا، ایم پی تھے۔ ان کے پاس ایک فائل جانی تھی۔ بھٹناگر صاحب نے میرا انتخاب کیا اور مجھے وہ فائل لے جانی تھی۔ میں جب رُڑکی پہنچا تو معلوم ہوا کہ سنہا صاحب دلی گئے ہیں۔ شام کو آئیں گے۔ سنہا صاحب کے P.A نے مجھ سے پوچھا کیا آپ کبھی کلیر شریف گئے ہیں۔ میں نے بتایا کہ نہیں کہنے لگے کہ صاحب کے آنے میں آٹھ گھنٹے ہیں۔ میں انتظام کرتا ہوں۔ آپ زیارت کر آئیں۔ اس طرح کلیئر شریف میں پہلی بار حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ کافی وقت تھا۔ وہیں ایک نعت کہی۔ شام کو سنہا صاحب سے ملا جو کام سپرد کیا گیا تھا وہ بتایا۔

ہمارے پرنسپل سید محمد تقی صاحب کے چھوٹے بھائی سید محمد نقی صاحب بھی ہمارے اسی دفتر میں تھے۔ بہت اچھا وقت گزرا۔ کچھ عرصے کے بعد میرا تبادلہ مرادآباد ہوگیا۔ کلکٹریٹ مرادآباد میں سرکاری طور پر یومِ جمہوریہ کا مشاعرہ تھا۔ گوہر عثمانی صاحب اس کے منتظم تھے۔ انھوں نے D.M صاحب سے ہمارے R.C.O صاحب کو خط لکھوا دیا کہ مجھے مشاعرے میں بھیج دیں۔ ان دنوں جناب سید عزیز حسین علوی R.C.O تھے۔ انھوں نے مجھے بلایا دیکھا اور پوچھا آپ شعر کہتے ہیں میں نے کہا جی وہ خود بھی شاعر تھے بہت خوش ہوئے اور مجھے مشاعرے میں شرکت کا حکم دیا۔

میں امروہہ سے روزانہ مرادآباد جاتا تھا اور شام کو امروہہ آجاتا تھا۔ گوہر عثمانی صاحب، جناب قمر مرادآبادی کے شاگرد تھے۔ قمر صاحب، مولانا شہباز صاحب کے دوست تھے۔ اس رعایت سے وہ ان کے پاس اکثر جاتے تھے اور امروہہ کے تمام بڑے مشاعروں میں شرکت فرماتے تھے۔ اگر کبھی مرادآباد قیام ہوتا تھا تو میں بھی قمر صاحب سے ملنے جاتا تھا۔

مرادآباد میں ایک درگاہ ہے جہاں ایک بزرگ عبداللہ شاہ صاحب قیام فرماتے تھے۔ بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے۔ امروہہ میں ہمارے محلے میں انسپکٹر صولت حسین صاحب

رہتے تھے۔ ان کے بڑے بھائی مراد آباد میں ہیڈ ماسٹر تھے اور وہ ریٹائر ہو کر امروہہ ہی رہنے لگے تھے۔ وہ 'عبداللہ شاہ' صاحب کے مرید تھے۔ رات کے آخر میں باآواز بلند ذکر فرماتے۔ ہم لوگ ان کو اللہ ہو کے نام سے جانتے تھے۔ امروہہ کے مشہور وکیل وہاج احمد خاں صاحب بھی شاہ صاحب کی درگاہ جاتے رہتے تھے۔ ایک دن مجھے بھی ساتھ لے گئے اور متعارف کرایا۔ شاہ صاحب بابا سے واقف تھے۔ مجھ پر بہت شفقت فرمائی۔ وہ بڑے شوق سے نعتیں سنتے اور دعاؤں سے نوازتے۔

25 اپریل 1961 کو میرا پروموشن ہوا اور پوسٹنگ بلاری، راجہ کا سیس پور کو ہوا۔ مجھے 27 اپریل 1961 کو جوائن کرنا تھا۔ شاہ مخدوم شاہ صاحب کے یہاں نعت کی محفل تھی۔ میں بھی بابا کے ساتھ حاضر ہوا۔ جلسہ ختم ہونے پر میں نے شاہ صاحب کو بتایا کہ کل میں بلاری جا رہا ہوں۔ میرے لیے بالکل نئی جگہ ہے۔ میں وہاں کسی سے واقف نہیں ہوں۔ میرے لیے دعا فرمائیں۔ فرمانے لگے پریشان نہ ہوں وہاں منشی مختار حسین صاحب سے ملنا اور میرا خط دے دینا وہ تمھارے ٹھہرنے کا انتظام کریں گے۔ بلاری میں ان کا مکان محلہ جھنڈا میں تھا ان کا خاندان بلاری کا بااثر خاندان تھا۔ میں نے شاہ صاحب کا خط دیا اور بتایا کہ میرا تبادلہ ہوا ہے اور مجھے بلاری ہی میں رہنا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ میرے یہاں ہی قیام کریں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے اپنے پڑوس میں کوئی مکان کرائے پر دلا دیں تا کہ میں اہلیہ کو بھی لے آؤں۔ انھوں نے اپنے پڑوس ہی میں ایک مکان کرایہ پر دلا دیا۔ ان کے صاحب زادے انتصار حسین عرف پہلوان بھی اُسی دفتر میں کام کرتے تھے۔ اس طرح باآسانی وہاں ٹھہرنے اور رہنے کے انتظام ہو گیا۔ دفتر پہنچا تو بہت سے لوگ جاننے والے مل گئے۔ شمس الدین خاں صاحب جو امروہہ میں میرے ساتھ ہی محکمے میں تھے یہاں پر آ گئے تھے اور بحیثیت سکریٹری کام کر رہے تھے۔ بلاری میں قاری سبطِ رسول صاحب کے بہت سے مرید تھے اور یہ سب قاری صاحب کے یہاں جاتے رہتے تھے اور وہاں نعت کی محفل میں بھی شرکت کرتے تھے۔ مجھے دیکھ کر پہچان گئے اور بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اس طرح نعت کی برکت سے آسانیاں ہی

آسانیاں ملیں۔ ایک دن مجھ سے ملنے کے لیے ایک صاحب آئے اور انھوں نے مجھے جناب محشؔر عنایتی رامپوری کا خط دیا۔ محشؔر صاحب کے ساتھ میں نے بہت سے مشاعروں میں شرکت کی تھی۔ وہ مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ انھوں نے لکھا کہ شاہ آباد میں ان کے دوست جناب امجد علی خاں چیئرمین کے مکان پر طرحی مشاعرہ ہے اور اس میں تمھیں نعت پڑھنی ہے۔ شاہ آباد بلاری سے ملا ہوا ریاست رامپور کا ایک قصبہ تھا ایک بس مرادآباد سے بہ راہ بلاری شاہ آباد آتی جاتی تھی۔ اُس کے ذریعہ سے شاہ آباد پہنچنا تھا۔ محشؔر صاحب کا فرمانا میرے لیے حکم کے مترادف تھا میں نے تیاری شروع کر دی۔ ان ہی دنوں میری بیٹی زہرا بیمار چل رہی تھی اس کی ولادت بلاری ہی میں ہوئی تھی۔ وہ ڈاکٹر اکبر بن عاشق صاحب کے زیرِ علاج تھی۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ آپ شام کو جائیں گے اور صبح آجائیں گے فکر نہ کریں۔ میں شاہ آباد چلا گیا۔ واپسی پر جب بلاری بس اڈے پر آیا تو رکشہ والا بھاگ کر میرے پاس آیا اور بولا بابو جی رات چھوٹی بی بی کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی اور آپ کے گھر بہت سے لوگ جمع تھے۔ میں گھبرا گیا اور پوچھا اب کیسی ہے کہنے لگا اب تو بہتر ہے۔ گھر پہنچا واقعی بہت پریشانی تھی۔ اہلیہ نے دیکھتے ہی کہا کہ آپ ہمیں امروہہ پہنچا دیں۔ میں اکیلی بلاری میں نہیں رہ سکتی۔ میں نے انھیں سمجھایا اور کہا کہ اب میں مشاعروں میں نہیں جاؤں گا فکر نہ کرو۔ چناں چہ میں نے مشاعروں میں جانا بند کر دیا اور دوسرا اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ اہلیہ امروہہ گئی ہوئی تھیں۔ میں دفتر میں تھا۔ گھر پر کوئی نہیں تھا۔ میں ان دنوں ٹھاکر صاحب کے رتھ خانہ کے اوپر مکان میں رہتا تھا۔ مکان کے سامنے پیپل کا بہت بڑا پیڑ تھا۔ اُس پر بہت سے بندر رہتے تھے۔ کسی طرح بندر کا بچہ کمرے میں داخل ہوگیا۔ شاید دروازے میں تھوڑی سی جگہ تھی۔ اس کے شور مچانے پر تمام بلاری اور نواحی علاقے سے بندر آگئے اور مکان پر قبضہ کرلیا۔ مکان میں جانے کا ایک ہی راستہ تھا اور زینہ بند تھا۔ کوئی اوپر جا نہیں سکتا تھا۔ انھوں نے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کتابیں اور کاغذات برباد کر دیے۔ میری بڑی نایاب کتابیں، ڈائریاں اور خطوط

غارت ہو گئے۔ میری غزلوں اور نعتوں کی بیاض بھی ختم ہوگئی۔ چونکہ ہوا بہت تیز چل رہی تھی۔ تمام محلے میں کاغذ ہی کاغذ پھیل گئے۔ میں بہت بددل ہو گیا اور مشاعروں میں جانے کے علاوہ شعر کہنا بھی بند کر دیا۔

ایک دن جب اہلیہ گھر میں کپڑے پھیلا رہی تھیں بندروں نے حملہ کر دیا اور وہ زخمی ہوگئیں۔ بندروں نے ٹانگ میں زخم کر دیا۔ جناب قمرالدین جراح جو قاری سبطِ رسول صاحب کے مرید تھے بلاری کے مشہور جراح تھے۔ میں نے ان سے رجوع کیا۔ انھوں نے بہت توجہ سے علاج کیا۔

بلاری میں لڑکیوں کی پڑھائی کا اچھا انتظام نہ تھا۔ بیٹی زیبا کو امروہہ میں داخل کرایا۔

○

میں مشاعروں میں بابا کی نیابت کیا کرتا تھا پھر خود بھی شعر کہنا شروع کر دیا۔ ایک نعت کہی اور بابا کے سامنے رکھ دی۔ بابا بہت خوش ہوئے اور فرمایا تم جو کہو وہ کوثؔر صاحب کو دکھایا کرو۔ کوثؔر صاحب کو ہم سب بڑے بھائی کہا کرتے تھے۔ انھوں نے نعت دیکھی اور بولے کہ نعت بہت اچھی ہے مگر پھر دیکھو میں نے وہ کاغذ لے کر رکھ لیا واپسی پر بابا نے پوچھا کیا رہا؟ میں نے عرض کیا انھوں نے تو پڑھ کر کہا ہے کہ اچھی ہے مگر پھر دیکھو، بابا نے فرمایا خود غور کرو اور کچھ تبدیلی ہو تو لکھ کر لے جاؤ اور دکھاؤ۔ میں نے غور کیا اور پھر دیکھا تو کوئی کوئی لفظ اور کچھ ترکیب تبدیل کی اور لکھ کر کوثؔر صاحب کو دکھائی۔ انھوں نے دیکھ کر پھر کہا پھر سوچو اور کچھ الفاظ کی نشاندہی فرمائی اور کہا کہ ان کو بدل دو۔ میں آ گیا اور غور کیا اور کچھ تبدیل کیا اور پھر دکھایا کوثر صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا ٹھیک ہے اور نوٹ بک میں لکھ لو۔ مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ یہ الفاظ تو آپ ہی بدل دیتے۔ فرمایا بدل تو دیتا مگر تم میں سلیقہ کیسے آتا۔ اُس دن سے آج تک میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ کوثؔر صاحب کے پاکستان کو ہجرت فرمانے کے بعد اپنے بڑے بھائی مرزا احمد حسین سیفؔی سے مشورہ کرتا رہا اور پھر بابا کو سنا دیتا۔ شکاگو آیا تو مجھے سرپرستی حاصل ہوئی خواجہ ریاض الدینِ عطشؔ صاحب کی۔ خواجہ صاحب کے چلے جانے پر اب نگہہٗ انتخاب اپنے برادرِ خورد ساجد امروہوی اور جناب حشمت سہیؔل صاحب پر ٹھہری اور اب یہ کام وہ کرتے ہیں۔

میرا جاب ایئرپورٹ پر تھا۔ لنچ بریک پر میں اسٹور سے باہر بیٹھا تھا دیکھا کہ افتخار نسیم اور جون ایلیا آ رہے ہیں۔ جوؔن علی گڑھ المنائی کے سالانہ مشاعرے میں آئے تھے اور افتخار نسیم ان کو جہاز پر رخصت کرنے آئے تھے۔ جوؔن مجھ کو دیکھتے ہی چپٹ گئے اور گلے لگا لیا اور افتخار نسیم سے میرا تعارف میرے اس شعر سے کرایا:

''یہ کیا کہ تنکوں کو پھونک ڈالا ذرا یہ ان بجلیوں سے کہہ دو
جو عزمِ تعمیرِ آشیاں ہے اُسے جلاؤ تو ہم بھی جانیں

اوراس کے علاوہ ایک شعر:

''ذکر کچھ آپ کے الجھے ہوئے گیسو کا نہ تھا
بات تو میری پریشانیٔ حالات کی تھی''

مجھے جون کی یادداشت پر حیرت اور خوشی ہوئی۔ یہ اشعار غالباً 1948، یا 1949 کے تھے۔ پہلا شعر میری اُس غزل کا تھا جس کو میں نے اپنی زندگی کے پہلے بڑے مشاعرے میں پڑھا تھا۔ یہ مشاعرہ محلّہ بگلہ میں ہوا تھا۔ اس غزل کے یہ دو اشعار اور مقطع بہت مقبول ہوا:

پیامِ الفت سنانے والو پیام سے کام کیا چلے گا
جو شمع سینوں میں بجھ چکی ہے اُسے جلاؤ تو ہم بھی جانیں

یہ مانا خاموش ہوگئے ہو نظر سے روپوش ہوگئے ہو
مگر ہمارے خیال میں کبھی بھی نہ آؤ تو ہم بھی جانیں

حیاتِ نامعتبر یہ اتنی مسرتیں کس لیے ہیں حامدؔ
مآلِ ہستی نظر میں رکھ کر جو مسکراؤ تو ہم بھی جانیں

اس غزل کو رسالہ 'شمع' دہلی نے بھی شائع کیا تھا۔ جون ایلیا سے یہ ملاقات بہت عرصے کے بعد ہوئی تھی۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا۔ مشاعرے میں کیوں نہیں آئے۔ میں نے بتایا کہ میں اب غزل نہیں کہتا ہوں اور یہاں مجھے بہ حیثیت غزل گو کوئی نہیں جانتا تو اِفتی کو حیرت ہوئی اور اس کے بعد میں شکاگو میں غزل کے مشاعروں میں بھی بلایا جانے لگا۔

خواجہ ریاض الدین عطشؔ نے شکاگو میں 'بزمِ سخن' قائم کی تھی جو ہر ماہ طرحی مشاعرے

منعقد کرتی تھی۔ جب مجھے دعوت نامہ ملا تو میں نے معذرت کی۔ میں غزل نہیں کہتا تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ نعت کہیں چنانچہ میں نے طرح میں نعت لکھی اور مشاعرے میں پیش کی۔ پھر یہ سلسلہ چل پڑا۔ خواجہ صاحب بہت شفقت فرماتے تھے اور ہمت افزائی فرماتے تھے۔ 'بزمِ سخن' کے علاوہ اور بھی بہت سے باذوق حضرات مشاعروں کا اہتمام کرتے۔ ایک ادب دوست جناب ذاکر کرم علی صاحب کے بھی دولت کدے پر مشاعرے ہوتے تھے۔ ان مشاعروں میں شرکت سے میرے حلقۂ احباب میں بھی اضافہ ہوا۔ ان میں جناب نذر نقوی، جناب زاہد رضوی ہیں۔ شکاگو میں ہر ویک اینڈ پر کوئی نہ کوئی ادبی تقریب ہوتی ہے جس میں مجھے شرکت کرنی ہوتی تھی۔ گھر میں صرف ہم اور اہلیہ ہی تھے۔ یہ طے کیا کہ ہر تقریب میں ہم دونوں ہی جائیں گے مگر پریشانی یہ تھی کہ میں ڈرائیو نہیں کرتا لہٰذا میں شرکت کا وعدہ تب ہی کرتا تھا جب وہ ہم دونوں کے لے جانے اور لانے کا اہتمام کریں۔ اس لیے 'بزمِ سخن' کے مشاعروں کی ذمہ داری خواجہ صاحب نے جناب رشید شیخ جو بزم کے سکریٹری ہیں اُن کے سپرد کی جنھوں نے بہ خوشی اس کو پورا کیا۔ میں نے ایک شعر کہا:

جاتے ہیں دور دور جو پڑھنے مشاعرے
ہم پر جناب شیخ کا احسان ہی تو ہے

اہلیہ سردار خانم کو بھی ورثہ میں شاعری کا ذوق ملا ہے۔ ان کے والد بھی شعر کے دلدادہ تھے اور ان کے بھتیجے سید احمد خاں ہوش شعر کہتے اور امروہہ اور علی گڑھ، دہلی کے مشاعروں میں شرکت کرتے تھے اور سسرال بھی ایسی ملی جہاں سب ہی شعر کہتے اور گھر میں نعت خوانی ہوتی۔ اس طرح اُن پر بھی اثر ہوا۔ یہ بھی شعر کہنے لگیں مگر ظاہر نہیں کرتی تھیں۔ اس لیے انھوں نے اپنا تخلص مخفی تجویز کرلیا۔ یہاں شکاگو آنے پر بھی گھر میں ہم دو ہی افراد تھے۔ فرصت کے اوقات میں فکرِ سخن کے لیے وقت ہی وقت تھا۔ ان کا کلام بھی جمع ہونے لگا۔ اپنا پہلا مشاعرہ خواجہ صاحب کے اصرار پر ذاکر کرم علی صاحب کے دولت کدے پر پڑھا اور تاریخی بات یہ ہوئی کہ مشہور افسانہ نگار جنابہ رضیہ فصیح احمد صاحبہ

بھی اسی مشاعرے میں بطور شاعر متعارف ہوئیں۔ اس کے بعد یہ بھی میرے ساتھ مشاعروں میں شرکت کرتی رہیں۔ میں نے ان کا کلام مرتب کر کے ''متاعِ مخفی'' کے نام سے طبع کرایا۔

غالب صدی کے موقعے پر دو طرحی مشاعرے ''آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا۔'' اور ''میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں'' ذاکر صاحب ہی کے دولت کدے پر منعقد ہوئے تھے۔ ان نعتوں کے دو دو شعر ملاحظہ فرمائیں:

میرا ممکن نہیں مشکل سے پریشاں ہونا
جانتا ہوں ترا نزدیکِ رگِ جاں ہونا

وہ میرے حالِ پریشاں پہ اگر راضی ہیں
مشکلوں سے کوئی کہہ دے کہ نہ آساں ہونا

کھِلتا اگر نہ عشق رسالت مآبؐ میں
خوشبو کہاں سے آتی پھر ایسی گلاب میں

میرے نبیؐ کے نام سے آگے نہیں بڑھی
جب بات چل رہی تھی رسالت کے باب میں

ایک مشاعرہ جو ڈاکٹر عبدالوحید فخری صاحب کے دولت کدے پر ہوا، اس میں حضرت نیاز گلبر گوی کا شعر ہے:

زمانے سے یہ سنتے آرہے ہیں
زمانہ آجکل اچھا نہیں ہے

اہلیہ مخفی امروہوی کا شعر:

ہے شہرِ دل میں بس جانا تو آساں
مگر جانے کا دروازہ نہیں ہے

میری نعت کے یہ شعر بہت مقبول ہوئے:

مجھے تسلیم وہ بندے ہیں لیکن
مگر اُن سا کوئی بندہ نہیں ہے
نبیؐ کے عشق کی دولت سے بڑھ کر
کوئی دنیا میں سرمایا نہیں ہے
ہمارے عشق کا اعجاز دیکھو
اُسے چاہا جسے دیکھا نہیں ہے

میرے بیٹے محمد عامر مرزا پیدائشی کمزور تھے اور مستقل بیمار رہتے تھے۔ اُن کا علاج علی گڑھ یونیورسٹی کے اسپتال میں ہورہا تھا۔ پندرہ دن میں ایک مرتبہ مشورے کے لیے علی گڑھ جانا پڑتا تھا۔ ان ہی پریشانیوں میں میری چھٹیاں بھی ختم ہوگئیں۔ اُن ہی دنوں میں یونیورسٹی میں ایک نیا ہال قائم ہوا جس کے پرووسٹ جناب پروفیسر ابرار مصطفیٰ خاں صاحب مقرر ہوئے۔ اُن کو نیا اسٹاف رکھنا تھا اور اکاؤنٹ کے لیے ایک آسامی کی ضرورت تھی۔ اپنے ہم زلف جناب فضل عباس عباسی صاحب کے ایما پر میں نے Asstt. Accountant کی پوسٹ کے لیے درخواست دے دی۔ میں کمیٹی کے سامنے پیش ہوا اور انٹرویو دیا۔ کمیٹی میں رجسٹرار اور پرووائس چانسل اور دیگر آفیسر تھے۔ میرے انٹرویو سے سب لوگ مطمئن تھے اور مجھ سے کہا گیا کہ میں جوائن کرلوں۔ آرڈر جاری ہوگئے۔ میں نے اپنے ڈپارٹمنٹ سے تین سال کی چھٹی کی درخواست دی۔ درخواست کی منظوری پر میں علی گڑھ آگیا اور 12 جون 1969 کو سروس جوائن کرلی۔

جب میری تقرری کے کاغذات یونیورسٹی گرانٹس کمیشن گئے تو انھوں نے اعتراض کیا کہ اس پوسٹ کے لیے کم از کم کوالی فکیشن BA ہے۔ میرا تقرر بطور کلرک کردیا۔ اس وقت ہال کے پرووسٹ جناب ڈاکٹر سید حبیب رسول صاحب تھے۔ انھوں نے مجھ کو سمجھایا کہ آپ شام کو B.A کے کلاس جوائن کرلیں۔ BA کرنے پر آپ کو آپ کی جوائننگ ڈیٹ سے اسی پوسٹ پر تقرر کردیا جائے گا اور بقایاجات کی ادائیگی ہوجائے

گی۔ میں نے عرض کیا کہ اس میں تو کم از کم چار سال لگیں گے۔ ان کے مشورے پر اہلیہ کو ذاکر حسین اسکول میں بہ حیثیت ٹیچر تقرر کرایا اور ان کو ایک بزنس کرائی جس کا نام Deco Toys House رکھا۔

یہ دوکان دودھ پور سے میڈیکل کالج جانے والی سڑک پر تھی جو میرے ہم زلف جناب فضل علی عباس عباسی کے دوست کی تھی جو وہاں بیٹھ کر آرڈر لے کر کام کرتے تھے۔ میری اہلیہ کے ماموں زاد بھائی انور رئیس اور سرور رئیس نے میری بڑی مدد کی۔ وہ اپنی یونیورسٹی کے کلاسز کے بعد آکر میرے بیٹے کے ساتھ دوکان پر بیٹھ جاتے تھے۔ شام کو میں بھی دفتر سے آجاتا تھا۔ اس طرح دوکان کا کاروبار چل پڑا۔ جناب شفقت صدیقی کے مشورے سے یوپی اور سینٹرل سیلس ٹیکس میں رجسٹریشن کرایا۔ اُسی دوکان کے برابر ایک دوکان خالی ہوئی تو وہ کرائے پر لے لی۔ امروہہ میں باغ کی فروخت کے بعد جو رقم مجھے ملی تھی اُس سے میں نے زہرہ باغ میں ایک قطعہ زمین خرید لیا تھا۔ میں نے اُس کو فروخت کردیا اور جو رقم حاصل ہوئی اس کو بھی دوکان میں لگادیا۔ نتیجہ خاطر خواہ نکلا اور دوکان میں ترقی ہوتی رہی۔ اکبر مارکیٹ میں ایک دوکان خالی ہوئی تو میں وہاں منتقل ہوگیا۔ میرے بڑے بیٹے محمد عامر مرزا نے ہائی اسکول کے امتحان میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی۔ دوکان کی ترقی کے ساتھ شاعری ختم ہوتی گئی۔ میرے ہم وطن جناب سید تقی حسن خاں کے مکان پر مدت سے پندرہ شعبان کو محفل ہوتی ہے۔ اس میں میری ہمیشہ شرکت رہی اور امروہہ اپنے گھر کے نعتیہ مشاعرہ میں جاتا رہا۔ میں نے غزل کے مشاعرے بالکل ترک کردیئے۔ میری اہلیہ بیمار رہنے لگیں اور بہت کمزور ہوگئیں۔ انگریزی اور یونانی دونوں علاج کیے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حضرت حاجی قربان علی شاہؒ ساکن ڈبائی کے مشورہ پر ایمس نیو دہلی میں علاج کرایا۔ اللہ نے فضل فرمایا۔ عامر میاں انجینئر، بڑی بیٹی زیبا رؤف ڈاکٹر زیبا جلیل بن گئیں۔ ضیا رؤف نے پی ایچ ڈی کی اور زہرہ قادری بی اے کرنے کے بعد شادی کرکے امریکہ روانہ ہوگئیں اور چھوٹے بیٹے بابر مرزا یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ 1988 میں مجھے زبردست ہارٹ اٹیک ہوا۔ زہرہ پریشان ہوکر امریکہ سے علی گڑھ

آئیں اور اصرار کیا کہ میں آپ کو امریکہ لے جاؤں گی اور وہاں علاج کراؤں گی۔ میں راضی نہ ہوا اور انھیں منا لیا۔ 1990 میں دوسرا ہارٹ اٹیک ہوا۔ اطلاع ملنے پر زہرا نے پھر اصرار کیا اور تمام ضروری کارروائی کر کے کاغذات مکمل کیے۔ علی گڑھ آ کر میری چھٹیوں کا اور سفر کا انتظام کیا۔ آخری لمحوں میں معلوم ہوا کہ میں اور اہلیہ ہی جا سکتے ہیں۔ باقی لوگ بعد میں جائیں گے۔ میں نے پھر ایک بار زہرا کو سمجھایا کہ وہ ضد نہ کرے۔ یہاں علاج ہو جائے گا۔ مگر وہ نہ مانی۔ اس پر میں نے دو شرطیں رکھیں کہ میں امریکہ جا کر اگر خود کفیل ہوا اور جاب سے میڈیکل انشورنس ملا تو علاج کراؤں گا اور تم سے علیحدہ الگ مکان میں رہوں گا۔ اگر یہ ممکن نہ ہوا تو میں واپس آجاؤں گا۔ وہ ان تمام شرائط پر آمادہ ہوگئی۔ میں اور اہلیہ 2 ستمبر 1991 کو شکاگو پہنچ گئے۔ پہلے ہفتے ہی میں ہم کو سوشل سیکوریٹی کارڈ مل گیا۔ زہرا نے اپنے ملنے والوں سے ہمارے جاب کے لیے کہہ رکھا تھا۔ Advance Presort Services میں میرا اور اہلیہ کا پارٹ ٹائم جاب لگ گیا۔ 10 ستمبر 1991 سے ہم دونوں وہاں کام کرنے لگے۔ اُس کے بعد 13 نومبر 1991 سے میں شکاگو ایئرپورٹ پر ایک فرم Fabar Drug Store میں کیشیر کا جاب مل گیا۔ اس فرم کے ہر ٹرمینل پر اسٹور تھے۔ میرا کام ہر Cashier کو ریسٹ دینا تھا۔ کچھ ہی دنوں میں Medical Insurance بھی مل گیا اور ہم دونوں کا علاج شروع ہو گیا۔ Account اور Sale کا تجربہ بہت کام آیا۔ میں نے اپنی ڈیوٹی بہت محنت اور دیانت داری کے ساتھ انجام دی۔ میرے کام سے سب لوگ مطمئن تھے۔ نعت خوانی کی محفل ہو یا مشاعرہ میں پہلے سے اُس کی تیاری کرتا ہوں اور ضرورت محسوس ہو تو نعت میں اضافہ یا مصرعوں میں تبدیلی کرتا ہوں اور مطمئن ہونے پر مشاعرے میں پڑھتا ہوں اور آج تک میں اسی عادت پر کاربند ہوں۔

نور امروہوی بہت اچھے شاعر اور ناظم ہیں۔ پہلے دوبئی میں مقیم تھے اور وہاں کی ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔ اب امریکہ آ کر ڈیلاس میں مقیم ہیں اور ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

النور انٹر نیشنل کے نام سے ایک ریڈیو اسٹیشن بھی چلاتے ہیں۔ ہر سال ایک عالمی نعتیہ مشاعرے کے ساتھ ساتھ غزل کا مشاعرہ بھی کراتے ہیں جو نہ صرف سرزمین ڈیلاس بلکہ سمندر کی لہروں پر بھی منعقد ہوتے ہیں۔ اور نعتیہ اور حمد یہ مشاعروں میں مجھے بھی شرکت کا موقعہ دیتے ہیں۔ ان کو امریکہ میں پہلا عالمی حمد یہ مشاعرہ بھی کرانے کا شرف حاصل ہے جس کی صدارت کا اعزاز مجھے عطا کیا تھا۔ اچھے ناظم اور اچھے شاعر ہیں۔

شکاگو کا ادبی ماحول بہت سازگار ثابت ہوا اور میں شعر کہنے لگا۔ ایک دن علی الصبح میں بس کا انتظار کر رہا تھا۔ پاس ہی ایک بزرگ آکر کھڑے ہوئے وہ بہت عمدہ خوشبو لگائے ہوئے تھے جس سے متاثر ہوکر ایک شعر موزوں ہوا:

خوشبو جس چیز سے خالق نے بنائی ہوگی
وہ یقیناً میرے آقاؐ کا پسینہ ہوگا

اور پھر یہ شعر گنگنا تا رہا اور شعر ہوتے گئے۔ یادداشت کا سہارا لیا اور پرانی نعتوں کے اشعار کو قلم بند کیا۔ ان میں اشعار کا اضافہ کیا۔

محترم افضل بیابانی مدظلہ کے دولت کدے پر ہر ہفتے قصیدہ بردہ شریف اور نعتیہ کلام کی محفل منعقد ہوتی ہے جس میں مدت تک حاضری کا شرف حاصل رہا اور میں ہر محفل میں نیا کلام سناتا رہا۔ ان محافل میں شکاگو کے مشہور نعت خواں حضرات مثلاً جناب صلاح الدین سکندر، دلاور نیل، جناب یٰسین خاں، ڈاکٹر سعد الدین، جاوید بھٹی، نعمت اللہ حسینی، مکرم حسینی، مسعود علی خاں وغیرہ کا ساتھ رہا۔

گلینڈیل ہائٹ کے قیام کے دوران ایک مدت تک ہر اتوار کو احباب میں کسی ایک کے دولت کدہ پر صبح کو قرآن خوانی، نعت خوانی کی محفل ہوتی رہی۔ جناب سعید الظفر صاحب، جناب منظور خاں، جناب نورالدین علوی مرحوم، جناب الیاس پٹیل، جناب لئیق بیگ صاحب، جناب سکندر اور ان کے برادرِ گرامی کے یہاں بھی نعت کی بڑی بڑی محفلیں منعقد ہوتی رہیں جس میں مقامی اور عالمی شہرت یافتہ نعت خواں اور قاری حضرات شرکت فرماتے رہے۔

عالمی مشاعروں کے بعد جو بیرونی شعرا کے اعزاز میں مخصوص نشستیں ہوتی ہیں وہ

بہت اہم ہوتی ہیں اور کارآمد ہوتی ہیں۔ جناب ڈاکٹر احمد عبدالحکیم بہت زود گو شاعر اور اچھے ناظم ہیں اور میرے معاون و مددگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے، آمین!

بزرگ شاعر جناب نیاز گلبرگوی یہاں کے اساتذہ میں ہیں اور مجھ پر کرم فرماتے ہیں۔ اُن کے صاحب زادے محبوب علی خاں بھی خوش فکر نوجوان شاعر ہیں اور میرے قریب ہیں ہر محفل میں اپنے اشعار سے محفل میں جان ڈال دیتے ہیں۔ شکاگو کے جوان سال و جوان فکر شاعروں میں جناب لطیف سید اور نذر نقوی اپنا خاص مقام رکھتے ہیں جن سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ جناب رشید شیخ بزمِ سخن کے جنرل سکریٹری اور مشہور شاعر اور افسانہ نگار جناب واحد ندیم اور شاہ نعیم الدین نعیمی کے ہمراہ مشاعروں اور محفلوں میں شرکت میسر آتی ہے۔ مجھے امریکہ کی ادبی دنیا میں متعارف کرایا۔ انٹرنیشنل اردو مرکز کی روحِ رواں نیر آپا لاس انجلس نے تصویر کے تعارفی نوٹ کے ساتھ میری نعت ہفت روزہ اردو جرنل میں شائع فرمائی اور میں انتہائی ممنون ہوں جناب عبدالرحمان صدیقی صاحب ایڈیٹر پاکستان لنک اردو کا جو اکثر و بیشتر میرا اور اہلیہ کا کلام بہت محبت کے ساتھ شائع فرماتے ہیں۔

دیوان ایونیو پر بمبئی ہال میں گیارہویں کے موقعے پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جس میں حضرت محدث اعظم مدنی میاں نے خطاب فرمایا۔ اس میں مجھے نعت و منقبت پڑھنے کا شرف ملا:

مجھ کو جنت چاہیے ہاں مجھ کو جنت چاہیے
چاہیے جنت مگر انؐ کی بدولت چاہیے
شمع عشق مصطفیٰؐ کی لَو بڑھانے کے لیے
غوثِ اعظم شاہِ جیلانی سے محبت چاہیے

مولانا نے بہت پسند فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔ جناب خلیل الزماں خاں صاحب گیارہویں کی نیاز بڑے ہی اہتمام سے کراتے ہیں جس میں شکاگو کے اور بیرونی علما اور مشائخ کا اجتماع ہوتا ہے اور بڑی پر کیف محفل ہوتی ہے۔

O

1999 میں جناب ٹورانٹو میں سید افتخار حیدر کی سربراہی میں ان کی تنظیم 'بزم نعت وسلام' نے ایک تین روزہ بین الاقوامی نعتیہ مشاعرہ اور سیمینار کا انعقاد بتاریخ 20-21 نومبر کو کیا۔ یہ سیمینار اگر ساری دنیا میں نہ سہی تو شمالی امریکہ بشمول کینڈا کا یقیناً پہلا بین الاقوامی نعتیہ سیمینار اور نعتیہ مشاعرہ ایک ساتھ ہونے کا مبارک واقعہ تھا۔ اس کے بعد اس تنظیم نے ایک اور عالمی نعتیہ مشاعرہ 2000ء میں بھی منعقد کیا۔ ان دونوں مشاعروں کی خاص بات یہ تھی کہ یہ دونوں نعتیہ مشاعرے طرحی مشاعرے تھے (معروف شاعر جناب سید محمد حنیف اخگر کے مضمون ''شمالی امریکہ میں نعتیہ شاعری'' سے ایک اقتباس):

> ''جناب سید افتخار حیدر اور جناب اشفاق حسین صاحب نے مجھے بھی مدعو کیا۔ اس مشاعرے کی صدارت پاکستان کے معروف شاعر عالی جناب پروفیسر حفیظ تائبؔ صاحب نے فرمائی تھی۔ طرح میں جناب تائب کا مصرع تھا:
>
> ''ان کو آتا ہے تبسم سے اُجالا کرنا''
>
> ٹورانٹو میں میرا قیام جناب سید افتخار حیدر صاحب کے دولت کدے پر تھا۔ اسی کمرے میں جناب حفیظ تائبؔ بھی مقیم تھے۔ بہت تفصیلی اور فائدہ مند گفتگو رہی اور بہت کچھ سیکھنے کا موقعہ ملا۔ اس مشاعرے کے لیے میری جو غزل تھی اس کے چند اشعار ملاحظہ کریں:
>
> حسرت دید کا اس طرح مداوا کرنا
> جس نے دیکھا ہے مدینہ اسے دیکھا کرنا
>
> ---
>
> عقل کہتی ہے علاجِ غم دل ہو جائے
> لذت درد یہ کہتی ہے نہ اچھا کرنا
>
> ---

اُن ؐ کی رحمت ہو تو بخشش کی کوئی بات بنے
ورنہ اعمال پہ کیا اپنے بھروسا کرنا

منتظر رحمتِ سرکارِ مدینہ ؐ کے رہو
سوئے آداب ہے رحمت کا تقاضہ کرنا

کاش ہوں ہم بھی اُن اربابِ وفا میں شامل
جن کو آتا نہیں تقدیر کا شکوا کرنا

ظلمتِ قبر کا کیوں خوف ہے تم کو حامدؔ
موئے اقدس کے تصور سے اُجالا کرنا

کراچی میں میرے قیام کے دوران جناب ماجد خلیل صاحب نے اپنے گھر شعری نشست کا اہتمام کیا جس میں کراچی کے زیادہ تر شاعر جو نعت گو تھے موجود تھے۔ اُن سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ میری خواہش تھی کہ کراچی میں جب جاؤں تو ادیبؔ صاحب سے بھی ملوں۔ مگر اس نشست میں وہ تشریف نہ لا سکے تھے۔ نشست کے اختتام پر میں نے اس کا ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ ادیب صاحب آجکل علیل ہیں۔

قیام گاہ پر واپس جا کر جب سونے کا اہتمام کر رہا تھا تو میرے بھانجے دانش میاں نے آکر بتایا کہ آپ سے ملنے کے لیے ادیب صاحب رائے پوری تشریف لائے ہیں۔ میں اور اہلیہ فوراً نیچے گئے۔ وہ بہت محبت سے ملے۔ میں نے انھیں بتایا کہ میامی میں عزیزی قندیل سکرانی نے مجھ سے آپ کا تذکرہ کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ جب بھی کراچی جائیں تو ادیبؔ صاحب سے ضرور ملیں۔ ان سے نعت کے موضوع پر بہت اچھی گفتگو رہی۔ انھوں نے مجھے اپنا مجموعہ 'مقصودِ کائنات' عطا کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے تمام مجموعوں کو

یکجا کر دیا ہے۔ مجھے بھی مشورہ دیا کہ آپ بھی ایسا ہی کریں۔ چنانچہ اسی وقت میں نے بھی یہ ارادہ کرلیا کہ مجھے بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔ بہت دیر تک مجھ سے اور اہلیہ سے گفتگو فرماتے رہے۔ اہلیہ کی خواہش پر اپنی ایک نعت ریکارڈ کرائی اور ہم دونوں سے کلام بھی سنا اور دعاؤں سے نوازا۔

○

جناب معجز سنبھل کے مشہور اُستاد شاعر تھے۔ وہ اکثر و بیشتر امروہہ میں مشاعروں میں آتے تھے اور مجھ سے بہت اُنس فرماتے تھے۔ وہ سنبھل میں اپنے مکان پر ہر سال ایک بہت بڑا مسالمہ طرحی کراتے تھے۔ مجھے بھی دعوت دیتے تھے۔ میرے بہنوئی جناب نواب زادہ خالد حسین خاں صاحب سے بھی ان کے مراسم تھے۔ میں نے بھی کئی مشاعرے پڑھے۔ سب سے پہلا نعتیہ مشاعرہ تھا جس کی طرح ''گلوں سے خار بہتر ہیں جو دامن تھام لیتے ہیں''، تھی، اس مشاعرے میں میری نعت کے یہ شعر بہت کامیاب رہے:

ہم اپنے جذبۂ کامل سے اتنا کام لیتے ہیں
تصور میں درِ اقدس کی جالی تھام لیتے ہیں

جنھوں نے چاند کے ٹکڑے کیے سورج کو لوٹایا
سنبھل اے گردشِ دوراں ہم ان کا نام لیتے ہیں

جہاں بھی ڈگمگاتے ہیں قدم راہِ محبت میں
سنبھلنے کے لیے ہم اُن کا دامن تھام لیتے ہیں

حریمِ ناز میں یارا کسے ہے بات کرنے کا
یہاں آ کر نگاہوں سے زباں کا کام لیتے ہیں

سرِ محشر کوئی دیکھے مآلِ تشنگی حامدؔ
لبِ کوثر خود انؐ کے ہاتھ سے ہم جام لیتے ہیں

ایک سال انھوں نے لکھنؤ کے مشہور شاعر جناب مہدی نظمی کو بلایا تھا۔ اس سال طرح تھی:

''کوئی محمل نشیں کیوں شاد یا ناشاد ہوتا ہے''

میں نے سلام عرض کیا تھا:

میسر جس کو کیفِ لذّتِ آزار ہوتا ہے
وہ تپتی ریت پر بھی بے خود و سرشار ہوتا ہے

میرا مقطع بہت پسند کیا گیا تھا اور وہ کئی مسالموں کے اشتہاروں میں سرنامہ بھی بنا:

ضروری ہیں شہیدانِ وفا کے تذکرے حامدؔ
انھیں سن کر شعورِ زندگی بیدار ہوتا ہے

○

25 جولائی 2003 کو بزمِ فانوس کینڈا کا سالانہ عالمی مشاعرہ جناب شان الحق حقّی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ میرے کرم فرما سید محمد حنیف اخگرؔ ملیح آبادی کے چھوٹے بھائی سید حنیف اشعرؔ منتظم تھے۔ مجھے بھی مدعو کیا گیا۔ میں نے اخگرؔ صاحب کے دیئے ہوئے مصرع پر نعت کہی جس کے چند شعر ذیل میں ہیں:

جب چھڑی بات آپؐ کی یوں ہی
میری قسمت سنور گئی یوں ہی

(ق)

رونق زندگی نہ تھی یوں ہی
مسکرائی نہیں کلی یوں ہی

اُنؐ کی تشریف آوری ہے سبب
بزمِ ہستی نہیں سجی یوں ہی

—

راہِ وہم و گماں سے گزرا ہوں
نہیں پائی یہ آگہی یوں ہی

—

کیا نہ آئیں گے آپ بالیں پر
کیا یہ گزرے گی زندگی یوں ہی

—

انؐ کا غم میرے کام آیا ہے
میں نے پائی نہیں خوشی یوں ہی

—

صرف اور صرف تھا کرم اُنؐ کا
نہیں دیکھا درِ نبیؐ یوں ہی

—

کام آتا ہے جذبِ دل حامدؔ
نعت ہوتی نہیں کبھی یوں ہی

نعت بہت پسند کی گئی اور ظفؔی صاحب نے بہت تعریف کی۔ اگلے سال پھر جب میں نورانثو عالمی مشاعرہ میں گیا تو منیفؔ صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے تازہ کلام کے ساتھ یوں ہی والی نعت ضرور پڑھیں۔ جناب ظفؔی صاحب کی فرمائش ہے۔

○

جناب سید تقی حسن خاں صاحب کے یہاں 15 شعبان کو جو پڑھا ملاحظہ کریں:

وجہِ سکونِ قلبِ پریشاں کب آئے گا
اے درد یہ بتا ترا درماں کب آئے گا

ہر اک سے پوچھتا ہے یہ حسرت نصیب دل
جاں جس کی منتظر ہے وہ جاناں کب آئے گا

کس دن دعا نیم شبی رنگ لائے گی
کچھ تو بتا وہ اے شبِ ہجراں کب آئے گا

سونی پڑی ہوئی ہیں محبت کی محفلیں
وہ سازِ دل پہ ہونے غزل خواں کب آئے گا

حامدؔ کوئی بتائے کہ وہ چودھویں کا چاند
کرنے حریمِ دل میں چراغاں کب آئے گا

○

31 مئی 2003 کو ادارۂ تبلیغ والا سلام نیویارک کا سالانہ عالمی نعتیہ مشاعرہ ہوا جس میں مجھے مہمانِ خصوصی بنایا گیا۔ میرا قیام جناب مسرور جاوید صاحب کے دولت کدے پر ہوا۔ میرے علاوہ اور بھی بیرونی شعرا ان کے مہمان تھے۔ میں اُن کی مہمان نوازی سے ایسا متاثر ہوا کہ اس مشاعرہ کے بعد غالباً 10 مرتبہ نیویارک مشاعروں میں جا چکا ہوں۔ ان میں 7 مرتبہ مسرور جاوید صاحب کے یہاں قیام ہوا۔ وہ جتنے اچھے شاعر ہیں اُس سے

بھی اچھے ناظم مشاعرہ ہیں۔ نیویارک کے علاوہ ٹورانٹو، لاس انجلس، شکاگو وغیرہ میں اُن کی نظامت میں میں نے مشاعرے پڑھے ہیں۔ پروفیسر وسیم بریلوی، پروفیسر جاذب قریشی، پروفیسر محسن احسان، جناب ماجد خلیل اور بہت سے شعرا سے ان کے یہاں ملاقات رہی۔ امریکہ میں ڈیلاس، ٹورانٹو، شکاگو اور نیویارک میں بہت باوقار عالمی نعتیہ مشاعرے ہوتے ہیں۔ ایسے میں بہت باکمال حضرات سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملا۔ اسی ادارے نے مجھے Life Achievement Award بھی دیا۔ اس مشاعرے میں مَیں نے جو نعت پڑھی اس کے چند شعر حاضر ہیں:

پھر جانبِ طیبہ مرا ہوگا نہ سفر کیا
کیا کام نہ آئے گا مرا دیدۂ تر کیا

—

اے طالبِ دیدار ذرا یہ تو بتا دے
جب سامنے وہ آئیں گے اُٹھے گی نظر کیا

—

چلتے نہیں بازار میں سکّے کبھی کھوٹے
اعمال ہیں دامن میں ہمارے بھی مگر کیا

—

تعریف کریں یا نہ کریں آپ نبیؐ کی
پر سوچ لیں انجام اِدھر کیا ہے اُدھر کیا

ایک سال میں عمرے کی سعادت حاصل کرکے جب واپس آیا تو اس مشاعرہ کا دعوت نامہ ملا۔ مسرور جاوید صاحب نے ایک نعت کی فرمائش کی۔ جب میرے نام کا اعلان ہوا اور میں اپنی جگہ سے اُٹھا اُسی وقت میرے ذہن میں اُس نعت کی زمین میں ایک مصرع آیا اور اسٹیج پر پہنچنے تک دوسرا مصرع بھی آ گیا اور میں نے اپنی نعت کو اُسی مطلع

سے شروع کیا۔ آپ بھی ملاحظہ کریں:

میں نے سلام بھیجا تھا اُنؐ کی جناب میں
اُنؐ کا کرم بلا لیا مجھ کو جواب میں

کھلتا اگر نہ عشقِ رسالت مآب میں
خوشبو کہاں سے آتی پھر ایسی گلاب میں

میرے نبیؐ کے نام سے آگے نہیں بڑھی
جب بات چل رہی تھی رسالت کے باب میں

اللہ مجھ کو نامِ نبیؐ سن کے بخش دے
کمزور ہوں بہت میں حساب و کتاب میں

سویا ہوں شامِ غم میں فقط اس امید پر
آئیں گے وہ تسلیاں دینے کو خواب میں

○

16 مئی 2003 کوشکاگو میں جلسۂ سیرت النبیؐ میں جناب شاہ سید تراب الحق قادری مدظلہ کراچی پاکستان سے تشریف لائے اُس میں میری نعت کا پروگرام تھا۔ شاہ صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

---

25 جون 2004 کوشکاگو میں بمبئی ہال، دیوان ایونیو میں عظیم الشان جلسۂ عید میلاد النبیؐ

منعقد ہوا۔ اس میں پاکستان سے خواجہ غلام قطب الدین فریدی اور قاری صداقت علی صاحب نے شرکت فرمائی اس میں میری نعت کا پروگرام تھا۔ میں نے اپنی نعت جس کا مطلع ہے پیش کی:

سرکارؐ آپ جیسا کوئی مہرباں نہیں
سایہ فگن وہیں ہیں جہاں سائباں نہیں

پاکستان کے یوم آزادی پر ایک مشاعرہ منعقد ہوا جس میں پاکستان سے جناب ڈاکٹر امجد الاسلام امجد اور پروفیسر انور مسعود نے شرکت فرمائی۔ میں نے اپنی نعت جو پڑھی اُس کا مطلع تھا:

جب اپنا گناہوں سے برا حال لگے ہے
سرکارؐ سے امیدِ کرم ڈھال لگے ہے

کل خواب میں تارے تھے میری راہ گزر میں
پھر جاؤں گا طیبہ کو میں اس حال لگے ہے

ہم حج کی حقیقت کو سمجھتے ہیں یہ حامدؔ
عشّاق کا میلہ ہے جو ہر سال لگے ہے

○

انجمن یادگارِ رؤفؔ امروہوی کے سالانہ طرحی مشاعرے یاد آرہے ہیں جو حضرتِ شمیم جے پوری، دوسرا حضرتِ حفیظؔ میرٹھی کی صدارت میں ہوئے ایک میں میری نعت تھی:

جب تصور کر لیا وہؐ ہیں ہمارے سامنے
بحرِ غم میں آگئے لاکھوں کنارے سامنے

سہل ہو ہر مرحلے پر راہِ دشوارِ حیات
ہو اگر سیرت کا آئینہ ہمارے سامنے

اشک کردیں گے بیاں فرقت کی ساری داستاں
رکھ دیئے ہیں ہم نے اشکوں کے ستارے سامنے

ہم سے پوچھو ہم بتائیں مسلکِ اہلِ وفا
سیرتِ صدیقؓ اکبر ہے ہمارے سامنے

اُنؐ کی سیرت اور صورت کا تصور جب کیا
آگئے حامد وہاں قرآں کے پارے سامنے

دوسرا مشاعرہ جو حضرتِ حفیظ میرٹھی کی صدارت میں ہوا، میری نعت تھی:

میں نہیں کہتا کہ تم ایسا کرو ویسا کرو
اُنؐ کی سیرت آئینہ ہے آئینہ دیکھا کرو

دیکھنے والے کی آنکھوں میں بسی ہیں جنتیں
جس نے دیکھا ہے مدینہ تم اُسے دیکھا کرو

○

19 اگست 2008 کو ٹورانٹو میں جشنِ حنیف اخگر منایا گیا جس میں ایک عالمی مشاعرہ بھی ہوا۔ نظامت جناب مسرور جاوید نے فرمائی۔ بہت کامیاب مشاعرہ تھا۔ میں نے کئی نعتیں پڑھیں۔

ایک نعت جو پڑھی۔ اُس کا مطلع تھا:

گمراہی کا جہاں احساس ستاتا ہے مجھے
نقشِ پا اُن کا وہیں راہ دکھاتا ہے مجھے

زائرِ طیبہ کے چہرے سے نظر کیسے ہٹے
اُس کی آنکھوں میں مدینہ نظر آتا ہے مجھے

○

ہندوستان سے مشہور ناظمِ مشاعرہ جناب ثقلین حیدر جب شکاگو تشریف لائے تو اُن کی نظامت میں بہت سے مشاعرے پڑھے۔ اُن کی یادداشت کا یہ حال تھا کہ شاعر کے پڑھنے کے بعد وہ اُس کی پوری غزل دہرا دیتے تھے اور تبصرہ بھی فرماتے تھے۔

محترم عابد اللہ غازی نے اپنے ادارے اقراء انٹرنیشنل میں جناب ڈاکٹر کلیم عاجزؔ کے شکاگو آمد پر مشاعرے کرائے۔ جس میں مجھے بھی مدعو کیا۔ ایک سال میں نے فرمائش پر ایک نعت پڑھی:

شاہانِ زمانہ کا مقام اپنی جگہ ہے
سرکارِ دوعالمؐ کا غلام اپنی جگہ ہے

دوسرا طرحی مشاعرہ تھا جس کی طرح ''میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے'' میری نعت کے شعر جو بہت پسند کیے گئے

جب پڑھی نعت تو اک کیفِ حضوری پایا
یوں لگا جیسے یہ اشعار وہاں تک پہنچے

روضۂ پاک یہ کہنا مری آنکھوں کا سلام
طائرِ شوق کبھی تو جو وہاں تک پہنچے

○

شکاگو میں ISNA کے سالانہ کنونشن کے مشاعرے میں میری صدارت رکھی گئی تھی۔ اِس مشاعرے میں بہت سے بیرونی شاعر بھی تھے جن میں نمایاں پروفیسر امجد الاسلام امجد اور جناب انور مسعود۔ وغیرہ بھی تھے۔ میں نے جو نعت پڑھی وہ تھی:

کچھ یوں کمالِ چشمِ تمنا دکھائی دے
اُٹھے نظر تو شہرِ مدینہ دکھائی دے

میرے رسول پاکؐ کی عظمت کے سامنے
آئے اگر پہاڑ تو ذرّہ دکھائی دے

○

شکاگو کے بعد امریکہ اور کنیڈا کے جن شہروں میں میں نے مشاعرے پڑھے اُن میں سے جو یاد آرہے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

1. **لاس انجلس** (Los Angeles) : جناب سید شمیم رجزؔ صاحب کے دولت کدے پر حمد یہ، نعتیہ اور سلام کے طرحی مشاعرے۔ نظامت: جناب خالد خواجہ
جناب عرفان مرتضٰی، محترمہ سلطانہ مہرؔ صاحبہ، جناب رحمان واگلے ساز کی ادبی تنظیموں کے مشاعرے
2. **نیویارک** (New York): انجمن تبلیغ الاسلام کے سالانہ عالمی نعتیہ مشاعرے اور دیگر نعتیہ محافل۔ جناب صلاح الدین ناصرؔ، جناب امان خاں دل، جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدؔ، جناب شہاب کاظمی، باقر زیدی
جناب عابد رافع صاحب نے میرے دیوان کا اجرا بدست عالی جناب قمر علی عباسی، جس کی نظامت محترمہ نیلوفر عباسی نے فرمائی۔
3. **ڈیلاس** (Dallas): عزیزِ گرامی جناب نورؔ امروہوی کے ادارے النور انٹرنیشنل

کے حمدیہ اور نعتیہ عالمی مشاعرے۔ جناب عرفان مرتضیٰ کے دیوان ''پرانے گھر کے موسم'' کی رسمِ اجرا۔

عامر سلیمان یونس اعجاز، سعید قریشی، شاہ عالم صدیقی، طارق ہاشمی سے ملاقاتیں

4. **فینیکس آریزونا** (Phoenix Arizona): جناب فیاض الدین صاحب کے زیرِ اہتمام عالمی مشاعرہ۔

5. **کنیڈا ٹورانٹو** (Canada-Toronto): پہلا عالمی انٹرنیشنل مشاعرہ زیرِ صدارت جناب حفیظ تائب۔

'بزمِ فانوس' کے عالمی مشاعرے اور دیگر مشاعرے، جشن حنیف اخگر

6. **میامی** (Miami): جناب وسیم قادری، ثاقب سکرانی اور مرزا صاحب کی دعوت پر کئی مشاعرے۔

7. **ہیوسٹن** (Houston): حضرت غوث اعظم کی سیرت کانفرنس میں جناب صدیق اسمٰعیل کے ساتھ۔ حنیف صاحب کی دعوت پر۔

8. **پٹس برگ** (Petress Burg): عزیزی روشی شمسی کی دعوت پر ایک مشاعرہ۔

9. **کولمبس** (Columbus): محترمہ تنویر علوی کی دعوت پر محفلِ نعت میں شرکت کی۔

10. **سان دیگو** (San-Diego): ڈاکٹر سلمان احمد کی دعوت پر Art Exhibition & Murham، 23 فروری 2001 اور مشاعرہ

11. **مشی گن** (Michigan): محترمہ انجم تاج کے دولت کدے پر جناب کلیم عاجز کے اعزاز میں مشاعرے۔

12. **انڈیانا** (Indiana): مختلف تنظیموں کے زیرِ اہتمام بہت سے مشاعرے۔

13. سعودی عربیہ، مکہ مکرمہ (Saudi-Arabia): اور جدہ میں۔

(1) جناب ڈاکٹر سید یوسف رضا صدیقی صاحب

(2) جناب ڈاکٹر عبدالمعز شمس صاحب

(3) جناب محسن علوی صاحب

(4) عالمی اردو مرکز جدّہ

(5) جناب اطہر عباسی

(6) ڈاکٹر شمسی صاحب

(7) جناب نجمی سیوہاروی

- ہندوستان اور پاکستان میں چند یادگار مشاعرے
- علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سیرت کے آل انڈیا مشاعرے جو زیرِ نظامت جناب ڈاکٹر شارق عقیل منعقد ہوئے۔
- امروہہ میں نعت کا عالمی مشاعرہ جس کی صدارت کی اور نظامت جناب منصور عثمانی نے فرمائی۔ خصوصی شرکت عالی جناب ڈاکٹر تقی عابدی نے فرمائی۔

پاکستان: کراچی میں 'کیو ٹی وی' کا نعتیہ مشاعرہ، جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی کی دعوت پر۔ انجمن وارثیہ کا طرحی ردیفی مشاعرہ۔ جناب ماجد خلیل صاحب کی رہائش گاہ پر ایک نشست۔

اور جناب ڈاکٹر صابر سکرانی کے دولت کدے پر نعتیہ محفل

لاہور: (1) حضرت خواجہ غلام قطب الدین فریدی کی دعوت پر ایک نعتیہ محفل

(2) الحمرا۔ میں ایک محفل جس کو جناب قاری صادق جمال صاحب نے سجایا اور بہت سے شعرا نے شرکت کی۔ خاص طور پر شاعرِ نعت راجہ رشید محمود صاحب سے نیاز حاصل ہوا۔

مراد آباد: اراکینِ بزمِ حمد و نعت کی جانب سے منعقدہ نعتیہ محافل میں یادگار شرکتیں، جناب عقیل نعمانی، جناب ڈاکٹر مجاہد فراز، جناب سعد امروہوی اور زبیر ابنِ سیفی

امروہہ: انجمن یادگارِ رؤف امروہوی کے سالانہ مشاعرے۔ امروہہ کے بزرگوں کے عرس اور ان کے مشاعرے۔ مجالس، مسالمے اور نعت خوانیاں۔

○

شکاگو Zam's Hope کے زیرِ اہتمام سالانہ اور ہر مہینے کے پہلے اتوار کو طرحی ردیفی مشاعرے جس میں مقامی اور کبھی کبھی بیرونی شاعر بھی شرکت فرماتے ہیں۔ دو عالمی مشاعرے بھی کرائے جن میں محترمہ نوشی گیلانی، جناب کرامت غوری اور ان کی بیگم عابدہ کرامت اور ریحانہ قمر وغیرہ وغیرہ۔

لاس انجلس میں محترمہ سلطانہ مہر صاحبہ کی تصنیف ''سخنور'' کی جلد پنجم کی رسمِ اجرا ہوئی۔ اس مشاعرے کی صدارت مجھے سونپی جس میں ان لوگوں کا نیاز حاصل ہوا: محترمہ نیر آپا، محترمہ آصفہ نشاط، جناب عرفان مرتضیٰ، ریحانہ قمر، ظفر عباس۔

امریکن اُردو رائٹرس سوسائٹی کا تاعمر ادبی خدمات کا اعزازی ایوارڈ 10 مئی 2002 لاس انجلس۔

○

اراکین بزمِ احباب دکن اور بزم سخن کے ارکان کا مجھے خصوصی تعاون حاصل رہا۔ ممتاز نعت خواں محترمہ اُمِ حبیبہ صاحبہ، جناب انور علی روحی، جناب حسن چشتی، سید زین العابدین حسن، پروفیسر تقی اختر، محترمہ غوثیہ سلطانہ، جناب لطیف سیف، نذر نقوی، جناب حشمت سہیل، واصف مولچی، شاہد علی خاں شاہد، ڈاکٹر افضال الرحمٰن، محبوب علی خاں، واجد ندیم، ندیم شرفی اور ان کی اہلیہ، ڈاکٹر عبدالحکیم، ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی، جناب طالب صاحب، ڈاکٹر انعام الحق قادری، جناب غلام مصطفیٰ انجم، نون میم جاوید، رحیم طالب، شاہ نعیم الدین نعیمی۔ میں اُن سب اہلِ قلم حضرات کا شکر گزار ہوں جن کے مضامین اس مجموعے کی زینت ہیں۔ بطورِ خصوصی محترمہ نسیم کلثوم صاحبہ ہم دونوں سے بہت انسیت کرتی تھیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے، آمین۔

خطوط

Professor
Nisar Ahmed Faruqi
(University of Delhi)
Post Box No. 9723
Jamia Nagar,
New Delhi - 110025
6834067
faruqi@vsnl.com

۱۰ جون سنہ دو ہزار ایک

عزیزم حامد صاحب، سلام و رحمت

امید ہے بحمداللہ سب بخیر و عافیت سے ہوں گے۔ میں نے ۱۰ مارچ کو بائیں آنکھ کا موتیا بند کا آپریشن کرایا تھا
وہ کامیاب رہا اور علاج و احتیاط کا سلسلہ کچھ دن اور چلے گا۔
کتاب "[illegible] محبت" کے چھ/چار نسخے تبصرے کے لیے [illegible] کو دے رہا ہوں، کچھ ڈاک سے
بھیج رہا ہوں، جو تبصرے آئیں گے انہیں آپ تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔
موسم ٹھیک ہو جائے تو اس کے بارے میں ایک جلسہ بھی کر لیا جائے گا۔ ابھی تو سخت گرمی پڑ رہی ہے۔

کتاب کی طباعت وغیرہ کا حساب میں نے آپ کو دے دیا تھا۔ اس میں ابھی 5000 کے اور ادا
کرنا ہیں۔ اس میں جو [illegible] ہوگا وہ ڈاک خرچ میں اور جلسے کے کام آئے گا
اگر دشواری نہ ہو تو یہ رقم [illegible] میرے نام کا ڈرافٹ بنوا کر بھیج دیں۔ ڈرافٹ [illegible]
نئی دہلی کا ہو سکتا ہے۔ اکاؤنٹ نمبر 320-435454

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ اگر مجھے کسی ضرورت سے ۸ - ۱۰ دن کا وزٹ ویزا [illegible]
آنا ہو تو United سے ہوائی ٹکٹ (آنے جانے کا) کتنے کا مل سکتا ہے۔ اور
اس کی کیا صورت ہوگی؟ قیمت وہاں ادا کرنا ہوگی یا یہاں؟
اس بارے میں مجھے ٹیلی فون پر بتا دیجیے۔

گھر میں سب بچوں کو دعائیں، [illegible] کو پیار، بھابی کو سلام
احمد [illegible] بھی سلام کہہ رہے ہیں۔

والسلام
نثار احمد فاروقی

Qamar Ali Abbasi
T.I

52 25th ST
Troy NY 12180 USA
Ph: (518)326-0027/
(518)641-1140
Fax (518)274-0222
QamarAbbasi@msn.com
www.QamarAliAbbasi.com

۱۲ اپریل ۲۰۰۹ء

محترم حامد امروہوی
السلام علیکم

اللہ آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔
پاکستان سے واپس آیا تو "وسیلۂ بخشش" پایا
آپ کے لئے دل سے دعا نکلی۔۔
سرورق کیا اچھا ہے۔
حمد، نعتیہ کلام اور اشعار دل کو چھوتے ہیں۔
اس میں میرے چند قطعے بھی شامل ہیں۔ اللہ اس
طفیل میری بھی بخشش کا سامان کر دے۔ آمین
جو بڑے نصیب والے ہوتے ہیں تو اللہ کے حبیب
کی شان میں نذرانہ پیش کرتے ہیں۔
میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں
اللہ آپ کو صحت مند توانا دراز عمر عطا فرمائے

نیاز مند

12/4/2009

باسمہٖ تعالیٰ

۲۴ جولائی سنہ ۱۹۹۹ء

زاد مجدہٗ برادرِ مکرم سید حامد حسین حامد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے محبت نامہ محررہ تاریخ [illegible] ۲۲ جولائی کی مہر لگا دی اور
آپ کا کلام (۱۴۴ صفحے) آج مجھے مل گیا۔ عزت افزائی کا شکریہ۔ میں اردو ادب کا ایک بہت
گھٹیا قسم کا ادنیٰ طالب علم ہوں۔ آج یہاں ایک بڑا مشاعرہ ہے جس میں پروفیسر محسن احسان اور
احمد فراز بھی شرکت فرما رہے ہیں۔ [illegible] میں آج کل اندر سے بالکل
شکستہ اور چور چور ہوں۔ میرا اکلوتا بھائی جو مجھ سے سولہ سال چھوٹا ہے۔ غذا کی نالی اور معدہ کے کینسر میں
مبتلا ہے۔ آٹھ جولائی کو [illegible] اسکی چھ گھنٹے سرجری ہوئی۔ معدہ
کا بیشتر حصہ اور [illegible] نالی کا [illegible] نکال دیا گیا۔ سترہ جولائی [illegible]
حنیف اختر [illegible] ہسپتال میں ہے۔ [illegible] ہسپتال سے گھر [illegible]

آپ کا یہ کلام نعتیہ ایسا مقدس اور متبرک ہے کہ اس کو دیکھنا ہی ثواب ہے اسلئے اسکو [illegible]
اور توجہ سے دیکھا اور اب یہ [illegible] (سوائے [illegible])
اور اس وقت رات کا [illegible] تاریخ ۲۵ جولائی ہے اور [illegible] تمام [illegible] آپ کی
[illegible] کے متعلق [illegible] کسی نے [illegible]۔ بہرحال آپ کا کلام کل انشاء اللہ [illegible] (لکھ کر [illegible])
[illegible] واپس [illegible] گا۔

آپ کے کلام سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ آپ حضرت [illegible] شاگرد [illegible] برادر [illegible] اپنا کلام
شاید [illegible] فروری [illegible] امتحان لیا ہے۔ [illegible]
کے تمام [illegible] اللہ [illegible]
اس [illegible]
بیگم حامد [illegible] سلام عرض کرتی ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ میرے بھائی سید محمد حنیف اختر [illegible] صحت [illegible] دعا [illegible]
بارگاہ میں کر دیا۔ جزاک اللہ۔ اللہ حافظ

دعا گو

سید محمد حنیف [illegible]

۷۸۶

A-592 Block 'J'
North-Nazimabad
Karachi 663-3638
Ph 663-3638

محترم حافظ [illegible] صاحب، السلام علیکم

آپ کا ارمغان اور مجموعہ نعتیہ شاعری وصول کر کے بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کے والد صاحب قبلہ میرے استاد
تھے۔ آپ سے استاد زادہ کی حیثیت سے میرے لیے شاعر کی حیثیت کے علاوہ بھی بہت کچھ ہیں۔
مجھے خوشی ہوئی کہ آپ گلشنِ نعت کے ایک گل ہو گئے۔ اس ذریعہ سے آپ سے میرا رابطہ دوبارہ قائم ہو گیا
میں آپ کا کلام بہت شوق سے پڑھ رہا ہوں۔ آج کل میں نعت گوئی کے میدان میں اختصاص
حاصل رکھتا ہوں۔ کیونکہ بعض لوگ اچھی نعتیں لکھ رہے ہیں۔ مجھے آپ کے مجموعہ [illegible]
یاد آئی۔ آپ کے والد گرامی سے پہلے میرے استاد تھے۔ نعت گوئی کے فن کے استاد
تھے۔ اللہ اور رسول کے مابین بندگی اور محبت (بالترتیب)
کی حد بندی اور تناسب کا خیال نہ رکھا جائے تو ذرا سی دیر میں شاعر
زندیق ہو جاتا ہے۔ آپ کے یہاں جو کچھ بھی ہے وہ آپ کے گھرانے کا
اختصاص ہے۔ میں ۸۰ سال قبل ادھر آ گیا تھا۔ آپ کے ہر دو بزرگوار
سے علمی مقالات کا سلسلہ رہا تھا۔ میں 1979 میں کراچی
منتقل ہوا۔ ایران کلچرل ہاؤس میں [illegible] طالب علم تھا۔ کراچی
میں [illegible] PhD کیا۔ قائد اعظم [illegible] (وزارت ثقافت)
کا [illegible] رہا۔ [illegible]
منسلک ہوا [illegible] ریٹائرڈ ہوں۔
چار پانچ بار کینیڈا اور امریکہ آیا۔ ٹورنٹو میں اشتیاق حسین صاحب

میرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر مسلم ہیں۔ جو نیویارک میں رہنے والے ہیں۔ کراچی میں مجھ کو

کتابوں میں شمار ہو گا اور پھر وہ دیکھنی ہو کر رہ گئے

معلق کتابوں اور امریکہ کی [illegible] سے میں [illegible] میں کتابیں جو ہیں

اپنی اردو میں آ رہی ہے وہ کیسی کی ہیں۔ لیکن حامد صاحب، کراچی میں آ گیا

اور پھر خاندانوں کے تحت اب کراچی میں ہیں۔ اور میں تاریخ کی ترجیحات سے

[illegible] اور شعر میں بھی [illegible] سوا سے حضرت خاندانوں کے [illegible]

[illegible]۔ میں نے [illegible] ہمارا نظریہ ہے۔ مجھ کو ایک دوست [illegible]

[illegible] زیادہ [illegible] آج اور [illegible] ہوتی تو [illegible]

کتابیں [illegible] اور [illegible] امریکہ میں کس طرح [illegible]

[illegible] سکیں گے۔ [illegible] اس [illegible] تو شکریہ [illegible] بہت خوشی ہو گی

اردو کے [illegible] اس فن کے معیاری [illegible] کی کوشش کریں گے۔

میری عمر 65 سال کی ہے۔ [illegible] قریشی اور [illegible] سے تعلق ہے۔ [illegible] فون نمبر

[illegible]

ہے - 663-3838

ایک دفعہ اور شکریہ۔ مجھ کو دعا [illegible]

[illegible]

محمد [illegible]

[illegible]

انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی
अन्जुमन तरक्क़ी उर्दू (हिन्द)
ANJUMAN TARAQQI URDU (HIND
URDU GHAR, URDU GHAR MARG, ROUSE AVENUE, NEW DELHI-
Ph : 3237200, 3236299 Fax : 011-3239547 E-mail : urduadab@dl@bol.net

President:
Prof. Jagan Nath Azad

Professor
Jagan Nath Azad
A-35, Government Quarters
Gandhi Nagar Jammu Tawi-180004
(J&K) Telephone—0191-430507

۱۱ر جون ۲۰۰۰ء

محبِ گرامی قدر حامد امروہوی صاحب، آداب

حمد، نعت اور منقبت کے پھولوں سے مہکتا مجموعہ گراں قدر تحفہ ملا
ہے کس منہ سے شکریہ کیجیے اس لطفِ خاص کا!
آپ کی شاعری کا تو میں ایک مدت سے معترف ہوں۔ اب یہ
مجموعۂ کلام پڑھ رہا ہوں اور آپ کو داد دیے جا رہا ہوں۔
امید کہ آپ ہر طرح خیریت سے ہوں گے۔

والسلام

خیر اندیش
جگن ناتھ آزاد

پس نوشت:۔
ابھی اس پر ایک سرسری نظر ڈالی ہے
اکثر اشعار دل میں اتر گئے۔

آپ [illegible] میں ہیں۔ ایک وقت آپ کو [illegible]
مری [illegible] ڈاکٹر [illegible] (جنہیں [illegible] والی) ضرور ہو گئی ہے۔ [illegible]
کہ [illegible] نام اردو ہے [illegible] ہیں اور [illegible] تو [illegible]
ترتیب دیے گئے۔

کہ اپنی ہستی بھلا بیٹھی ہیں [illegible] اعجاز حسین کے لیے [illegible]
ہے کہ ضرورت ہے۔ اعجاز بیگ [illegible] افتخار نسیم کی بہن ہیں۔ کسی طرح اعجاز بیگ
بتا دیں مجھے [illegible] تو [illegible] شکریہ ہو۔

آزاد

(افتخار نسیم شاگرد بیگم ہیں۔)

۷۸۶

برادرم حامد صاحب! السلام علیکم

اُمید ہے مع اہلیان خانہ عافیت سے ہوں گے اور تجارت بھی امر اچھی طرح ہو رہا ہو گا — میں اور نسیم آج کل اپنے بیٹے مسیح کے یہاں آئے ہوئے ہیں اور کچھ دنوں کے علاوہ الٹ تک یہیں ہوں ان شاء اللہ — ہمارا یہاں کا نمبر 404 381 4655 ہے — "مدحت کے پھول" پر ادبی رائے کا اظہار مشکل ہے — باقی واجبات — آپ کا بھائی

دلاور

[illegible]

Chaman
5397/1
Modern Complex
Manimajra (UT)
CHANDIGARH
Pin 160101
INDIA
Dt 27-05-05

قابلِ تعظیم جناب حامد امروہوی صاحب!

آداب۔ دعا و سلام

بحوالہ شاعر ماہ مئی ۲۰۰۵ء کے صفحہ نمبر ۳۳ پر آپ کی محسوسیات بہ عنوان حمد - جذبات و خیالات سے متاثر ہو کر آپ کی خدمت میں خط لکھ رہا ہوں۔ آپ نے بڑے اچھے انداز میں حقیقی عکاسی کی تصویر پیش کی ہے۔ آپ کے ان اشعار نے دل و دماغ کو بہت چھوا اور اثر انداز ہوئے۔

رنگ جتنے بھی کائنات میں ہیں
ہے ترا رنگ جلوہ گر یا رب

روح دل کا طواف کرتی ہے
اب یہ بھی ترا گھر یا رب

مجھ پہ بھی اک نگاہ لطف و کرم
آ گیا کب سے ہے ترے در یا رب

یہ بتاتے ہوئے شرم آتی ہے
عمر کیسے ہوئی بسر یا رب — واہ! کیا خوب!!

یہ ترا مداح ہے ترا حامد
اپنے حامد پہ فضل کر یا رب

دعا ہے آپ کا ادبی ہنر رہیں ادبی ترشیں دیتا رہے۔ آپ کب سے لکھ رہے ہیں اور کس پیشہ سے وابستہ ہیں؟

شکریہ کے ساتھ
جواب کا منتظر
دعاگو
کائنات تحریرات کا ایک ذرہ
چمن

اُردو رائیٹرز سوسائٹی (کیلی فورنیا)

4355 E. Addington Dr. Anaheim, CA 92807, USA

Phone: (714) 323-7171 Fax: (714) 637-9755

۲۳ فروری ۲۰۰۶ء

محترمہ مخفی امروہوی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہٗ

اُمید ہے کہ بخیریت ہوں گی۔ چند روز پہلے آپ کی کتاب ملی۔ سب سے پہلے تو بہت بہت مبارکباد اور ساتھ ساتھ بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے یاد رکھا۔ میں مسودہ تو پہلے ہی پڑھ چکا تھا، لیکن پھر بھی دوبارہ اس کتاب میں سے کچھ غزلوں سے ملاقات ہوگئی۔ جیسا کہ آپ اور حامد امروہوی صاحب واقف ہیں کہ اُردو رائیٹرز سوسائٹی ایک عرصہ سے امریکہ میں اُردو کی ترقی و ترویج کے لیے کام کررہی ہے۔ ہمارا مقصد اُردو لکھنے والوں کی خدمات کو سراہنا اور انہیں اردو کے چاہنے والوں سے متعارف کروانا ہے۔ اسی سلسلے میں ''متاعِ مخفی'' کا ایک پروگرام انشاءاللہ لاس اینجلس میں ہمارے لئے باعثِ فخر ہوگا۔ ہمارے اس سال کے پروگرام تشکیل ہو چکے ہیں، اور انشاءاللہ ہم ایک شام آپ کے ہمراہ اس سال کے آخر میں آرگنائز کرسکیں گے۔ اُمید ہے کہ آپ ہمیں یہ عزت بخشیں گی۔

میں حامد صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ اُن کی کاوشوں سے آپ کی کتاب کا کام بہت خوش اُسلوبی اور خوبصورتی سے انجام پایا۔

اللہ حافظ

عرفان مُرتضیٰ ۔ صدر اُردو رائیٹرز سوسائٹی

Web Address: www.urduwriters.org E-Mail: urduwriterssociety@hotmail.com

"نعت کدہ کے ساکن صاحبِ طرز شاعر
ڈوب کر نعت کہنے والے اور ڈوب کر
نعت پڑھنے والے ۔ بے مثل انسان
اور بہت عزیز دوست خالد اقبال سوہی
کو "خیابانِ ارم"
کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔
اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ"

اک پیغام
خالد خواجہ [illegible]
03.03.2009

۷۸۶

انتہائی محترم نعت گو شاعر

حامد امروہوی کی خدمت میں!

نذرِ عقیدت

مدحتِ آنحضور کے بدلے
مل گیا ہے رفیع مقامِ عجب
حامد امروہوی کی خدمت میں
پیش کرتے ہیں ہم سلامِ عجب

نیاز نشان

اقبال ترابی

0322-4534350

042-7142220

مکان ۱۹ - گلی نمبر 2 -
زمان پارک
کیپٹن جمال روڈ
سانده - لاہور
پاکستان

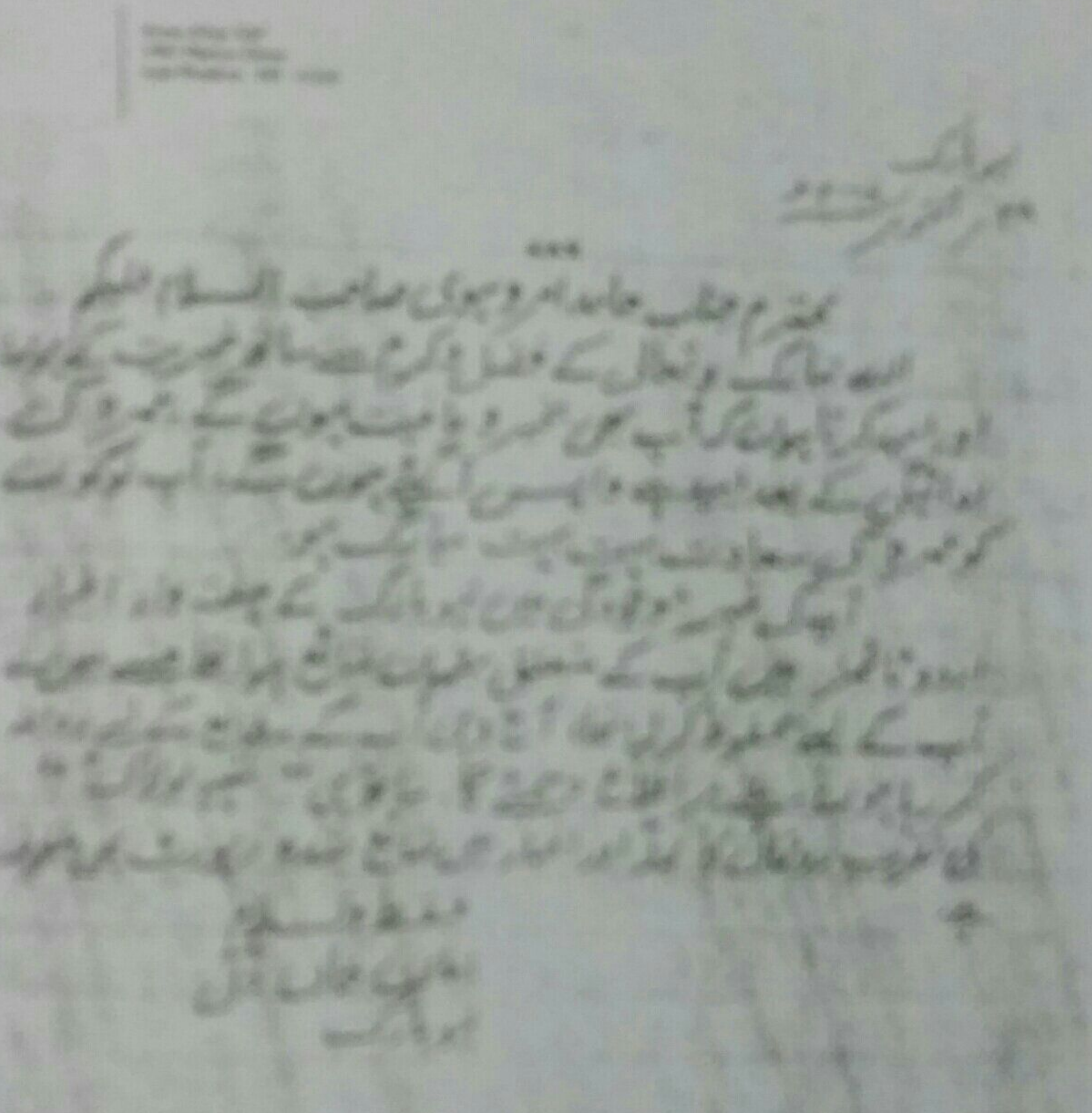

محترم جناب حامد امروہوی صاحب السلام علیکم

دعوت نامے

مشاعرہ بزمِ سخن شکاگو
صدرِ بزم
خواجہ ریاض الدین عاطش

تعارفی تقریب
اور
نعتیہ مشاعرہ

محترم/محترمہ ______ سلامِ مسنون

بزمِ سخن شکاگو کے زیرِ اہتمام سرورِ کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت مدح کی سعادت کے حوالے سے شکاگو کے معروف نعت گو شاعر جناب حامد امروہوی کے نعتیہ کلام کا مجموعہ زیرِ عنوان مدحت کے پھول کی تعارفی تقریب اور مشاعرہ کے انعقاد کے لئے شعرائے کرام سے گزارش ہے کہ ذیل کے مصرعِ طرح پر طبع آزما ہو کر شریکِ سعادت ہوں اور مہمانانِ گرامی سے استدعا ہے کہ اس مبارک تقریب میں شریک ہو کر اسے پُر رونق بنائیں۔

مصرعِ طرح: محمد جلوہ فرما ہو گئے ہیں بزمِ امکاں میں۔ قوافی: داماں، گلستاں وغیرہ۔ ردیف: میں

تعارفی اظہارِ خیال

جناب سید مظفر احمد ضیاء • جناب ڈاکٹر عابد اللہ غازی • جناب ڈاکٹر مظفر الدین فاروقی •
جناب ڈاکٹر یوسف اعظمی • جناب ڈاکٹر توفیق انصاری احمد • جناب محمد شریف •

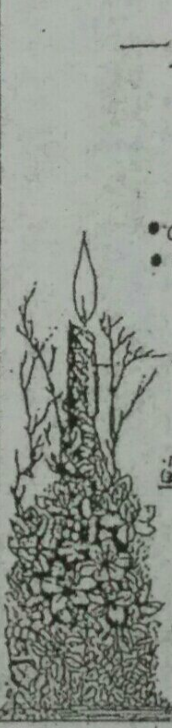

مقام: ساداتِ بلڈنگ ۶۲۵۱-۹ نارتھ کلیرمونٹ ایونیو، ڈیوان، ویڈیو پیلس کی بلڈنگ، شکاگو — الینائے ۶۰۶۲۱

تاریخ: ۲۰ مئی ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ۔ بوقت ۸ بجے شب۔ طعام ۹½ بجے شب۔ مشاعرہ ۱۰ بجے شب

رابطہ: ۲۵۵۰ نارتھ کرنلن ایونیو ۲۰۱ ساؤتھ، شکاگو، الینائے ۶۰۶۳۰ ٹیلیفون ۰۲۱۱-۰۵۶۱-۳۴۸۸ (312)561-3788

وقت کی پابندی کو ملحوظِ خاطر رکھئے

بصورتِ معذرت
فون: 312-561-3788

الملتمس
رشید شیخ (ناظمِ اعلیٰ)

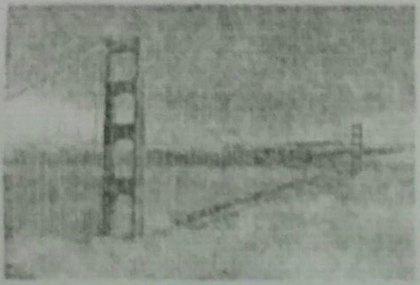

ماہِ رمضان مبارک ہو
[illegible]ال سال مبارک ہو

From :
San Francisco
With Poetry & Prize

SAN FRANCISCO CA
PM
1998

GREETINGS
32 USA

بسمہ اللہ — بہت ہی محترم حامد امروہوی صاحب   السلام علیکم
آپ نے جو ۳ عدد Tape Cassettes نعتیہ مشاعرے کے
عنایت فرمائے، اُن کا بہت بہت شکریہ۔ انشاءاللہ
جلد واپس ارسال خدمت کروں گا۔ آپ کا اور بھائی جان
کا اتنا عمدہ کلام سُن کر سب کتنا محظوظ ہوئے۔
اُمید ہے پھر اللہ ملائے گا۔ سب کو سلام و دعا۔
مخلص جاوید رشید

Ph(415) 753--URDU
1655-46th Avenue
SAN FRANCISCO 94122
(P.O.Box : 22494, San Francisco - 94122 - USA)
Ph : (415) 753 - Urdu
8738

December 15, 98

جناب حامد امروہوی صاحب

To: Hamid Amrohvi
Esquire

1555 - Amy Ave

Glendale
Ill. 60139

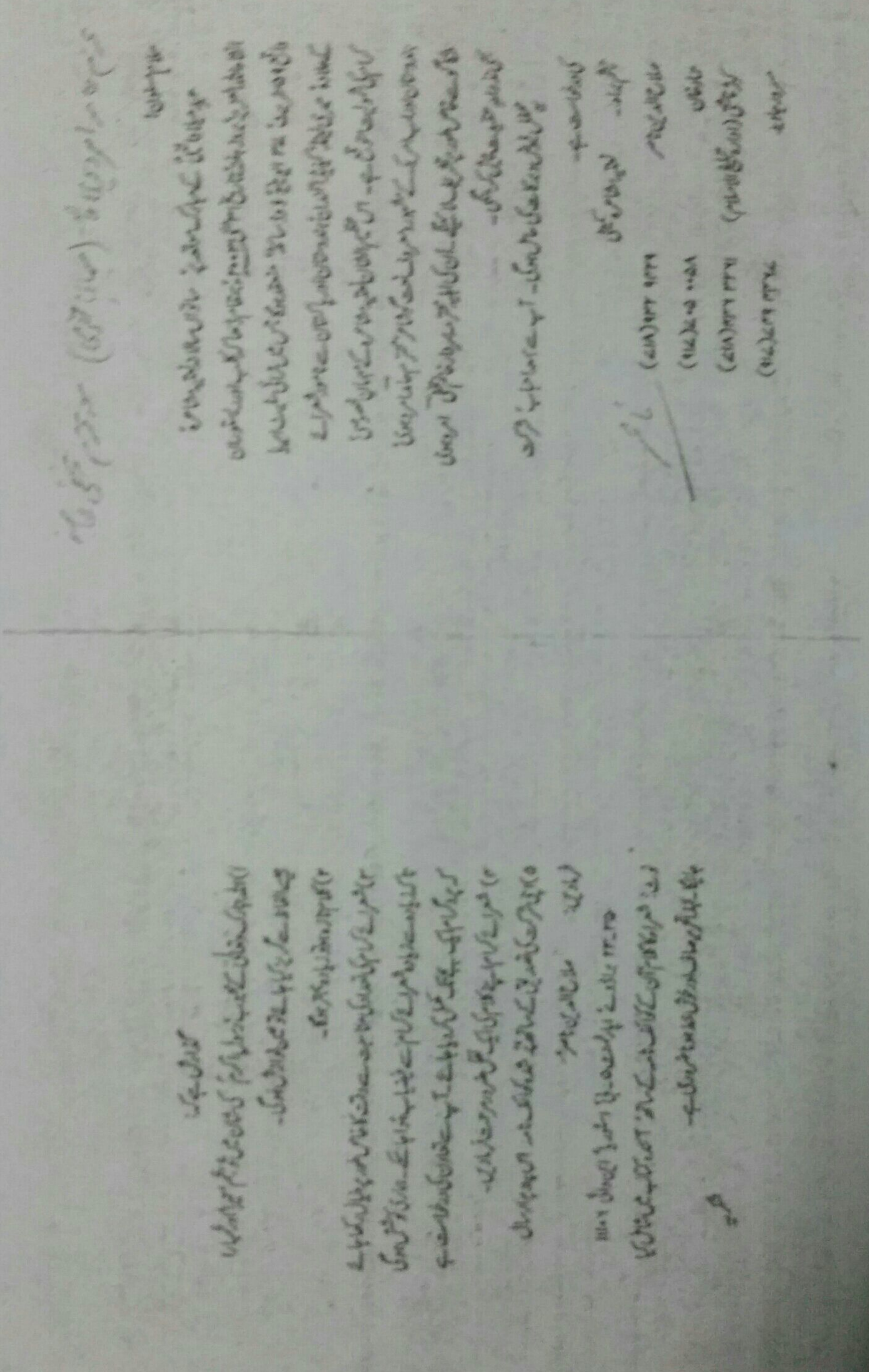

بزمِ فانوس کینیڈا

BAZM-E-FANOOS CANADA INC.

(A Literary & Cultural Society)

576 Meadowvale Rd. Scarborough, Ontario, Canada, M1C 4Y4

Tel: (416) 284-3631

Fax: (416) 284-3631

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محترمی / محترمہ .... [illegible]

بزمِ فانوس کینیڈا کا پہلا مشاعرہ انشاءاللہ ۱۳/اپریل ۲۰۰۱ بروز جمعہ منعقد ہوگا۔ اس مشاعرے میں آپ کی شرکت کا متمنی اور درخواست گذار ہوں۔ امید ہے کہ آپ ضرور تشریف لاکر ممنون ومشکور فرمائیں گے۔

احقر

سیّد منیف اشعرؔ

مشاعرہ گاہ: مونٹی بیانکو بینکوٹ ہال (بوقت سات بجے شام)

نوٹ: مشاعرہ دو ادوار پر مشتمل ہوگا۔ پہلے دور کے بعد ریفرشمنٹ پیش کیا جائیگا۔

Monte-Bianco Banquet Hall

1331 Blundell Rd. Tel: (905) 276-6448

(First light south of Dundas St. on Dixie Rd. in Mississauga)

On Friday April 13, 2001, At 7.00 pm

شاندار مشاعرہ

بزم فانوس کینیڈا

شاندار مشاعرہ

BAZM-E-FANOOS CANADA
578 Meadowvale Rd. Scarborough Ontario M1C 4Y4

بزم فانوس کینیڈا کا سالانہ شاندار مشاعرہ

بروز جمعہ بتاریخ ۳۰ر اگست ۲۰۰۲ء بوقت سات بجے شام

بمقام مانٹی بیانکو بینکویٹ ہال مسی سا گا ہوگا

زیرِ صدارت: ڈاکٹر شان الحق حقی

مہمانِ خصوصی: جناب سیّد حنیف اخگر صاحب (نیویارک)

مہمان شعراء: ڈاکٹر عروج اختر زیدی (ونڈسر) ولی عالم شاہین (آٹوا) اُمنگ بالی (آٹوا)

عزیز الحسن (نیویارک) وکیل انصاری (نیویارک)

واصف حسین واصف (نیویارک) حامد امروہوی (شکاگو)

Tickets: $ 12.00 With Dinner

ٹکٹ: $12.00 ڈنر کے ساتھ

Friday 30th August 2002 7:00 pm
at
Monte Blanco Banquet Hall
1331 Blundell Rd.
On First Light South of Dandas St.
On Dixie Road Mississauga
Te: 905-276-6448

For Further Information
Call:

Nazimuddin Maqbool
905-821-4885
Imtiaz Ahmed
416-728-7041
Shahid Hashmi
905- 832-6985
Arshad Usmani
416-491-6665

مزید تفصیلات کے لئے رابطہ کریں

Please Call
Syed Muneef Ashar
416-284-3631

مزید تفصیلات کے لئے رابطہ کریں

ناظم الدین مقبول	905-821-4885
امتیاز احمد	416-728-7041
شاہد ہاشمی	905- 832-6985
ارشد عثمانی	416-491-6665
ثریا خان	905-450-0442

RASM-E-IJRAH OF SIRAH BOOKS BY MR. MISBAHUDDIN SHAKEEL ON JUNE 19, 2002

TIME: 7:00 PM ONWARDS

VENUE: IQRA' HEAD OFFICE CONFRENCE HALL

Agenda Insha'Allah

1. Fellowship and light refreshment	7:00- 8:00pm
2. Commencement of the function with tilaawat-e-Qura'an	8:00-8:05pm
3. Short speech by Dr. A.Ghazi on IQRA' followed by inviting Dr.Hashim Ali Akthar to chair the occasion	8:05-8:20pm
4. Speaker 1	8:20-8:25pm
5 Speaker 2	8:25-8:30pm
6 Salat ul Maghrib	8:35pm
7 Naat by Mr. Hamid Amrohawi	8:50-9:00pm
8 Address by Mr. Misbahuddin Shakeel	9:00-9:30pm
9. Rasm-e-Ijrah by Mr. Hashim Ali Akhtar	9:30-9:35pm
10. Remarks by the Chair	9:35-9:40pm
11. Thanks by Mr. Shamshad Hussain	
12. Dua by Maulana. Abdul Sattar Khan	

10 minutes press conference after the function.

نمی دانم چہ منزل بُود شب جائے کہ من بودم
بہ ہر سُو رقصِ بسمل بُود ، شب جائے کہ من بودم
خدا خود میرِ مجلس بُود اندر لامکاں خسرو
محمدؐ شمعِ محفل بود ، شب جائے کہ من بُودم

پروگرام

بتاریخ: ہفتہ ۳۱ مئی ۲۰۰۳ء

بمقام: ڈھاکہ کلب اور ریسٹوران' ۱۵-۵۹ ۳۷ ایونیو' ووڈ سائڈ

(نمبر سیون ٹرین' ۶۱ سٹریٹ سٹیشن' ۳۷ ایونیو بائیں جانب ۵۹ سٹریٹ)

فون: ۰۴۶۴ ۴۵۷ (۷۱۸)

۸:۳۰ بجے شام (بعد نمازِ مغرب) استقبال/عشائیہ

۱۰:۰۰ بجے رات (بعد نمازِ عشاء) آغاز نعتیہ مشاعرہ

نوٹ:۔ اس موقع پر ادارہ تبلیغ الاسلام کی جانب سے 'سالانہ نعتیہ مشاعروں کے انعقاد اور نعت گوئی کو فروغ دینے میں متواتر مدد کرنیوالے شعرائے کرام کی خدمت میں 'بطور شکریہ' چند اعزازی ایوارڈز بھی پیش کیے جائینگے' انشاءاللہ تعالیٰ۔

بموقعہ عیدِ میلادُ النبیؐ

ساتواں سالانہ

عظیم الشّان نعتیہ مُشاعرہ

ہفتہ ۳۱ مئی ۲۰۰۳ء

(بعد نمازِ عشاء)

زیرِ اہتمام:

ادارہ تبلیغ الاسلام' اِنک

۳۸-۲۳' ۸۱ سٹریٹ' جیکسن ہائٹس' این وائی ۱۱۳۷۰

فون: ۸۲۵۵ ۵۳۳ (۷۱۸) سجد ظہری فیکس: ۱۳۵۲ ۵۳۳ (۷۱۸)

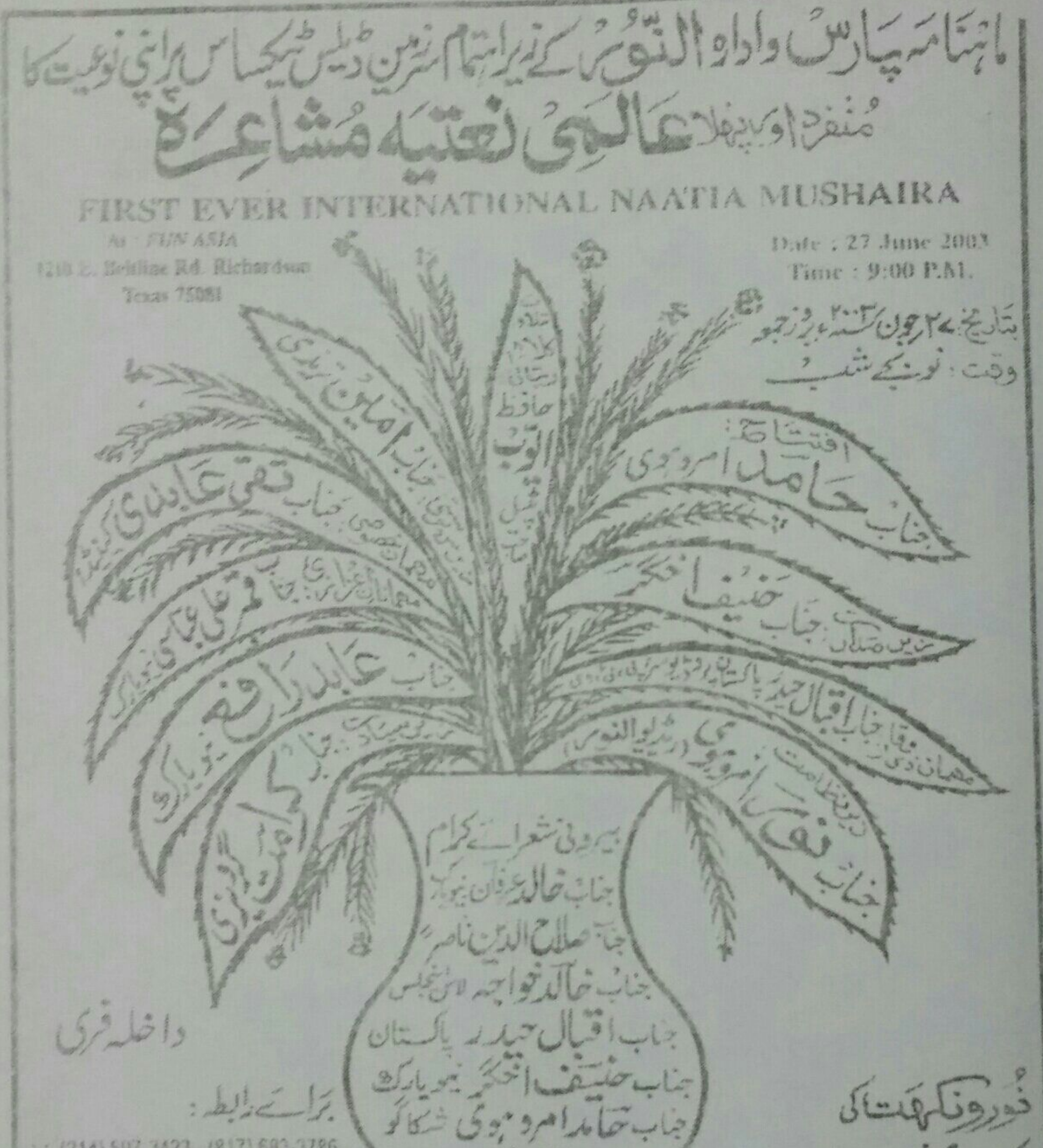
ماہنامہ پارس و ادارہ النور کے زیر اہتمام سرزمین ڈیلس ٹیکساس پر اپنی نوعیت کا
منفرد اور پہلا عالمی نعتیہ مشاعرہ
FIRST EVER INTERNATIONAL NAATIA MUSHAIRA
At : FUN ASIA
Beltline Rd. Richardson
Texas 75081
Date : 27 June 2003
Time : 9:00 P.M.
بتاریخ ۲۷ جون ۲۰۰۳ بروز جمعہ
وقت : نو بجے شب
افتتاح: جناب حامد امروہوی
جناب حنیف اخگر
جناب تقی عابدی
جناب عابد رافع
بیرونی شعرائے کرام
جناب خالد عرفان نیویارک
جناب صلاح الدین ناصر
جناب خالد خواجہ لاس اینجلس
جناب اقبال حیدر پاکستان
جناب حنیف اخگر نیویارک
جناب حامد امروہوی شکاگو
جناب ماجد خلیل پاکستان
داخلہ فری
برائے رابطہ:
(214) 597-3423 · (817) 683-3786
(469) 569-1056 · (817) 715-8786
نور و نکہت کی اس محفل میں آپ کے شرکت کی استدعا ہے
منتظمین: کارکنان ادارہ النور و ماہنامہ پارس

MASJID-AL-HUDA

1081 W.IRVING PARK ROAD SCHAUMBURG, IL 60194 TEL.(630)529-1786

JALSA-E-MILAD UN NABI

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

FRIDAY, MAY 16TH 2003(AFTER MAGHRIB PRAYER)

AT NEW MOSQUE

GUEST SPEAKER'S

HAZRAT ALLAMA MAULANA

SYED SHAH TURABUL HAQ QADRI

SYED SHAH BADRUDDIN QADRI

:QIRAT:

HAFIZ MOHAMMED WAHEEDULLAH KHAN

HAMD/NAAT

BR. HAMID AMROHI

DINNER WILL BE SERVED AFTER ISHA PRAYER

SEPARATE ARRANGEMENTS FOR LADIES

DUE TO LIMITED PARKING PLEASE SHARE RIDE

FOR FURTHER INFORMATION PLEASE CALL

AHMED KARIM JANGDA	(630)830-3839	REZWANUL HAQUE	(847)490-4165
WAHID KARIM JANGDA	(630)837-1285	FAROOQ PATEL	(847)839-0856
MOHAMMED JAMIL ZARA	(")213-3306	ASIF SABRI	(630)213-7058
MUSTAFA ABDULLAH	(847)413-0456	MIR MAQSOOD ALI	(630)372-2115
DAWOOD GUL	(630)837-3195	JAVED AKRAM	(630)289-9357

بزمِ فانوس کینیڈا

BAZM-E-FANOOS CANADA
576 Meadowvale Rd. Scarborough Ontario M1C 4Y4

بزمِ فانوس کینیڈا، کا عظیم الشان سالانہ مشاعرہ اور ڈنر

محترم محترمہ .... حامد امروہوی صاحب

انشاءاللہ یہ مشاعرہ زیرِ صدارت محترم ڈاکٹر شان الحق حقی صاحب بروز جمعہ بتاریخ ۲۵ رجولائی ۲۰۰۳ء بوقت ۷ بجے شام منعقد ہوگا۔

قوی توقع ہے کہ نیو یارک سے سید حنیف اخگر صاحب بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائیں گے۔

دیگر متوقع مہمانان گرامی حسب ذیل۔

ڈاکٹر عروج اختر زیدی صاحب (ونڈسر)، ولی عالم شاہین اور امنگ بالی صاحب (آٹوا)

واصف حسین واصف صاحب، وکیل انصاری صاحب، عزیز الحسن صاحب،

ڈاکٹر عبدالرحمن عبد صاحب، صبیحہ صبا صاحبہ اور شان الدین ناصر صاحب (نیویارک)

شہاب کاظمی صاحب، ذرین یٰسین صاحبہ، مومن عابدی نجمی صاحب (نیوجرسی)۔

باقر زیدی صاحب، موج شہاب صاحبہ (واشنگٹن)۔

حامد امروہوی (شکاگو)۔ عشرت آفرین صاحبہ (ہیوسٹن)۔

ان حضرات کے علاوہ ٹورانٹو کے تمام معروف شعرائے کرام۔

آپ سے میری عاجزانہ گذارش ہے کہ اس مشاعرے میں شرکت فرما کر مشاعرے کی شان کو دوبالا فرمایئے اور خاکسار کو ممنون و مشکور فرمائیں۔ شکریہ

سید حنیف اخگر

416-284-3631
416-930-2012

نظامت: محترمہ نسیم سیّد صاحبہ اور ناظم الدین مقبول صاحب

نوٹ: حسب دستور بزم فانوس کینیڈا نے اس سال بھی ایک خوبصورت سالانہ میگزین شائع کیا ہے۔
اپنے ہمراہ یہ میگزین ضرور لے جائیے گا۔

مشاعرہ گاہ: Golden Palace Banquet Hall
1811 Albion Road, West of Hwy. # 27
Etobicoke, (Toronto) ON Canada
Tel. 416-675-7886

جشنِ حنیف اخگر ملیح آبادی

[illegible]

حامد حسین امروہوی صاحب

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آپ کی شرکت کا منتظر اور ممنون [illegible]

سید حنیف اخگر ملیح آبادی

[illegible] کینیڈا

Venue: 7755 Bay View Avenue
THORNHILL COMMUNITY CENTRE
Direction:
1 From Hwy 401 take exit Bay view Avenue North
2 Community Centre is located
at North East corner of Bay View & John Street
3 John Street is a little further North of Steels Avenue

[illegible] Road Scarborough ON M1C [illegible] Tel. [illegible] [illegible] ashar@yahoo.ca

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(اگر ہم اللہ کے ہیں تو اللہ ہمارا ہے)

بتاریخ: ۲۵ر جون ۲۰۰۴ء بروز جمعۃ المبارک بوقت: ۳۰۔۸ بجے شب بعد از نماز مغرب

بمقام: بمبئی ہال، ویسٹ دیوان ایونیو، شکاگو

تلاوتِ کلامِ پاک: قاری سید صداقت علی صاحب پرائڈ آف پرفارمنس پاکستان ٹیلیویژن

نعت خوانی: عالی جناب حامد امروہوی صاحب

ڈاکٹر جاوید بھٹی صاحب

جناب دلاور پٹیل صاحب

جناب صلاح الدین سکندر صاحب

جناب اسلم صاحب

جناب مولوی ریاض احمد صاحب

خطاب:

حضرت خواجہ غلام قطب الدین فریدی صاحب (پاکستان)

سجادہ نشین (گڑھی شریف رحیم یار خان، پاکستان) آستانہ حضرت خواجہ محمد یار فریدیؒ

آپ کی شرکت کا منتظر:

چشم براہ: راشد منہاس

مزید معلومات کے لئے ٹول فری فون: 866-470-2489

صابری نہاری، عثمانیہ، خان باربی کیو، لاہور فوڈ اینڈ گرل کی طرف سے طعام میں تعاون کا شکریہ

عظیم الشان مشاعرہ

بزمِ فانوس کینیڈا

عظیم الشان مشاعرہ

BAZM-E-FANOOS CANADA
576 Meadowvale Rd. Scarborough ON M1C 4I4

بزمِ فانوس کینیڈا کا عظیم الشان سالانہ مشاعرہ و عشائیہ

[illegible]

Great Annual Mushaera & Dinner
on Saturday September, 10, 2005

At Golden Banquet Hall & Convention Center
40-B Hansen Road South Brampton
Tel: 905-459-4500

زیرِ صدارت [illegible]

مہمانِ خصوصی [illegible]

نظامت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں

Ticket: $ 20.00

Buy Tickets from

Karachi Bazar
Scarborough
416-510-8820
Video Centre

Syed Munif Ashar
647-889-4114
e-mail: munif_ashar@yahoo.ca

416-451-5500	اقبال [illegible]	905-737-8517	[illegible]
416-568-2624	[illegible]	416-819-6786	[illegible]
416-819-6755	[illegible]	416-333-7022	[illegible]
416-354-1954	[illegible]	416-859-4338	[illegible]
905-450-0442	[illegible]	416-565-6243	[illegible]

Ticket: $ 20.00

Buy Tickets from

Karachi Bazar
2000
Mississauga
905-848-4000
905-848-7000

بزم حمد و نعت مرادآباد کی ۵۱ویں نعتیہ نشست

الحمدللہ اسلامی سال ۱۴۳۱ھ کے آغاز پر منعقد کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سال نو کو ہمارے لیے اور تمام عالم کے لیے باعث خیر و برکت بنائے، عشق رسول ﷺ، اتباع رسول ﷺ اہل بیت رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت سے ہمارے قلوب کو مزین فرمائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جیسا جذبۂ ایثار و قربانی عطا فرمائے (آمین)

صدارت :

آفتاب سخن جناب منصور عثمانی

(صدر بزم حمد و نعت مرادآباد)

مہمان خصوصی :

عالمی شہرت یافتہ شاعر

جناب حامد امروہوی (شکاگو، امریکہ)

مدعو شعراء کرام

جناب سعد امروہوی • جناب ڈاکٹر مجاہد فراز

جناب زبیر ابن سیفی • جناب جاوید رشید عامر

جناب سید محمد ہاشم • جناب احمد میاں عثمانی

مدعو نعت خواں حضرات

جناب محمد فراز سلمہٗ • جناب چاند نعیمی

جناب مختار احمد • جناب قاسم احمد

جناب ناظر اشرفی • جناب نزاکت اشرفی

جناب اسعد اشرفی

بتاریخ

یکم محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق

۱۹ر دسمبر ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ

بوقت ۸:۰۰ بجے شب تا ۱۱:۳۰ بجے شب

ان شاء اللہ تعالیٰ

بمقام

الائنس انٹرنیشنل

نزد بلال مسجد، پرانہ برف خانہ

گلشہید، مرادآباد

منتظمین

جناب فرید احمد/ جناب جاوید احمد

رابطہ: 9897676015

ضروری اعلان

تاخیر سے آنے والے شعراء کرام و نعت خواں حضرات کو کلام پڑھنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ براہ کرم وقت کی پابندی کو ملحوظ رکھیں تاکہ پروگرام کا آغاز و اختتام وقت پر ہو سکے۔

الداعیان

اراکین بزم حمد و نعت

رابطہ: 9897982330

تقریب رسمِ اجرائ و نعتیہ مشاعرہ

حامد امروہوی کے مجموعۂ نعت "اُس پار سے اُس پار تک"

کا اجرا انشاءاللہ 22 اگست 2015ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر 2 بجے ہوگا۔

ذی مرتبت	ذی مرتبت	خصوصی مہمانانِ گرامی:

ڈاکٹر اوصاف سعید (قونصل جنرل ہندوستان) جناب فیصل نیاز ترمذی (قونصل جنرل پاکستان)

تلاوتِ کلامِ پاک: قاری و حافظ شکیب بیابانی سلمہٗ

اجرا: قاضی افضل بیابانی مدظلہٗ العالی جناب طاہر نثار۔ ریاض (سعودی عربیہ)

اظہارِ خیال: پروفیسر انعام الحق صاحب ۔ ڈاکٹر عابد اللہ غازی صاحب

ڈاکٹر احمد عبدالحکیم صاحب ۔ جناب فیصل الزماں صاحب

نعتیہ مشاعرہ: صدارت: سرزمین امریکہ میں پہلے نعتیہ صاحب دیوان شاعر

جناب ڈاکٹر عبدالرحمن عبد (نیویارک)

نظامت: عالی جناب سرور جاوید ۔ لاس اینجلس

اختتام نعتیہ مشاعرہ: ہند و پاک کی معروف صدارتی ایوارڈ یافتہ نعت خواں

محترمہ ام حبیبہ صاحبہ (شکاگو)

مہمانِ اعزازی: حضرت نیاز گلبرگوی ۔ جناب حسن چشتی ۔ ڈاکٹر توفیق انصاری احمد۔ جناب صادق نقوی

پروگرام: نمازِ ظہر 1:00 بجے (ایک بجے)

ظہرانہ: بعد نمازِ ظہر۔ اجرائ و نعتیہ مشاعرہ

سلام بحضور سرورِ کائنات و دعا : حضرت شاہ بدرالدین قادری مدظلہٗ العالی

مقام: Juliana Restaurant, 3001 - W. Peterson Av. Chicago

آپ کی شرکت کے متمنی: خانم ختمی ۔ ڈاکٹر ضیا شمسی ۔ زہرہ قادری ۔ محمد عامر مرزا ۔ محمد بابر مرزا ۔ حما مرزا ۔ ثنا مرزا

Phone: 773.733.0860

منجانب: شاہ نعیم الدین نعیمی ۔ رشید شیخ کارپردازان "بزمِ سخن"

تصاویر

خیابان ارم کے اجرا کے تصاویر

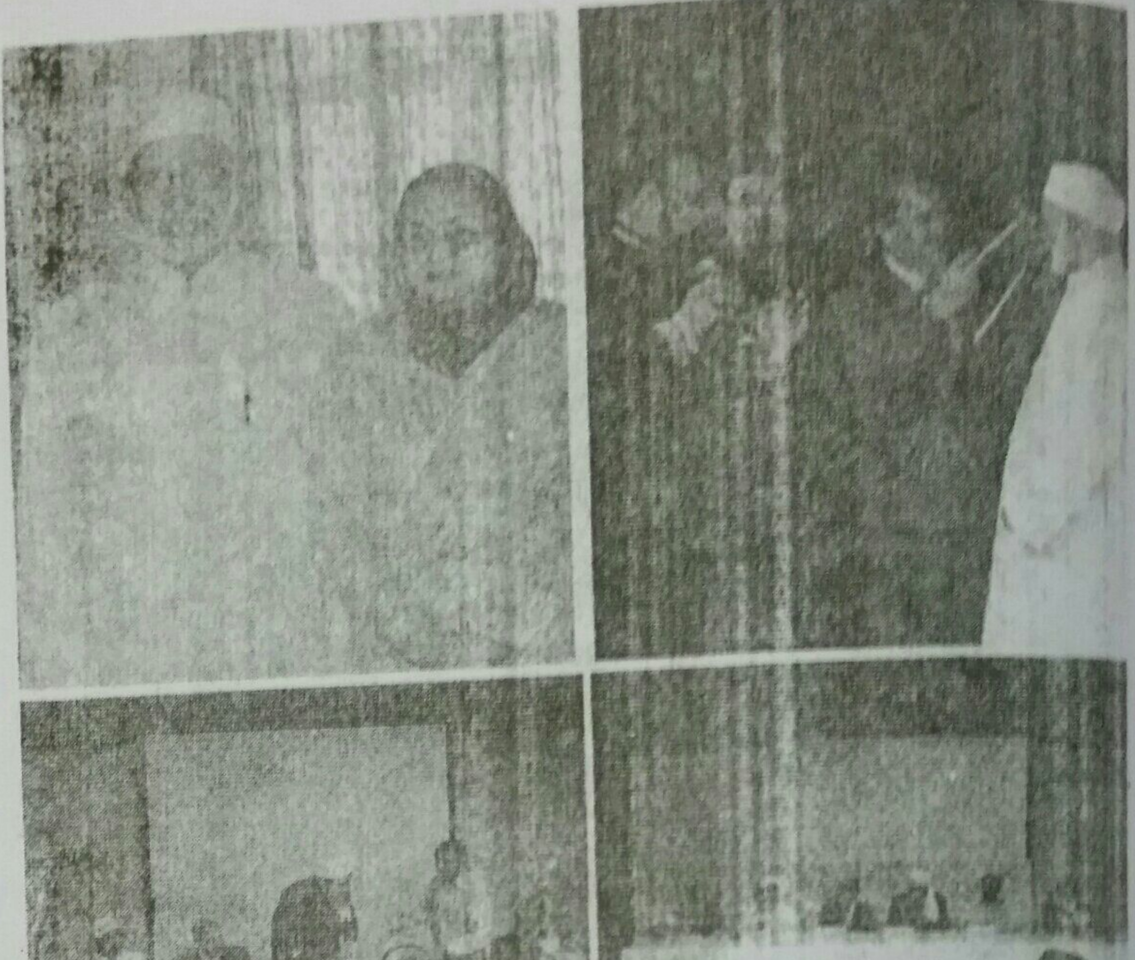

''اِس پار سے اُس پار'' کے اجرا کے مناظر

گہوارہ ادب شکاگو کی تصاویر

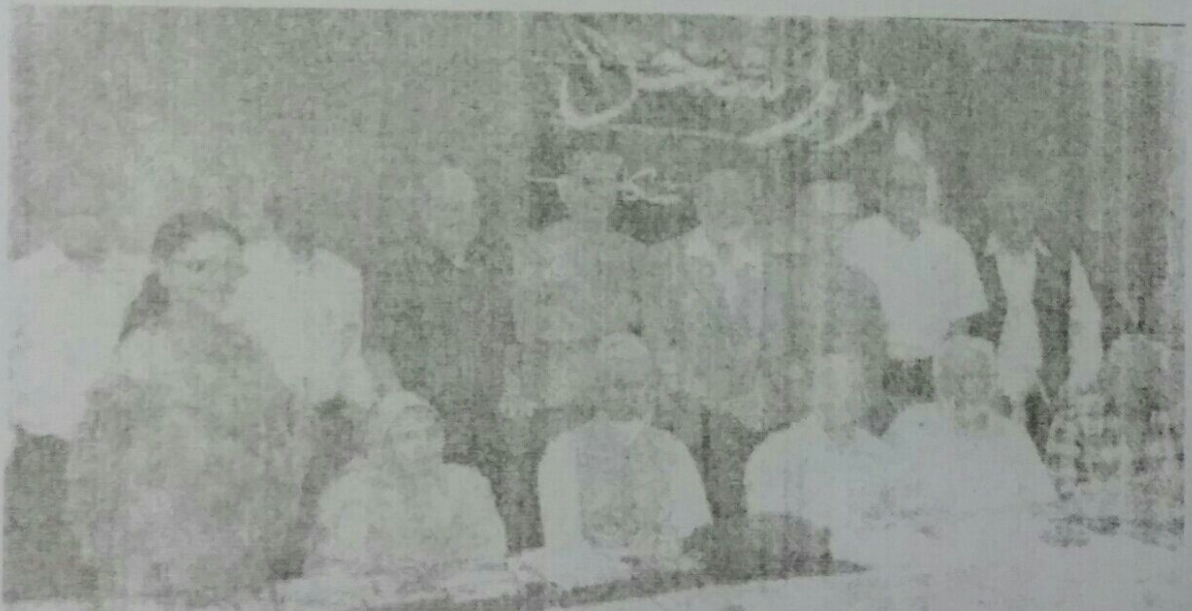

4 اگست کو منعقدہ شکاگو کی محفل شعر و ادب 'بزم سخن' کا منظر

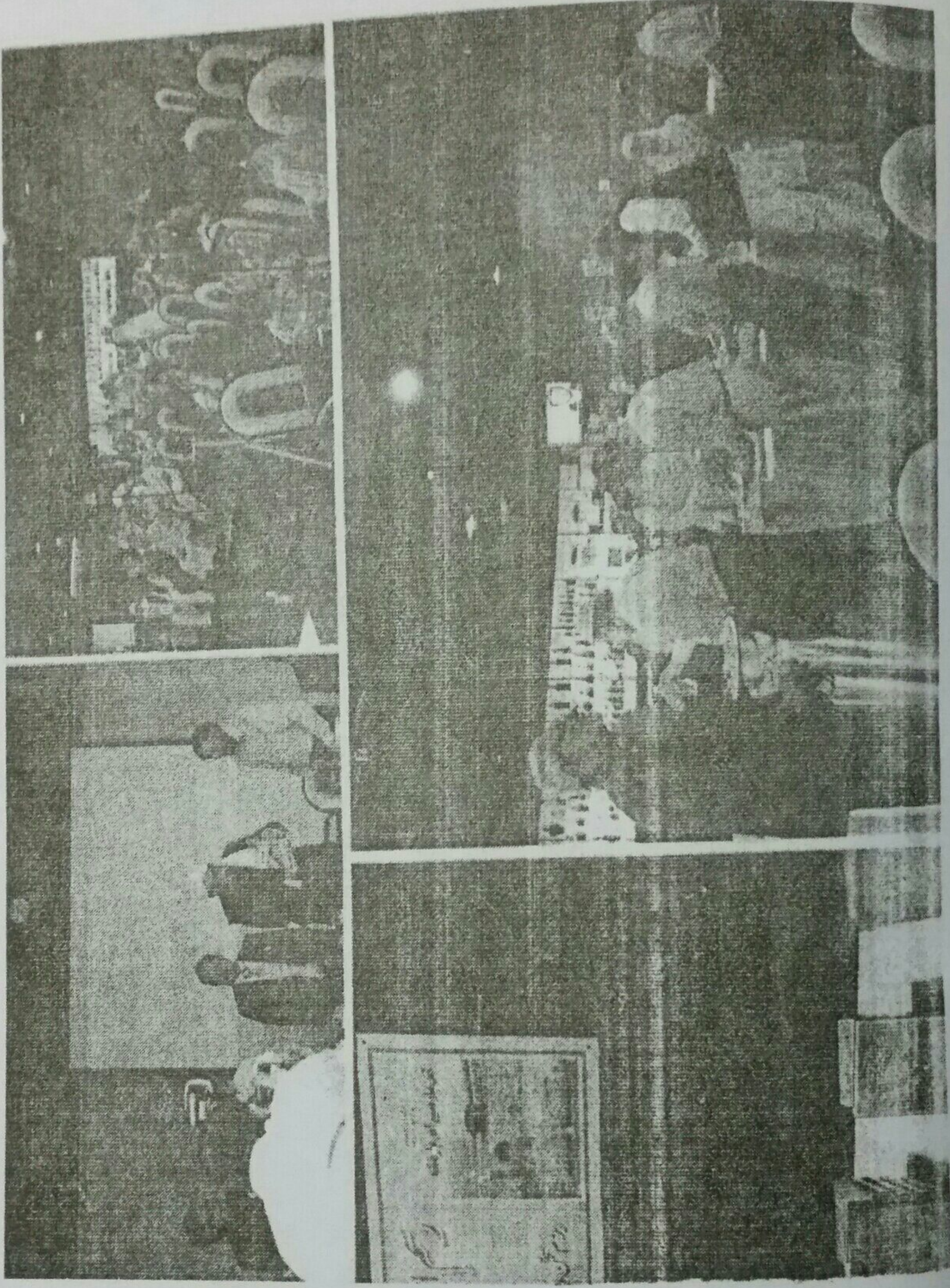

شکاگو میں ایک عظیم الشان نورانی محفل میں حامد صاحب کے پانچویں مجموعے "اِس پار سے اُس پار تک" کا اجرا

شکاگو میں مشاعرہ اور پانچویں مجموعے ''اِس پار سے اُس پار تک'' کے اجرا کے مناظر

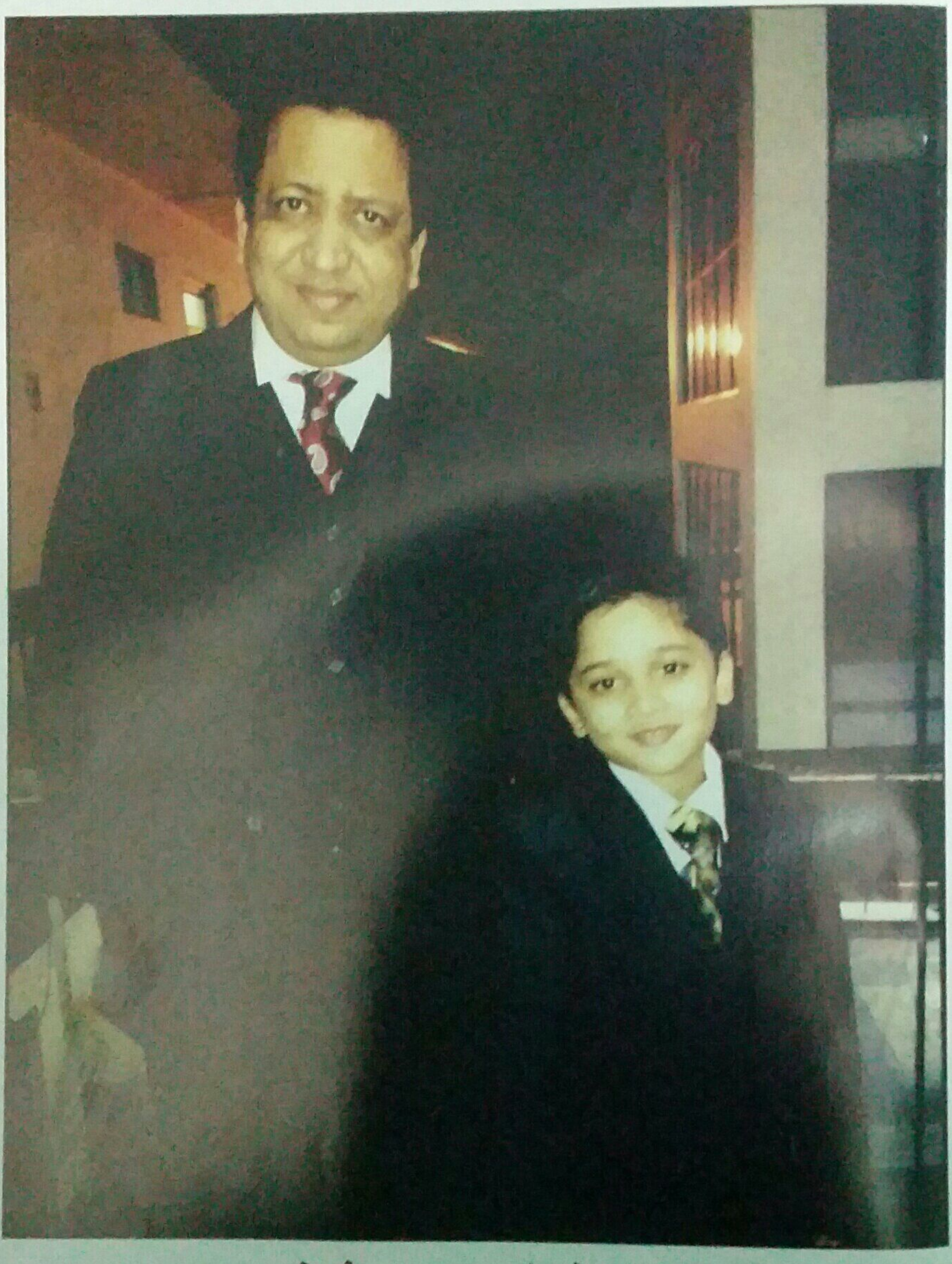

عدنان خورشید اور ابراہیم خورشید

مدثر اور فرحین مدثر

خدیجہ مدثر

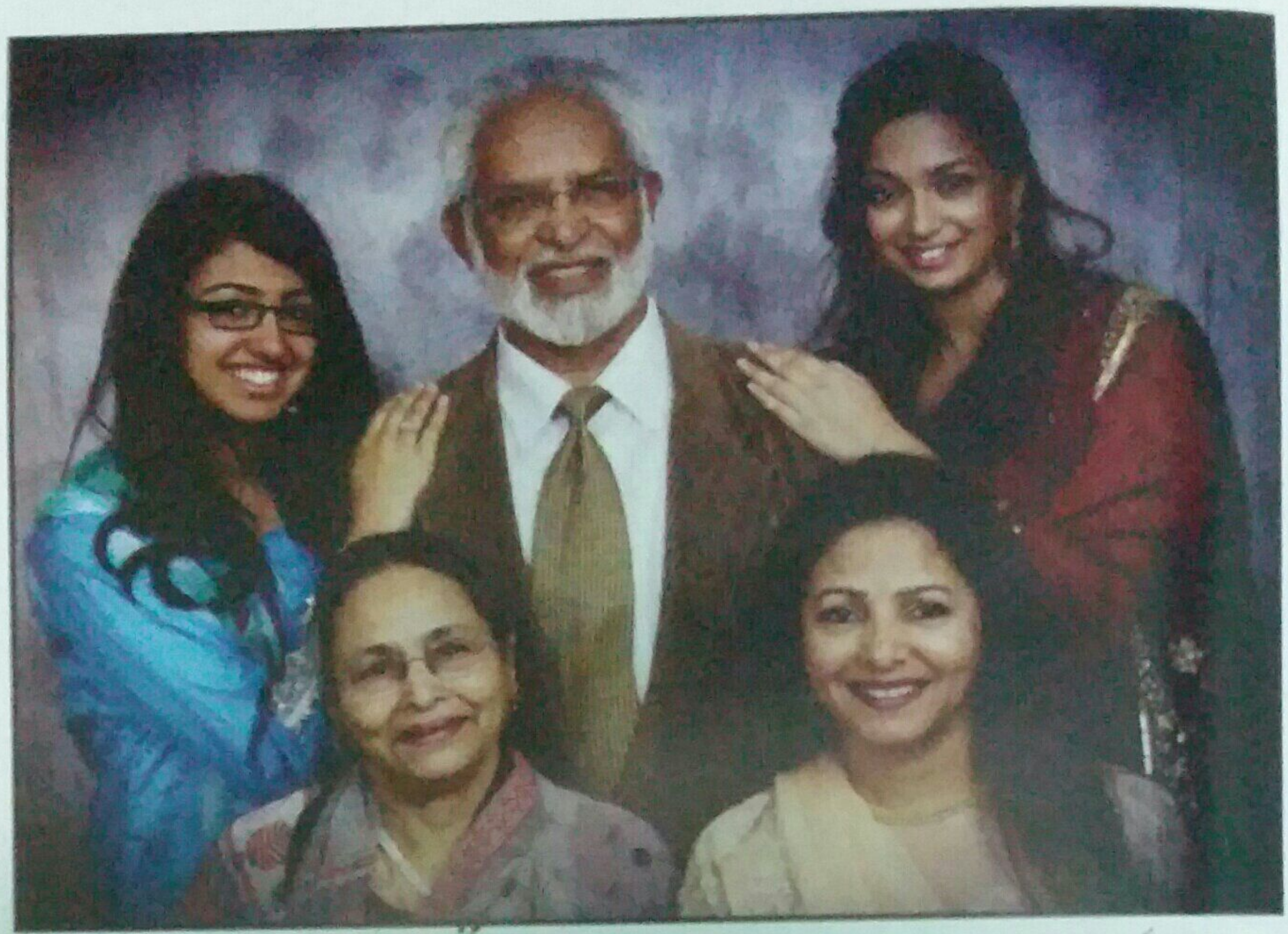

(دائیں سے) عائشہ قادری، زہرہ قادری، حامد امروہوی، خفی امروہوی اور مریم قادری

(دائیں سے) رباب مرزا، محمد عامر مرزا، ہما کریم اور محمد صارم مرزا

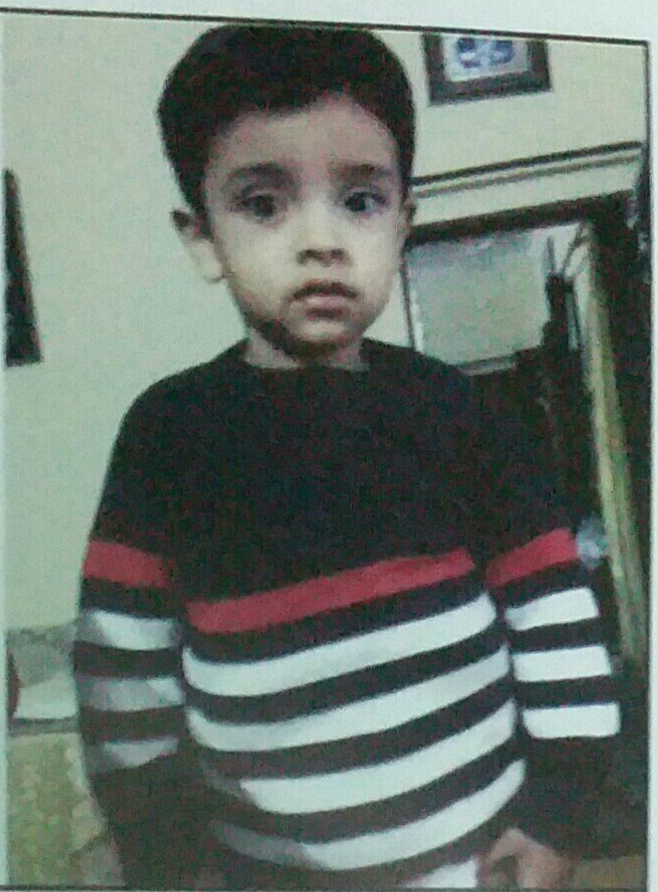

یحیٰ صدیقی

حمزہ صدیقی

مشہر صدیقی

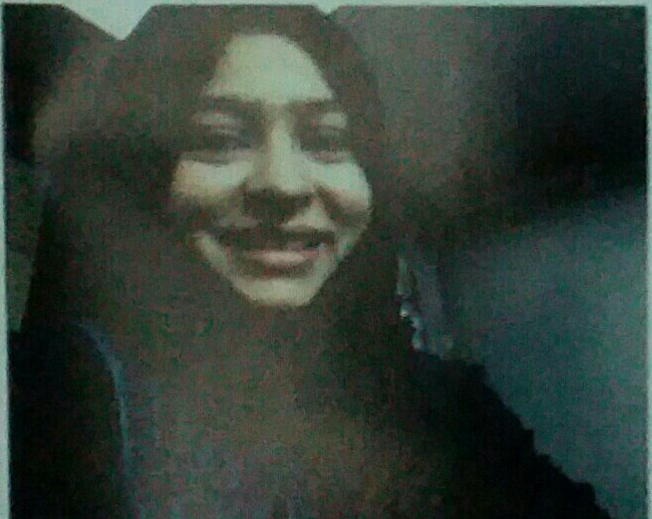

تزین صدیقی

پروفیسر انور خورشید

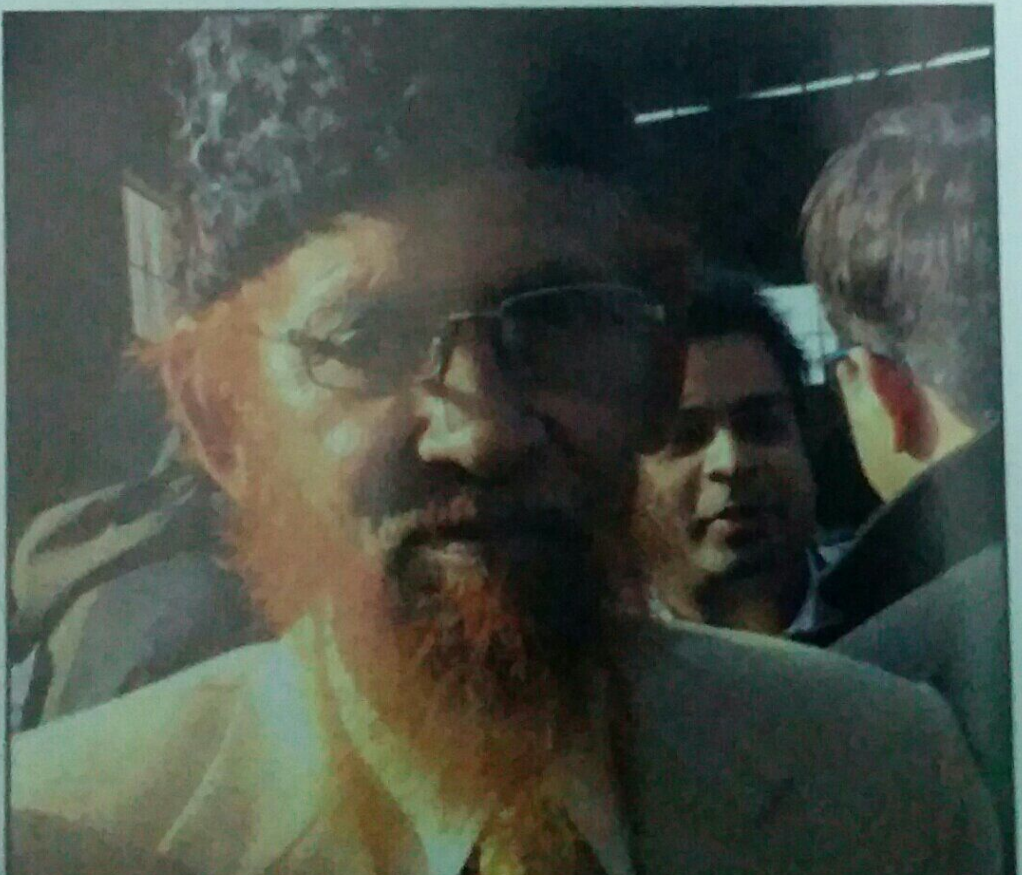

مرزا ساجد حسین امروہوی

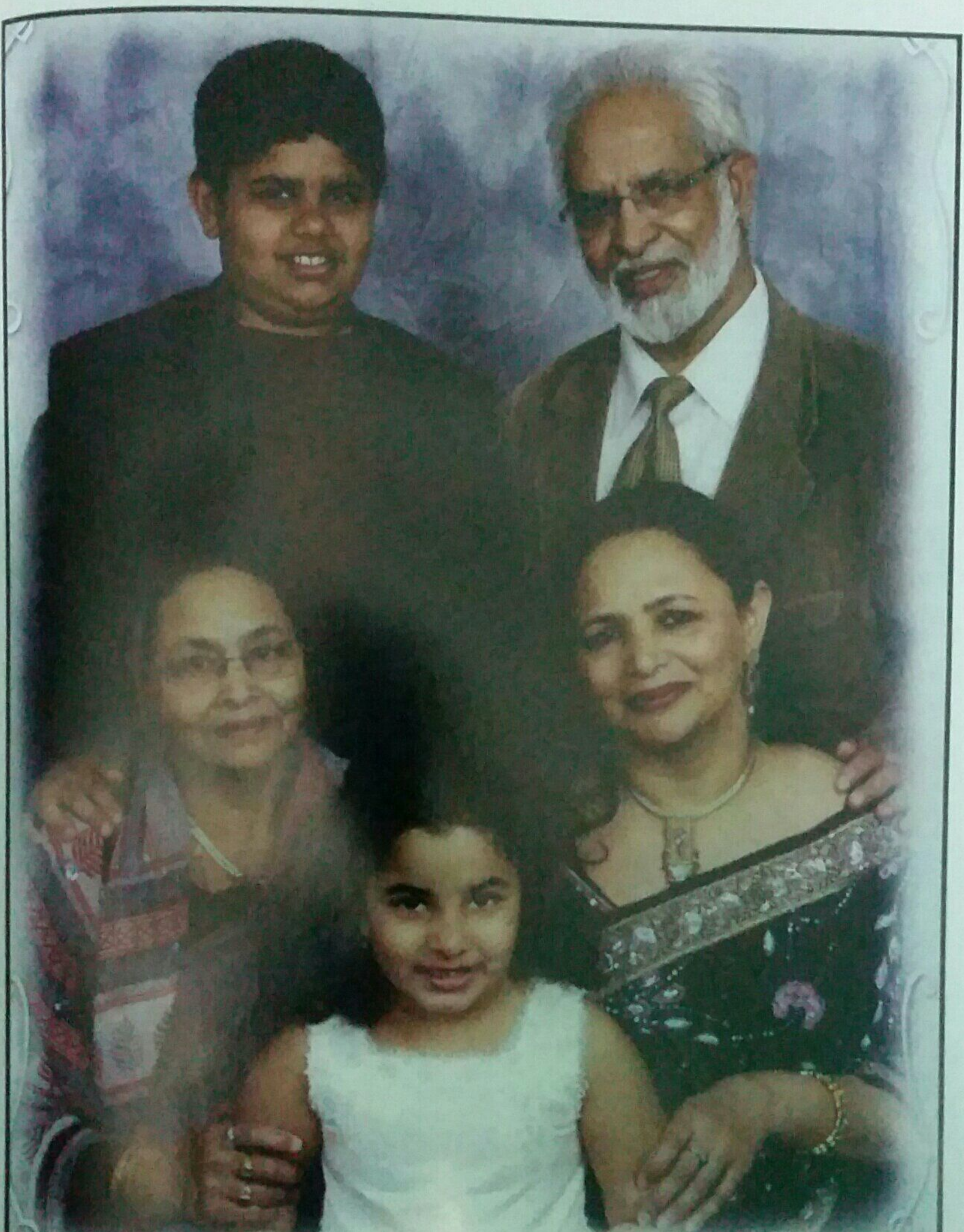

(دائیں سے) ڈاکٹر ضیاء شمسی، حامد امروہوی، نبیل شمسی، مخفی امروہوی اور منال شمسی

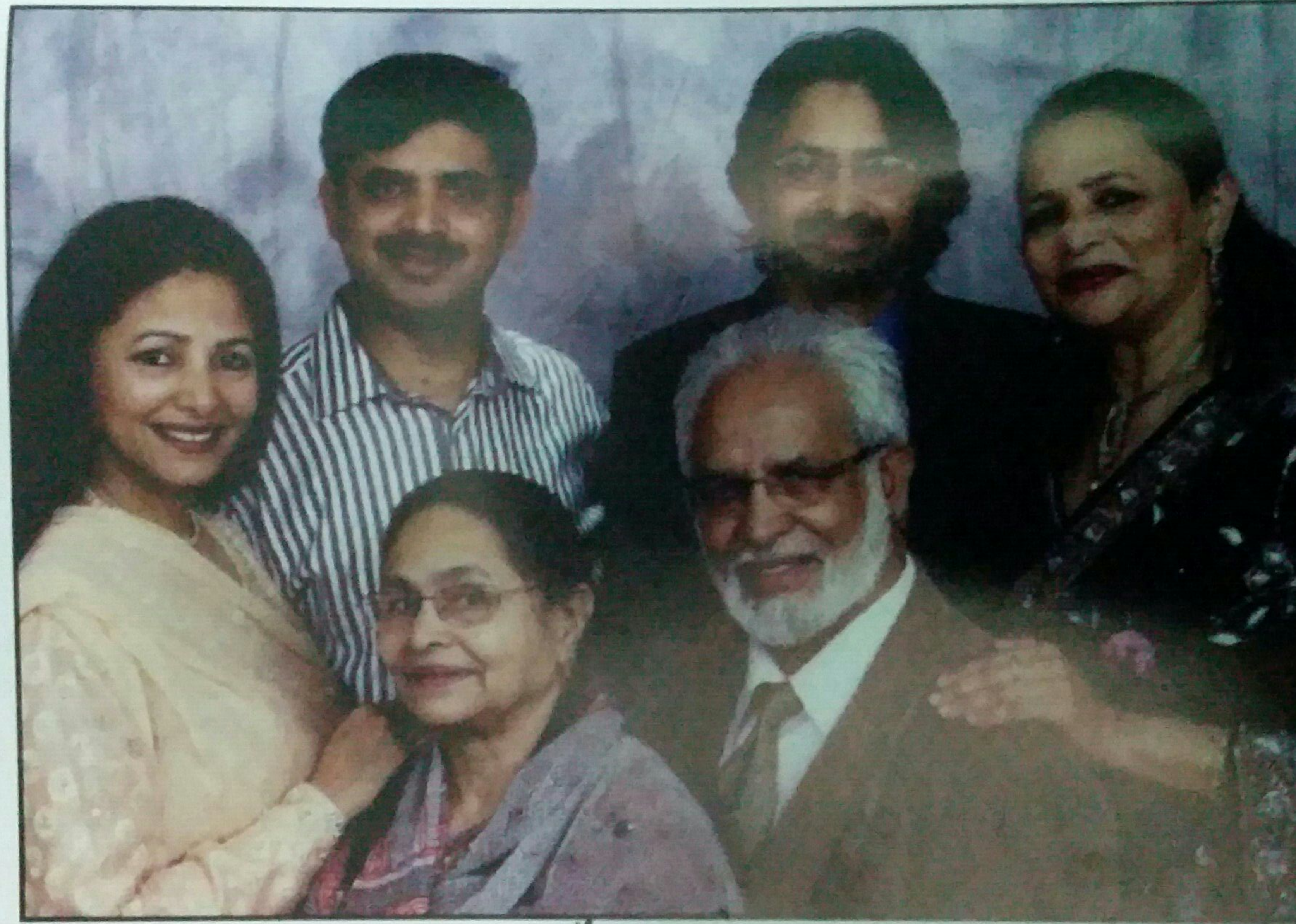

(دائیں سے) ڈاکٹر ضیاء شمسی، بابر مرزا، حامد امروہوی، مخفی امروہوی، عامر مرزا اور زہرہ قادری

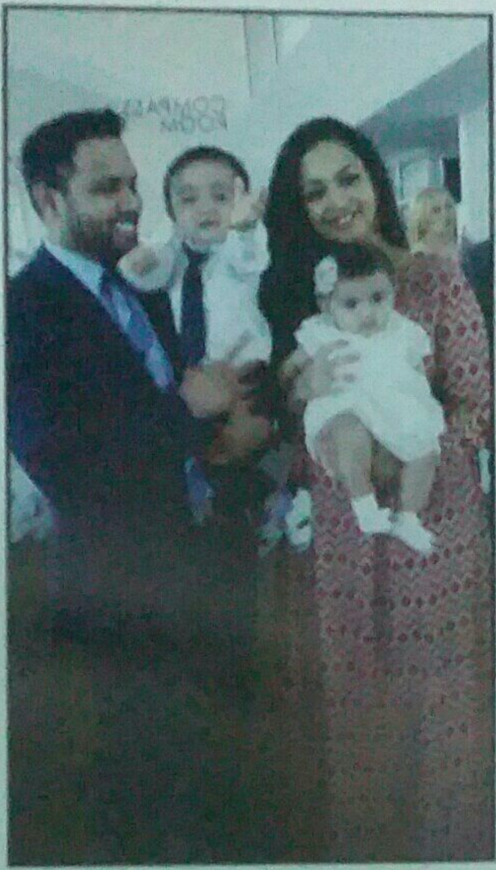

عائشہ قادری، کامران، ایان اور نور

بابر مرزا، انا مرزا، علیمہ اور علی

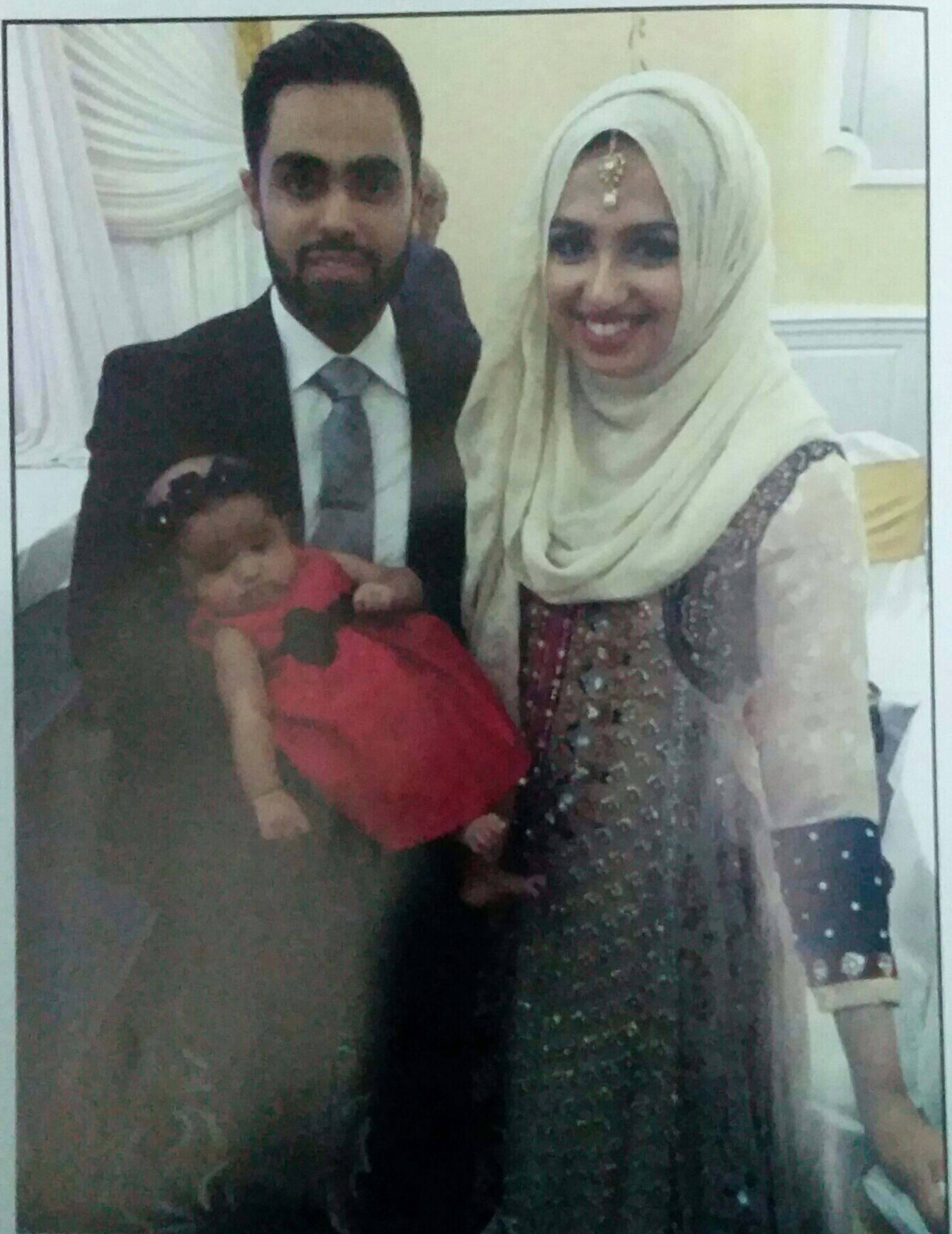

مریم قادری، یوسف اور رحما

سید مجتبیٰ علی

یمنیٰ مجتبیٰ اور عبداللہ مجتبیٰ

عدنان خورشید اور ڈاکٹر شاہ عالم

ساجدہ بیگم اور عدنان خورشید

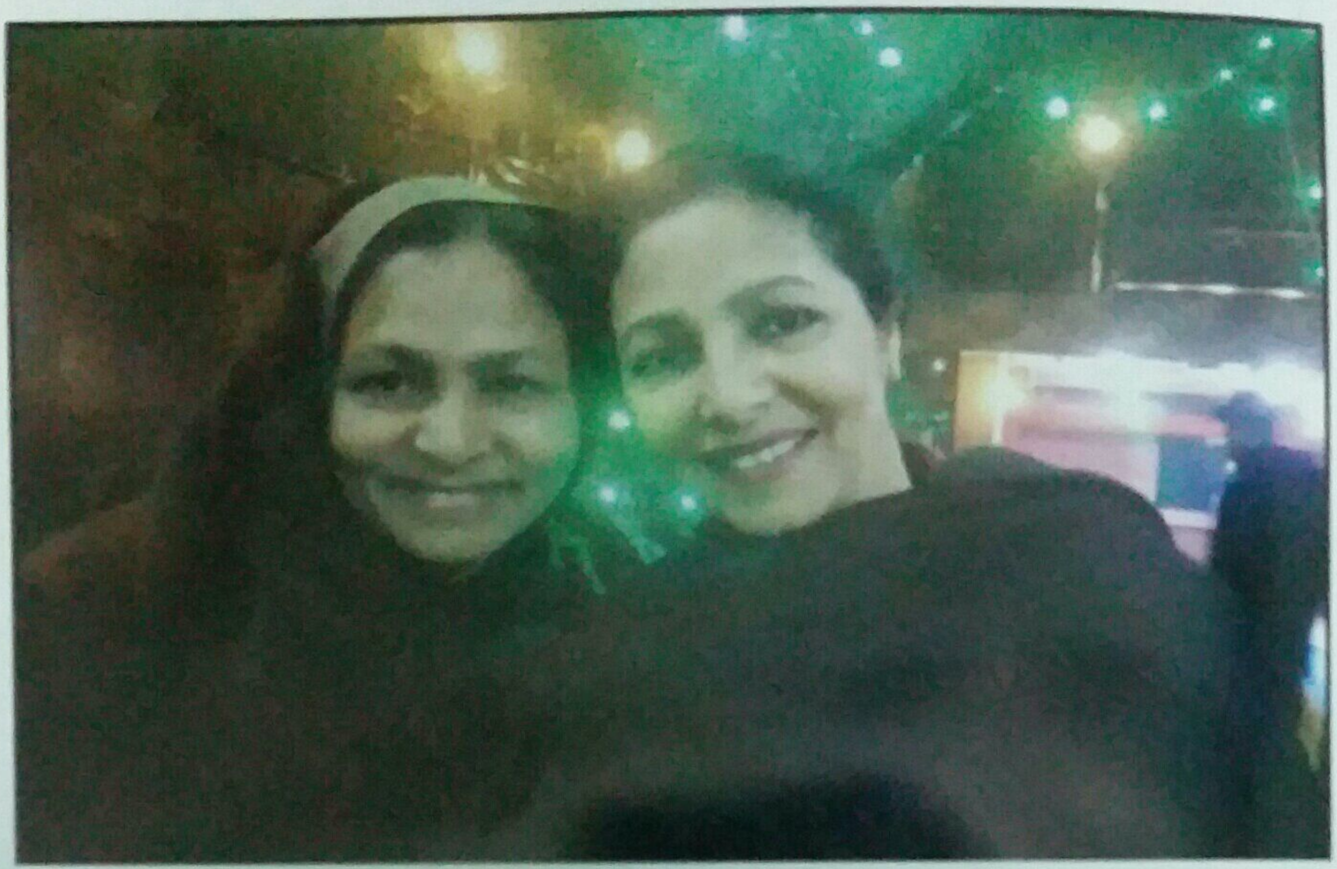

زیبا اور زہرہ

طلحہ احمد جلیل

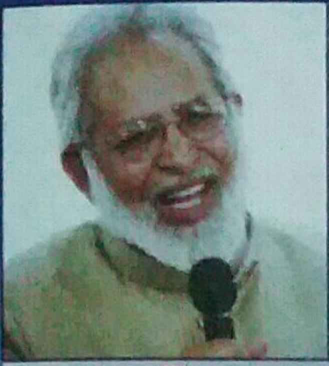

مرتب: حامد امروہوی

خانوادۂ رؤف امروہوی کی تصانیف

لہو رنگ - سیفی امروہوی - غزلیات

نکہتیں - سیفی امروہوی - حمد و نعت

مدحت کے پھول - حامد امروہوی - حمد، نعت و مناقب

خیابانِ ارم - حامد امروہوی - حمد، نعت و مناقب

جوئبارِ بخشش - حامد امروہوی - حمد، نعت و مناقب

اردو اور رومن رسم الخط میں

رازِ بخشش - ساجد امروہوی - حمد و نعت

آرزوئے بخشش - ساجد امروہوی - حمد و نعت

متاعِ مخفی - کلام مخفی امروہوی - غزلیات

مرتبہ: حامد امروہوی

انوارِ رؤف معہ سوانح - ساجد امروہوی

وسیلۂ بخشش - حامد امروہوی - مجموعۂ نعت

گہرِ بخشش - ساجد امروہوی - مجموعۂ نعت و مناقب

سرمایۂ رؤف امروہوی - مرتبہ: حامد امروہوی - حضرت رؤف امروہوی کی تصانیف 'لخلخۂ محامد'، 'گل رنگ تخیل'، 'کوثر رحمت'، اور 'اپنی زباں سے میں' کا انتخاب

اس پار سے اُس پار تک - حامد امروہوی، مرتب: سردار خانم مخفی امروہوی - مجموعۂ نعت

Available at:

Hamid M. Husain
6057-N. Lincoln Av., Apt-315
Chicago-IL-60659 U.S.A

Zeenat Empurium
6348, W. Campbell Av.
CHICAGO- IL - 60659
Phone (773) 430-8055